

مَعَارِفُ الْحَدِيثِ

جلد پنجم

— یعنی —

احادیث نبویؐ کا ایک جدید انتخاب
از دو ترجمہ اور تشریح کے ساتھ

— تالیف —

محمد منظور نعمانی

کتاب خانہ افسانہ کچہری رُود، لکھنؤ

مَا أَتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

معارف الحدیث

یعنی

احادیث نبویؐ کا ایک جدید اور جامع انتخاب
اُردو ترجمہ اور تشریحات کیساتھ

جلد پنجم

کِتَابُ الْأَذْكَاءِ وَاللَّعِيَنَ

تالیف

مولانا محمد منظور نعمانی



ناشر: کتب خانہ الفوستان، کچہری روڈ، لکھنؤ۔

پندرہواں ردہ
۱۳/۵۰

قیمت مجلد
۵۰ فیروز

مطبوعہ: تنویر پریس لکھنؤ

ادیشن
۱۳۹۵ھ، فردی ۱۴۰۰ھ

نکتہ سنجایں راصلائے عام وہ
از نبیۃ اُتیہ پیغام وہ

مشکس

اُن سب انخوانِ دینی کی خدمت میں — جو
”نبی اُمّی“ سیدنا حضرت محمد عسری (فداہ اُمّی و ابی دُرّوحی و قلبی) پر
ایمان رکھتے ہیں
اور آپ کی ہدایت اور اسوۂ حسنہ کی پیروی ہی میں اپنی اور تمام اولادِ آدم کی
نجات کا یقین کرتے ہیں
اور اس لئے آپ کی تعلیم اور طرزِ زندگی سے صحیح واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں
آئیے
علم و تصوّر ہی کے راستہ سے مجلسِ نبوی میں حاضر ہو کر
آپ کے ارشادات سنیں!

اور

اس چشمہٴ انوار سے
پئے تاریک دلوں کیلئے روشنی حاصل کریں!

عاجز و جاہلی
محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

فہرست مضامین "معارف الحدیث جلد پنجم" بقید صفحہ

صفحہ	عنوان یا مضمون کا اشاریہ
	مقدمہ :- مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
۱	
۱۱	دیباچہ :- از مؤلف
	کتاب الاذکار والدعوات
۱۸۱۷	شریعت کے نظام میں اذکار و دعوات کا امتیاز اور غرض و غایت
۱۹	ذکر اللہ کی عظمت اور اس کی برکات
۱۹	ذکر اللہ کی عظمت و اہمیت پر قرآن کریم کی روشنی میں شیخ ابن قیمؒ کا روح پرور کلام
۲۸	ذکر اللہ کی عظمت اور برکات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصادات
۳۵	دوسرے تمام اعمال خیر کے مقابلہ میں ذکر اللہ کی افضلیت
۳۷	غدا کے نجات دلانے میں ذکر اللہ سے زیادہ کوئی چیز بھی مؤثر نہیں
۳۸	ذکر لسان کی فضیلت کی احادیث
۴۰	ذکر اللہ سے غفلت کا انجام حسرت و محرومی اور دل کی قساوت
۴۱	ذکر کے خاص کلمات اور ان کے فضائل و برکات
۴۳	کلمہ تمجید "سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ" کی افضلیت کا از
۴۶	"سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ" کی جامعیت اور فضیلت
۴۸	زبان پر نہایت نیک اور آخرت کی میزان میں نہایت بھاری دو کلمے
۴۸	غیر مادی چیزوں کے وزن کا مسئلہ عقل اور تجربے کی روشنی میں
۵۰، ۴۹	بہت مختصر ذکر و تسبیح کا وہ طریقہ جس کے ذریعہ لمبے لمبے وظیفوں سے زیادہ ثواب حاصل کیا جاسکتا ہے
۵۲	"لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کی خاص فضیلت اور کلمات ذکر میں اس کا امتیاز
۵۵	کلمہ توحید "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" کی خاص عظمت و برکت
۵۷	"لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" کی خاص فضیلت اور اس کی امتیازی تاثیر

صفحہ	عنوان یا مضمون کا اشاریہ
۱۲۲	دُعا سے متعلق ہدایات
۱۲۵	دُعائیں عجلت طلبی اور جلد بازی کی ممانعت
۱۲۶	حرام کھانے اور حرام پہننے والوں کی دُعا قبول نہیں
۱۲۷	وہ دُعائیں جن کی ممانعت ہے
۱۲۹	موت کی دُعا کرنے سے ممانعت کا مطلب اور اس کا محل
۱۲۹	خاصانِ خدا کبھی کبھی لقاءِ آسمی کے غلبہ و شوق سے موت کی تمنا کرتے ہیں
۱۳۰	دُعا کے چند آداب
۱۳۰	دوسرے کے لئے دُعا کرنے سے پہلے اپنے لئے دُعا
۱۳۳	ہاتھ اٹھا کے دُعا کرنا صفحہ ۱۳۰ دُعا سے پہلے حمد و صلوٰۃ صفحہ ۱۳۲ دُعا کے آخر میں ”آمین“
۱۳۴	اپنے چھوٹوں سے بھی دُعا کی درخواست کرنی چاہئے
۱۳۵	وہ دُعائیں جو خصوصیت سے قبول ہوتی ہیں
۱۳۷	دُعا کی قبولیت کے خاص احوال و اوقات
۱۴۱	دُعا قبول ہونے کا مطلب اور اس کی مختلف صورتیں
۱۴۴	رسول اللہ ﷺ کی دُعائیں
۱۴۴	حضور کی دُعاؤں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے
۱۴۵	نماز میں، اور نماز کے بعد کی جانے والی دُعائیں
۱۴۹	تکبیر تحریمہ کے بعد کی افتتاحی دُعائیں صفحہ ۱۴۵
۱۵۶	تعدہ اخیرہ کی بعض دُعائیں صفحہ ۱۵۱
۱۶۱	ختم تہجد پر حضور کی ایک نہایت جامع دُعا
۱۶۷	مختلف اوقات و احوال کی دُعائیں
۱۷۷	صبح اور شام کی دُعائیں صفحہ ۱۶۷
۱۸۷	نیند نہ آنے کی دُعا صفحہ ۱۸۷
۱۹۱	سو کر اٹھنے کے دُعا دُعائیں صفحہ ۱۸۸
۱۹۳	گھر سے نکلنے والے دُعا دُعا کے وقت کی دُعائیں

صفحہ	عنوان یا مضمون کا اشاریہ
۱۹۶	مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا
۱۹۷	کسی مجلس سے اٹھنے کے وقت کی دعائیں
۲۰۲	بازار جانے کی دعا - صفحہ ۲۰۱
۲۰۵	کسی مبتلائے مصیبت کو دیکھنے کے وقت کی دعا
۲۰۸	کھانے پینے کے وقت کی دعائیں (صفحہ ۲۰۷)
۲۱۷	نیا لباس پہننے کے وقت کی دعا - صفحہ ۲۱۱
۲۱۴	نکاح اور شادی سے متعلق دعائیں - صفحہ ۲۱۳
۲۱۹	سفر پر جانے اور واپس آنے کے وقت کی دعائیں - صفحہ ۲۱۵
۲۲۱	کسی ہستی میں داخلہ کے وقت کی دعا - صفحہ ۲۲۰
۲۲۵	سخت خطرے کے وقت کی دعائیں - صفحہ ۲۲۳
۲۳۱	مصائب اور مشکلات کے وقت کی دعائیں - صفحہ ۲۲۸
۲۳۵	قرض اور تنگ حالی سے نجات کی دعائیں - صفحہ ۲۳۲
۲۳۷	غصہ کے وقت کی دعا - صفحہ ۲۳۶
۲۴۲	پھینک آنے کے وقت کی دعائیں - صفحہ ۲۳۹
۲۴۳	آندھی اور تیز دندنہ ہوا کے وقت کی دعائیں
۲۴۵	بادل اٹھنے اور پانی برسنے کے وقت کی دعائیں
۲۴۷	بارش کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا - صفحہ ۲۴۶
۲۵۰	لیلۃ القدر کی دعا - صفحہ ۲۴۹
۲۵۲	جامع اور ہمہ گیر دعائیں
۲۵۳	اس عنوان کے تحت تقریباً ۴۰ صفحات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ۳۵ جامع دعائیں درج کی گئی ہیں جن میں سے ہر دعا دنیا کے لئے ایک عرفانی معجزہ اور اُمت کیلئے ہمیش بہا تھ ہے، ہر دعا کیف و سوز سے بھری ہوئی ہے۔
۲۹۱	استعاذہ کی دعائیں
۲۹۲	دنیا و آخرت کا کوئی شر کوئی فساد، کوئی فتنہ اور کوئی بلا اور آفت ایسی نہیں

صفحہ	عنوان یا مضمون کا اشاریہ
۲۹۷ ۳۰۷	جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی پناہ نہ مانگی ہو، اور اُمت کو اس کی تلقین نہ فرمائی ہو۔۔۔۔۔ اس سلسلہ کی ۱۵ حدیثیں۔
۲۹۷	”عذاب قبر“ اور ”قنہ قبر“ ”عذاب نار“ اور ”قنہ نار“ کافروں
۲۹۸	دولت مندی و خوش حالی اور اسی طرح فقر و تنگدستی نعمت بھی ہے اور قنہ و آزارش بھی
۳۰۴	غیر طبعی اور ناگہانی موت کی جن صورتوں کو ”شہادت“ بتایا گیا ہے ان سے پناہ مانگنے کی وجہ
۳۰۶	بیماری اور بُرے اثرات سے تحفظ کے لئے استعاذہ کی دعائیں
	استغفار و توبہ
۳۰۸	توبہ و استغفار کی حقیقت اور ان کا باہمی تلازم
۳۱۱	توبہ و استغفار بلند ترین مقام (۳۰۹)۔ توبہ و استغفار کے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ
۳۱۴	گناہوں کی سیاہی اور توبہ و استغفار سے اس کا ازالہ اور کامل صفائی
۳۱۷	غفارت کے ظہور کے لئے گناہوں کی ضرورت
۳۲۱	بار بار گناہ اور بار بار استغفار کرنے والے صفحہ ۳۲۰ کس وقت تک کی توبہ قبول ہوتی ہے
۳۲۴	مرنے والوں کیلئے سب سے بہتر تحفہ استغفار (۳۲۳) زندوں کی دعاؤں سے مردوں کے درجات میں ترقی
۳۲۷	عام مومنین کیلئے استغفار (۳۲۵) عام مومنین کیلئے استغفار کی غیر معمولی برکت و قبولیت
۳۲۸	توبہ و انابت سے بڑے سے بڑے گناہوں کی معافی
۳۳۱	”توبہ آدمیوں کا قائل سچی توبہ سے بخشد یا گیا“ اس حدیث کے بارے میں ایک مہولی اشکال اور اس کا جواب
۳۳۱	توبہ کرنے والے کافروں اور مشرکوں کے لئے بھی مشورہ و رحمت
۳۳۳	توبہ و استغفار کے خاص کلمات
۳۳۹	سید الاستغفار صفحہ ۳۳۵ حضرت خضر کا استغفار
۳۴۲	استغفار کی برکات
۳۴۵	استغفار پوری اُمت کیلئے امان صفحہ ۳۴۳ توبہ و استغفار سے اللہ کتنا خوش ہوتا ہے
۳۴۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمائی ہوئی ایک مسافرت کی عجیب و غریب مثال
	توبہ کرنے والے گنہگار بندے سے اللہ تعالیٰ کے خوش ہونے کے موضوع پر
۳۴۸	شیخ ابن العثیم کا روح پرور عارفانہ کلام۔

صلوٰۃ و سلام

- ۳۵۳ قرآن مجید میں غیر معمولی انداز میں صلوٰۃ و سلام کا حکم
- ۳۵۴ صلوٰۃ علی النبی کا مطلب اور ایک اشکال کا حل
- ۳۵۵ صلوٰۃ و سلام کی عظمت و اہمیت صفحہ ۳۵۵
- ۳۵۸ درود و سلام کا مقصد صفحہ ۳۵۷
- ۳۵۹ حدیثوں میں درود و سلام کی ترغیبات اور فضائل و برکات
- ۳۶۵ آپ کے ذکر کے وقت درود سے غفلت کرنے والوں کی محرومی اور ہلاکت
- ۳۶۹ مسلمانوں کی کوئی نشست ذکر اللہ اور صلوٰۃ علی النبی سے خالی نہ ہونی چاہئے
- ۳۷۰ درود شریف کی کثرت قیامت میں حضور کے خصوصی قرب کا وسیلہ
- ۳۷۱ اگر کوئی بندہ اپنے مقاصد کیلئے دعاؤں کی جگہ بھی درود ہی پڑھے تو اسکے سارے مسائل غیبیہ حل ہوں گے
- ۳۷۳ ”درود شریف“ دعا کی قبولیت کا وسیلہ
- ۳۷۵ دنیا میں کہیں بھی درود بھیجا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے
- ۳۷۹ قبر مبارک پر جو درود و سلام عرض کیا جائے اس کو آپ خود سنتے ہیں اور دُور والوں کا پہنچایا جاتا ہے
- ۳۸۱ درود شریف کے خاص کلمات
- ۳۸۳ ایک عظیم تحفہ: درود براہی بروایت کعب بن عجرہ (۳۸۷)۔ استدعا و صلوٰۃ کے بعد ”برکت“ مانگنے کی حکمت
- ۳۸۷ لفظ ”آل“ کی تحقیق (۳۸۵)
- ۳۸۷ درود شریف میں تشبیہ کی حقیقت اور نوعیت
- ۳۸۹ درود شریف کا اقل و آخر ”اَللّٰهُمَّ“۔ ”اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ“
- ۳۹۱ اس درود کے الفاظ کی مدنی حیثیت (۳۸۹)
- ۳۹۸ ”التَّحِيّی الْاَوْحٰی“ کے لقب کی خاص اہمیت اور محبوبیت
- ۴۰۴ درود شریف کے الفاظ کی بنیاد وحی پر ہے
- ۴۰۴ حضرت عبداللہ بن مسعود کا پسندیدہ اور تعلیم فرمودہ ایک بابرکت درود
- ۴۰۶ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تعلیم فرمودہ ایک خاص درود جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں پڑھا گیا

مفت ذمہ

معارفُ الحدیث

جلد پنجم

از۔ ابوالحسن علی ندوی

۷ رجمادی الآخرہ ۱۳۹۱ھ - ۳۱ جولائی ۱۹۷۱ء

پھانک عبداللہ خاں رائے بریلی - برہمکان داروغہ اسرار الحق صاحب

اس کتاب کا پہلا ادیشن، جو
۱۳۸۹ھ (۱۹۶۹ء) میں شائع ہوا تھا، اس میں
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا یہ مقدمہ شامل نہیں تھا
اب دوسرے ادیشن میں شامل کیا جا رہا ہے۔
"ناشر"

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مُقَدِّمہ

از۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اعجاز اور ”کارنامے“ کو دو شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) عباد و معبود کے رشتہ کی تصحیح و تنظیم

(۲) عباد و معبود کے رشتہ کا استحکام و دوام

عباد و معبود کے رشتہ کی تصحیح و تنظیم کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اور خدا، خالق و مخلوق اور عباد و معبود کا رشتہ غلط ہو چکا تھا، مسخ و تحریف، بہالت و نادانی، جاہلیت اور اور وثنیت، اوهام و خرافات اور دجل و تبلیس کا شکار تھا، اللہ تعالیٰ کی ذات صفات سے مکمل ناواقفیت اور بے خبری کا دور دورہ تھا، یا نہایت ناقص معرفت کا بعض اقوام و ملل میں وجود، خدا کی ذات و صفات میں اس کی مخلوقات کو شریک

بنایا گیا تھا، ایک طرف مخلوقات کی بہت سی خصوصیات اور نقائص کے ساتھ
 اس کو منصف کیا گیا تھا، دوسری طرف اس کی بہت سی صفات خاصہ اور
 اور کمالات الوہیت کو مخلوقات کو عطا کر دیا گیا تھا، جاہلیت کی بیشتر گمراہیوں
 بیماریوں، محرومیوں اور خدا نا شایستگیوں کا سرچشمہ ہی کمزوری تھی، اور اسی کا
 نتیجہ کھلی بُت پرستی اور شرکِ جلی کی صورت میں ظاہر ہوا، پھر جہاں نبوت کی
 پہلی کھچی تعلیمات کے فیض سے، اور اس کی ٹٹھاتی ہوئی روشنی کے طفیل کسی درجہ
 میں معرفتِ صحیحہ اور توحید کا نور پایا جاتا تھا، اور عبد و معبود کے درمیان تعلق کی
 بنیاد موجود تھی، وہاں اس تعلق کی کوئی صحیح تشکیل، اور اس کے نظم و انضباط کا کوئی
 سامان نہ تھا، نبوتِ محمدیؐ کا پہلا اعجاز و کارنامہ یہ ہے کہ اس نے معرفتِ صحیح اور
 عقیدہ توحید کے ذریعہ اس تعلق کو صحیح کیا، اُس کو تمام آمیزیشوں اور آلائشوں سے
 پاک کیا، اُس پر جو حجابات اور پردے پڑ گئے تھے اُن کو چاک کیا، جاہلیت کے مشرکانہ
 خیالات و توہمات کا استیصال کیا، تنزیہ و تقدیس کو اس طرح پیش کیا کہ اس کے
 بعد اس کا کوئی درجہ نہیں، اس سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ عقیدہ توحید ایسا نکھر کر سامنے آیا
 اور ”اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ“ کے آوازہ سے دشت و جبل ایسے گونجے کہ شقا و ابدی
 اور انکار و استکبار کے سوا کسی غلط فہمی و غلط روی کا امکان باقی نہ رہا ”لِیَقْلَدَحَ
 مَنْ هَٰذَا عَنْ بَیِّنَةٍ وَیَحْیٰی مَنْ حَتٰی عَنْ بَیِّنَةٍ“ یہ تھی عبد و معبود کے اس
 رشتہ کی تصحیح، پھر ایمانِ مفصل، عقائد، عبادات، فرائض، اوامر و نواہی، اور
 اخلاق و معاملات کے ذریعہ جن کے مجموعہ کا نام ”شریعت“ ہے، اس رشتہ کو
 منظم و منضبط کیا، یہ تھی عبد و معبود کے اس رشتہ کی تنظیم۔

نبوت محمدیؐ کے دوسرے شعبہ یعنی عبد و معبود کے رشتہ کے استحکام و دوام کا مفہوم یہ ہے کہ یہ رشتہ نہایت کمزور بے رُوح، افسردہ و پشیمردہ بلکہ بے جان اول مردہ، اور ایک سایہ سا بن کر رہ گیا تھا جس میں نہ یقین کی طاقت تھی، نہ محبت کی حرارت، نہ عبد و معبود کا راز و نیاز تھا، اور نہ سازِ دل کا سوز و ساز، نہ اپنے فقر و احتیاج، عجز و درماندگی، بیچارگی و بے بسی، بے مائیگی و بے بضاعتی کا احساس تھا، نہ خدا کی صفتِ جود، قدرتِ کاملہ اور خزانہ غیب کی وسعت کا علم، پوری پوری ملتوں اور وسیع وسیع رقبوں میں، خدا کو بس تہواروں اور تقریبوں، اور سخت مصیبتوں پریشانیوں میں یاد کرنے، اور اُس سے دُعا و سوال کرنے کا رواج رہ گیا تھا، مذہبی قوموں میں بھی وہ افراد گئے چنے رہ گئے تھے جو ہر وقت خدا کو یاد کرتے ہوں، اُس کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوں، اور اُس سے ان کا تعلق ایک ایسا زندہ، محسوس اور جذباتی ہو، کہ وہ اس کو اپنا حقیقی کارساز اور مشکل کشا، دست گیر اور فریاد رس سمجھتے ہوں اور اُن کو اُس کی قدرتِ کاملہ پر ایسا بھروسہ، اور اُس کی محبت و شفقت پر ایسا ناز ہو جیسا کم از کم ایک بچہ کو اپنی چاہنے والی ماں، یا کسی غلام کو اپنے کریم آقا، اور طاقتور بادشاہ پر ہوتا ہے۔ نبوتِ محمدیؐ کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُس نے اس تعلق کے خیال کو واقعہ، سایہ کو اصل، رسم کو حقیقت، زندگی میں دوچار مرتبہ یا برسوں میں کبھی کبھی نہ بھولنے عمل کو صبح و شام کا مشغلہ اور روزمرہ کا معمول بنا دیا، بلکہ اس کو ایک مومن کے لئے ہوا اور پانی کی طرح ضروری کر دیا جس کے بغیر زندگی محال ہے، اور جن کی شان یہ تھی کہ

”وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا“ (وہ اللہ کو بہت ہی کم بس کبھی کبھار یاد کرتے ہیں)

اُن کی شان یہ ہو گئی کہ:۔ اَلَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ

جُنُوبِهِمْ“ (وہ یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے بیٹھے اور کروٹ پر لیٹنے کی حالت میں بھی) اور جو صرف سخت مصیبت اور جان کے خطرے ہی میں خدا کو یاد کرنے سے آشنا تھے۔
 ”وَإِذَا غَشِيََهُمْ مَوَجُّ كَالظَّلِيلِ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ“
 (اور جب اُن پر چھا جاتی ہیں سمندر کی موجیں سا بُنانوں کی طرح تو وہ پکارتے ہیں اللہ کو اور دُہائی دیتے ہیں اس کی، اور اخلاص سے عبادت کرنے لگتے ہیں اسی کی، اُن کا حال ہو گیا
 ”تَجَانِي جُنُوبَهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا“ (وہ
 خوابگاہوں کو چھوڑ کر عبادت میں مصروف رہتے ہیں اپنے پروردگار کی، عذاب کے خوف سے
 اور رحمت کی اُمید میں) جن کے لئے خدا کا یاد کرنا ایک مجاہدہ اور خلافِ طبیعت عمل تھا
 اور اس وقت ان کی کیفیت وہ ہوتی تھی جس کو قرآن مجید میں: ”كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ
 فِي السَّمَاءِ“ (جیسے کہ ان کو آسمان میں چڑھنا پڑ رہا ہے) کے بلیغ الفاظ میں بیان
 کیا گیا ہے، اُن کے لئے خدا کو بھُلانا، اس کی یاد سے غافل رہنا شدید ترین مجاہدہ،
 اور نہایت تکلیف دہ سزا ہو گئی جو ذکر و عبادت کی فضا میں اس طرح بے چین
 رہتے تھے جیسے پرمندہ قفس میں، اُن کا حال یہ ہو گیا کہ اُن کو اگر ذکر و دعا سے باز رکھا
 جائے، اور اس پر پابندی عائد کی جائے، تو ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگیں۔

عبد و معبود کے رشتہ کے اس استحکام و دوام کے لئے نبوتِ محمدی اور تعلیماتِ
 نبوی نے جو ذرائع اختیار کئے اُن کے دُعا و عنوان ہیں:- ایک ذکر، دوسرے دُعا۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کی جو تاکید فرمائی، اس کے جو فضائل و منافع
 بیان فرمائے، اس کے جن اسرار و حکم کی نقاب کشائی فرمائی، اس کے بعد ذکرِ محض

ایک فریضہ اور ضابطہ نہیں رہ جاتا، بلکہ وہ زندگی کی ایک بنیادی ضرورت، فطرت انسانی کا ایک خاصہ، رُوح کی غذا، اور دل کی دوا بن جاتا ہے، پھر اس کے لئے الہام خداوندی سے جو اوقات و مواقع، جو اسباب و محرکات تجویز فرمائے، اور ان کے لئے جو صیغے اور الفاظ تعلیم فرمائے، وہ توحید کی تکمیل کرنے والے، عبدیت کے قالب میں رُوح ڈالنے والے، قلب کو نور سے، زندگی کو سکینت و سُور سے، اور فضا کو برکت و نورانیت سے بھر پور کرنے والے ہیں، پھر وہ اسی قدر عمومی، پوری زندگی کی وسعت تنوعاً اور شب و روز کے اوقات پر محیط ہیں، کہ اگر ان کا ذرا بھی اہتمام کیا جائے تو پوری زندگی ایک مسلسل و مکمل ذکر میں تبدیل ہو جاتی ہے، اور مشکل سے کوئی وقت، کوئی کام، کوئی نقل و حرکت، اور کوئی پیش آنیوالی حالت و تبدیلی اس کی رفاقت و شمولیت سے محروم رہتی ہے۔

اس ذکر میں اگرچہ ہر وہ چیز شامل ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا استحضار ہو، اور ہر وہ کام داخل ہے جو غفلت سے آزاد ہو کر کیا جائے، اور اس کا سب سے بڑا مظہر اور اعلیٰ نمونہ دُعا ہے، لیکن نبوتِ محمدیؐ نے دُعا کو دین کا ایک مستقل شعبہ بنادیا، اور مذاہب و مِلّات اور نبوت و روحانیت کی وسیع تاریخ کو سامنے رکھ کر بلا خوف تردد کہا جاسکتا ہے کہ نبوتِ محمدیؐ نے دُعا کے شعبہ کا جس طرح اجیاء و تجدید، اور اسکی ترقی و تکمیل فرمائی، اور اس کو جو زندگی، قوت، وسعت، عمومیت، دل آویزی و دلکشی، تازگی و رعنائی، اور توانائی و بُرنائی عطا فرمائی، وہ نہ اس سے پہلے دیکھنے میں آئی نہ اس کے بعد، درحقیقت نبوتِ محمدیؐ جہاں کئی اور چیزوں کی کِیٹل اور خاتم ہے، وہاں شعبہٴ دُعا کی بھی، اور یہ شعبہ بھی آپ کے ختم نبوت کی ایک دلیل، اور آپ کے خاتمِ نقیبین ہونے کا ایک ثبوت ہے۔

”محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ارواحِ خفا و نفوسِ فداہ) نے محروم و محجوب انسانیت کو دوبارہ دُعا کی دولت عطا فرمائی، اور بندوں کو خدا سے ہم کلام کر دیا، اور دُعا کی کیا دُعا عطا فرمائی، بندگی کی بلکہ زندگی کی لذت اور عزت عطا فرمائی، اس مطرود انسانیت کو پھر اذنِ باریابی ملا، اور آدم کا بھانجا ہوا فرزند پھر اپنے خالق و مالک کے آستانہ کی طرف یہ کہتا ہوا واپس ہوا“ ۱۰

بندہ آمدِ بردتِ بگمختہ ۱۱
 ”نبوتِ محمدی کی تجدید اور اس کا عملِ تکمیل اسی پر ختم نہیں ہوتا، آپ نے ہمیں دُعا کرنا بھی سکھایا، آپ نے انسانیت کے خزانے کو اور دُنیا کے ادب کو دُعاؤں کے ان جواہرات سے مالا مال کیا، جن کی نظیر اپنی آبداری و درخشانی میں صحنِ سماوی کے بعد مل نہیں سکتی، آپ نے اپنے مالک ان الفاظ میں دُعا کی، جن سے زیادہ مؤثر اور بلیغ الفاظ، جن سے زیادہ موزوں و مناسب الفاظ انسان لا نہیں سکتا، یہ دُعائیں مستقل معجزات اور دلائلِ نبوت ہیں ان کے الفاظ شہادت دیتے ہیں، کہ وہ ایک پیغمبر ہی کی زبان سے نکلے ہیں، ان میں نبوت کا نور ہے، پیغمبر کا یقین ہے ”عبدِ کامل“ کا نیاز ہے، محبوبِ ربِّ العالمین کا اعتماد و ناز ہے، فطرتِ نبوت کی مصومیت و سادگی ہے، دلِ دردمند و قلبِ مضطرب کی بے تکلفی و بے ساختگی ہے صاحبِ غرض و حاجت مند کا اصرار و اضطراب بھی ہے، اور بارگاہِ الوہیت کے ادب شناس کی احتیاط بھی، دل کی جراحت اور درد کی کسک بھی ہے، اور چارہ ساز کی چارہ سازی اور دلنوازی کا یقین و سرور بھی، درد کا اظہار بھی ہے، اور اس حقیقت کا اعلان بھی کہ ع

دردِ ہادی و درمائی ہنوز

”پھر پیغمبرِ انسانیت نے دُعائیں انسانوں کی طرف سے انسانی ضروریات کی بھی ایسی مکمل نیابت کی ہے، کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کو ہر زمان و مکان میں ان

دعاؤں میں اپنے دل کی ترجمانی، اپنے حالات کی نمائندگی، اور اپنے اطمینان کا سامان ملے گا اور بہت سی وہ ضرورتیں ملیں گی، جن کی طرف آسانی سے ہر انسان کے ذہن کا جانا مشکل ہے۔ یہی وہ حقیقتیں ہیں جن کو ”معارف الحدیث“ کی اس جلد پنجم میں جس کے تعارف و تقدیم کی سعادت حاصل ہو رہی ہے، لکھنؤ میں ودل پذیر اور عام فہم و سہل انداز میں پیش کیا گیا ہے اور ان کی بنیاد حدیث کے صحیح و مستند ذخیرے، حتی الامکان صحاح، اور حدیث کے معتبر شروح، علمائے متقدمین کی تحقیقات، اور اپنے طویل مطالعہ و تجربہ پر رکھی گئی ہے، یہ محض احادیث صحیحہ کا ایک انتخاب، ضروری ترجمہ اور تشریح کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ ایسے عالم کے فہم حدیث، فکر و نظر اور ذوق سلیم کا نتیجہ ہے، جس نے کامل الفہم اساتذہ سے (جن میں سرآمد علمائے متاخرین حضرت مولانا سید انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی سب سے نمایاں ہے) پوری محنت و توجہ کیساتھ علم حدیث حاصل کیا، پھر سالہا سال مدارس میں اس کا درس دیا، شراح حدیث کی محنتوں اور تحقیقات سے استفادہ کیا، فراغت کے بعد سے اس وقت تک دعوت و اصلاح اور تحریر و تصنیف کے کام میں مصروف رہا، اور اس طرح مسلمانوں کے مختلف طبقوں کے ذہن و دماغ، فہم و استعداد اور ان کی ضرورتوں اور اچھٹوں سے اس کو وسیع اور گہری واقفیت کا موقع ملا، اور ”کَلُوا النَّاسَ عَلَى قَدَرِ عَقُولِهِمْ“ کی وصیت و ہدایت پر عمل کرنے کی توفیق ہوئی، پھر ذوقی طور پر اس جلد کے موضوع ذکر و دعا سے اللہ تعالیٰ نے مصنف محترم کو خاص مناسبت، اور اس سے بہرہ وافر عطا فرمایا، اور اس طرح یہ موضوع اُن کے لئے محض علمی ذہانت کا نتیجہ نہیں رہا، بلکہ ذوقی و طبعی بن گیا، ان تمام وجوہ سے جو اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہیں اُن کو اس موضوع پر لکھنے کا استحقاق حاصل تھا، اور بلا کسی مدح و تملق کے عرض کیا جاتا ہے کہ وہ اس کا حق ادا کرنے میں بہت کامیاب ہوئے، اور

اس موضوع پر اردو میں ایک ایسی جامع و مفید اور نثر و دلپذیر کتاب تیار ہو گئی جس میں ہزاروں صفحات کا عطر اور ضخیم کتابوں کا خلاصہ آگیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مولانا کو فیصلہ کن اور چنپی تلی بات کہنے کا جو ملکہ عطا فرمایا ہے وہ اس بخوبی نمایاں ہے، اسماء حسنیٰ اور ان کے اسرار و حکم، اور صلوٰۃ و سلام پر جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ اس کتاب کے محاسن میں ہے، درود و سلام کی حکمت پر جو کچھ اس کتاب میں آگیا ہے، وہ بڑا قیمتی ہے، اور بیسیوں صفحات پر بھاری ہے، اس سلسلہ میں ”آل“ پر بڑی منصفانہ اور متوازن گفتگو کی گئی ہے، اور اس میں نقطہ اعتدال ملحوظ رہا ہے۔

اس کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ کی تحقیقات کو قول فیصل کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے، اور اکثر مقامات پر ان سے استفادہ کیا گیا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام تجدید و اجتہاد عطا فرمایا تھا، اور حکمت دین و فہم حدیث کا جو ملکہ راسخ ان کو قدرت کی طرف سے عطا ہوا تھا، اور انکی تحقیقات میں اس زمانہ کے ذہنوں کی تشفی کا جو سامان ہے، وہ کسی انصاف پسند اور عقل سلیم رکھنے والے سے مخفی نہیں اس بنا پر اس کتاب کی افادیت اور علمی قدر و قیمت اور بڑھ گئی۔ شاہ صاحب کے ماسوا انھوں نے حافظ ابن قیم، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، اور حافظ ابن حجر، بالخصوص انکی بے نظیر کتاب ”فتح الباری“ سے پورا استفادہ کیا، اس طرح سے یہ کتاب ان لوگوں کو جن کا مطالعہ ارباب محروم نہ ہے، ائمہ سلف، اور محققین ائمہ کے نتائج تحقیق سے متعارف کراتی ہے، اور اس سلسلہ کے علمائے متقدمین کے درمیان علمی رابطہ کا کام دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو اس مفید سلسلہ سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور بالخصوص اس جلد سے جو خالص عملی اور ذوقی ہے، ذکر اور دعا کی دولت حاصل کرنے اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقی زندہ اور تابندہ اور دائم و قائم تعلق کے پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

”ابو الحسن علی ندوی“

ویساچہ

از مؤلف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمْدًا وَقَوْلًا

یوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ اور آپ کی ہدایت و تعلیم کلمہ رباب اور ہر شعبہ اہل نظر کے لئے آپ کی نبوت و رسالت کی روشن دلیل ہے، لیکن ایک خاص شعبہ کو اس کا سے امتیاز حاصل ہے۔ اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت و خشیت، انجبات و انابت اور اس کی رحمت اور جلال و جبروت کا دائمی استحضار اور ذکر یا دعا کی شکل میں اس کے شہابہ وقتی تعلق و وابستگی جس کا اندازہ مختلف احوال و اوقات کی آپ کی دعاؤں اور ان کا ذکر سے ہوتا ہے جو آپ کی بنیان مبارک پر جاری رہتے تھے اور جن کی آپ دوسروں کو تعلیم و تلقین فرماتے تھے۔ صحابہ کرامؓ اور بعد کے راویان حدیث نے آپ کی میراث کے اس عزیز ترین ذخیرے کو لفظ بہ لفظ محفوظ کرنے کا۔۔۔ قریب قریب قرآن مجید کی طرح۔۔۔ خصوصی اہتمام کیا تھا، اس لئے الحمد للہ وہ پورا سرمایہ محفوظ ہے، اور یہ آپ کا وہ زندہ جاوید معجزہ ہے جو آج بھی پوری تابانی کے ساتھ روشن ہے، اور جس کو دیکھ کے اور جس میں غور و فکر کر کے ہر معمولی عقل و فہم والا انسان اگر چاہے تو آج بھی آپ کی نبوت و رسالت کے بارے میں وہ یقین و الطینان حاصل کر سکتا ہے جو آپ کی حیات طیبہ میں آپ کے اسوہ حسنہ کے اس پہلو کو دیکھ کے حاصل کیا جاسکتا تھا۔

راقم سطور کو جب کبھی غیر مسلموں میں سے کسی ایسے شخص سے گفتگو کرنے کا موقع ملا جس کے متعلق

اُس نے کم از کم اپنے انتہائی محترم کا اظہار اور آپ کی غیر معمولی روحانی عظمت کا اعتراف ضرور کیا۔
ان میں سے بعض خوش نصیبوں کو ایمان کی بھی توفیق ملی اور انھوں نے آپ کو اللہ کا نبی و رسول مان کر
آپ کی حلقہ بگوشی اختیار کر لی۔

یہ بجز یہ تو غیر سلسلوں کے بارے میں ہو گا اور بار بار ہوا۔ خود اپنا حال یہ ہے کہ اگر شیطان کبھی کوئی
تشکیکی دوسرے دل میں ڈالتا ہے تو اپنے ایمان و یقین کی تجدید اور "لَيْطَلْمِثِقٌ فَسَلِّحْ" والی
اطمینانی کیفیت اپنے باطن میں پیدا کرتے کے لئے یہی نسخہ استعمال کرتا ہوں، یعنی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے منقول شدہ اذکار و دعوات میں تفکر کرتا ہوں۔ الحمد للہ اس سے ہر دوسرے فورہ کو اڑ جاتا ہے
اور ذہن و قلب یقین و اطمینان سے معمور ہو جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں کتاب اللہ اور احادیث نبوی کی روشنی میں یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ اُمت کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین و شریعت کی جو نعمت عظمیٰ حاصل ہوئی ہے اُس کے تمام
شعبوں میں ذکر و دعا کی حیثیت اصل مقصود اور مغز کی ہے۔ حتیٰ کہ نماز اور حج جیسی اعلیٰ عبادات کے
بارے میں بھی بتایا گیا ہے کہ اُن کا خاص مقصد اور ان کی مدوح ذکر و دعا ہے۔ نیز بتایا گیا ہے کہ بندہ کا
کوئی عمل یا دعا اس کی کوئی قربانی خواہ دنیا میں اس کو کتنا ہی بڑا سمجھا جاتا ہو اللہ کی نگاہ میں ذکر و دعا کے
برابر نہیں۔ بلکہ جس طرح کوئی غذا معدہ کے لئے اُس وقت تک قابل قبول نہیں ہوتی جب تک کہ
اس میں نمک یا شیرینی یا ترشگی کی آمیزش نہ ہو اُسی طرح اللہ کے یہاں کوئی عمل قابل قبول نہیں ہو سکتا
جب تک اُس میں ذکر و دعا کا عنصر شامل نہ ہو۔

پھر یہ بھی ایک معلوم و مسلم حقیقت ہے کہ ذکر و دعا اللہ تعالیٰ کے قُرب خصوصی اور محسوس
مقام ولایت کا خاص الخاص وسیلہ ہے، اور اُمت میں جن لاکھوں کروڑوں بندگانِ خدا کو

لے محقر بہارِ کمال کے ابتدائی صفحات ہی میں وہ آیات و احادیث ناظرین کے سامنے آجائیں گی جن سے

ذکر و دعا کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ ۱۲۔

یہ دولت نصیب ہوئی ہے، اُن کی زندگیوں میں ذکر و دعا کا عنصر غالب اور نمایاں رہا ہے۔
 ذکر و دعا کے شعبہ کی اس خصوصی اہمیت اور عظمت کی وجہ سے بڑی آرزو تھی کہ
 ”معارف الحدیث“ کی تالیف کے سلسلہ میں اذکار و دعوات والی احادیث کے ترجمہ و تشریح کی
 خدمت بھی اللہ تعالیٰ اس بندہ سے لے لے، اور میرے اعمال نامہ میں یہ بھی درج ہو جائے۔ الحمد للہ
 یہ آرزو پوری ہو گئی، اور پچاس صفحات کی مستقل جلد کتاب ”الاذکار والدعوات“
 تیار ہو گئی۔ میں اپنے اس حال کا اظہار بھی بہتر سمجھتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی اس عنایت و
 توفیق پر مجھے بے حد خوشی اور شادمانی ہے۔ کاش! میں اس عظیم نعمت کا کچھ شکرا دکر سکتا۔
 قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے: ”قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ قَدْ اَلَيْکَ خَلِيقٌ حُورٌ“
 مجھ گنگار کو اپنے رب کریم کی رحمت سے اس کی بھی پوری اُمید ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب
 میرے لئے اور اُن بے شمار پڑھنے والوں کے لئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس میراث کی
 قدر اور اُس سے استفادہ کریں گے جو اس میں پیش کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت و نصرت کا
 وسیلہ بنے گی۔ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ۔

اس جلد کے متعلق کچھ ضروری باتیں!

(۱) اس جلد میں اذکار و دعوات سے متعلق ۳۲۰ حدیثوں کی تشریح کی گئی ہے۔ پہلی جلدوں
 کی طرح اس جلد کی حدیثیں بھی زیادہ تر ”مشکوٰۃ المصابیح“ اور ”مجموع الفتاویٰ“ سے لی گئی ہیں۔
 کچھ حدیثیں ”کنز العمال“ سے بھی لی گئی ہیں۔ اور تخریج میں ابھی کتابوں پر اعتماد کیا گیا ہے بعض
 حدیثیں براہ راست کتب صحاح صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد وغیرہ سے
 بھی لی گئی ہیں۔

(۲) جو حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی لی گئی ہے اُس کی روایت اگرچہ حدیث کی دوری
 کتابوں میں بھی کی گئی ہو، لیکن مشکوٰۃ المصابیح کے طریقہ کی پیروی میں حوالہ صرف صحیحین ہی کا دیا

گیا ہے، کیونکہ کسی حدیث کا ان دونوں سے کسی ایک میں ہونا بھی اُس کی صحت کی کافی ضمانت ہے۔
اس پر علماء و فن کا قریب قریب اتفاق ہے۔

(۳) اصل مقصد چونکہ تذکرہ و تفسیم ہے اس لئے حدیثوں کے ترجمہ میں نحوی ترکیب اور
لفظی ترجمہ کی پابندی نہیں کی گئی ہے بلکہ صحیح مطلب کی وضاحت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

اپنے باتوفیق ناظرین سے آخری گزارش یا وصیت

پہلی چاروں جلدوں کے دیباچہ میں بھی یہی کی گئی تھی، اور اب بھی یہی ہے۔۔۔ کہ
حدیث نبوی کا مطالعہ صرف اضافہ معلومات کے لئے اور علمی سیر کے طور پر ہرگز نہ کیا جائے
بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے ایمانی تعلق کو تازہ کرنے کے لئے اور رشد و ہدایت
حاصل کرنے اور عمل کرنا، نیت سے کیا جائے۔ نیز درس و مطالعہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ
کی عظمت و محبت کو دل میں بیدار کیا جائے، اور اس طرح ادب اور توجہ سے پڑھایا سنا جائے کہ
گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں ہم حاضر ہیں اور آپ فرما رہے ہیں اور ہم
سُن رہے ہیں۔۔۔ اگر ایسا کیا گیا تو قلب و روح کو ان انوار و برکات اور ایسانی
کیفیات کا کچھ نہ کچھ حصہ انشاء اللہ ضرور نصیب ہوگا جو عہد نبوی کے اُن خوش نصیبوں کو حاصل
ہوئی تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست روحانی استفادہ
کی دولت عطا فرمائی تھی۔۔۔ آخری کلمہ اللہ کی حمد ہے، اور اس خدمت کے اتمام کیلئے
حُسن توفیق کی استدعا، اور غلطیوں اور گناہوں کی معافی کی التجا!۔

اللہ کی رحمت اور اُس کے بندوں کی دُعاؤں کا محتاج و طلبکار

عاجز و گنہگار بندہ

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ - ۲۹ مارچ ۱۹۶۹ء

معارف الحدیث جلد ششم

کتاب الاذکار والدعوات

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا
وَسَبِّحُوهُ كَثْرَةً وَأَصِيلًا.

الاعتراب ۴۱-۴۲

اے ایمان والو! (دل و زبان سے) اللہ کو خوب یاد کیا کرو۔ اور
(غافل مہر) صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو۔

وَاذْكُرُوا خُوفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ
مِنَ الْمُحْسِنِينَ

الاعتراب ۵۶

اور (اپنی حلاؤں پر اللہ کی بکرت اور اس کے مذاہب) ڈرتے ہوئے
اور (اس کے رحم و کرم سے) امیدیں رکھتے ہوئے اللہ سے دُعائیں
کیا کرو۔ خدا کی رحمت اُن بندوں سے قریب ہے جو نیک کردار ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسی سلسلہ معارف الحدیث میں ”کتاب الطہارۃ“ کے بالکل شروع میں ”حجۃ الشہداء“ کے حوالہ سے حضرت شاہ ولی اللہؒ کا یہ ارشاد نقل کیا جا چکا ہے کہ :

”اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے مجھے یہ حقیقت سمجھا دی ہے کہ فلاح و سعادت کی جس شاہراہ کی طرف دعوت دینے کے لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی (جس کا نام شریعت ہے) اگرچہ اس کے بہت سے ابواب ہیں، اور وہ اب کے تحت سیکڑوں ہزاروں احکام ہیں، لیکن اپنی اس بے پناہ کثرت کے باوجود وہ سب بس بن چار اصولی عنوانوں کے تحت آجاتے ہیں :- طہارت، انجاست، سماحت، عدالت“

یہ لکھنے کے بعد شاہ صاحبؒ نے ان چاروں میں سے ہر ایک کی حقیقت بیان کی ہو جس کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ بلاشبہ ساری شریعت ان ہی چار شعبوں میں منقسم ہے۔

جلد سوم میں ”کتاب الطہارۃ“ کے شروع میں حضرت شاہ صاحبؒ کے اس سلسلہ کلام کا صرف وہ حصہ تلخیص کے ساتھ نقل کیا گیا تھا جس میں انھوں نے طہارت کی حقیقت بیان فرمائی تھی۔

انجاست کی حقیقت کے بارے میں جو کچھ انھوں نے فرمایا ہے اس کو مختصر

الفاظ میں اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ وہ
 متحیر اور نون و محبت کی کیفیات اور رضا جوئی و عنایت طلبی کے
 جذبہ کے ساتھ اشد ذوالجلال و الجبروت کے حضور میں ظاہر و باطن سے
 اپنی بندگی و نیاز مندی اور محتاجی و رحمت طلبی کا اظہار ہے۔
 یہی کا دوسرا معروف عام عنوان عبادت ہے مگر وہی انسانوں کی تخلیق کا خاص
 مقصد ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُون۔

حضرت شاہ صاحب نے عبادت کے ان چاروں شعبوں پر حجۃ اللہ الباقیہ مقصود
 میں ابواب الاحسان کے ذیل میں بھی کلام فرمایا ہے وہاں فرماتے ہیں کہ:۔ ان میں سے پہلی
 چیز یعنی طہارت کی تحصیل کے لئے وضو اور غسل وغیرہ کا حکم دیا گیا ہے، اور دوسری بنیاد
 یعنی انجبات کی تحصیل کا خاص وسیلہ نماز اور اذکار و قرآن مجید کی تلاوت ہے۔
 بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ فی الحقیقت ذکر اللہ ہی انجبات کا مخصوص وسیلہ ہے اور
 اور نماز اور تلاوت اور اسی طرح دعا بھی اس کی خاص خاص شکیلیں ہیں۔

بہر حال نماز اور ذکر اللہ اور تلاوت کلام مجید ان سب کی غرض و غایت اس مبارک
 صفت کی تحصیل تکمیل ہے جس کو حضرت شاہ ولی اللہ نے انجبات کے عنوان سے
 دیکھا ہے، اس لئے سب ایک ہی قبیل کی چیزیں ہیں۔

نماز کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ کے ارشادات
 و معمولات اللہ کی توفیق سے اس سلسلہ کی تیسری جلد میں پیش کئے جا چکے۔ اذکار و دعوات
 اور تلاوت قرآن مجید سے متعلق حدیثیں اب اس پانچویں جلد میں پیش کی جا رہی ہیں۔
 اللہ تعالیٰ کلمے و لے اپنے اس گنہگار بندے کو، اور پڑھنے والے حضرات کو ان احادیث
 پاک پر عمل کرنے اور پورا نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

ذکر اللہ کی عظمت اور اس کی برکات

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے ”ذکر اللہ“ اپنے وسیع معنی کے لحاظ سے نماز، تلاوت قرآن اور موعود متغفار وغیرہ سب ہی کو شامل ہے، اور یہ سب اس کی خاص خاص شکلیں ہیں۔ لیکن مخصوص عرف و اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس، توحید و تمجید، اس کی عظمت و کبریائی اور اس کی صفات کمال کے بیان اور دھیان کو ”ذکر اللہ“ کہا جاتا ہے اور جیسا کہ آگے درج ہونے والی بعض احادیث سے صراحتہ معلوم ہو گا یہ اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا اور انسان کی روحانی ترقی اور طہارۃ اعلیٰ سے اس کے ربط کا خاص خاص وسیلہ ہے۔

شیخ ابن قیم نے ”مدارج السالکین“ میں ذکر اللہ کی عظمت و اہمیت اور اس کی برکات پر ایک بڑا بصیرت افروز اور روح پرور مضمون لکھا ہے، اُس کے ایک حصہ کا خلاصہ ہم یہاں بھی درج کرتے ہیں۔ آگے درج ہونیوالی احادیث میں ذکر اللہ کی جو عظمت بیان ہوگی اس مضمون کے مطالعہ کے بعد اُس کا سمجھنا انشاء اللہ آسان ہو گا۔ فرماتے ہیں:۔

قرآن مجید میں ذکر اللہ کی تاکید و ترغیب کے ہم کو مندرجہ ذیل دس عنوانات ملتے ہیں:۔

(۱) بعض آیات میں اہل ایمان کو تاکید کے ساتھ اس کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا
اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ
مُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ (احزاب ع ۵)

اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد
کیا کرو اور صبح و شام اس کی
پاکی بیان کرو۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے :
وَإِذْ كُنَّا فِي نَفْسِكَ
نَضْمًا وَمِثْقَلًا
(اعراف ع ۲۳)

اور اپنے رب کا ذکر کرنا اپنے ہی میں
(یعنی دل سے) گڑ گڑا کر اور خوف کی
کیفیت کے ساتھ۔

(۲) بعض آیات میں اللہ کو بھولنے اور اس کی یاد سے غافل ہونے
سے شدت کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے۔ یہ بھی ذکر اللہ کی تاکید رہی کا
ایک عنوان ہے۔ مثلاً ارشاد ہے :
وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ۝

اور نہ ہونا تم غفلت والوں
میں سے۔ (اعراف ع ۲۳)

دوسری جگہ ارشاد ہے :
وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ
نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ
أَنْفُسَهُمْ ۝ (الحشر ع ۱۳)

اور تم نہ بنو جیسے نہ بھولنا جنہوں نے اللہ کو
بھلا دیا پھر اس کی یاداش میں اللہ نے
ان کو ان کی نفس بھلائیے (اور خدا فراموش کی
نتیجہ میں وہ خود فراموش ہو گئے)۔

(۳) بعض آیات میں فرمایا گیا ہے کہ فلاح اور کامیابی اللہ کے ذکر کی
کثرت کے ساتھ وابستہ ہے۔ ارشاد ہے :
وَإِذْ كُنَّا فِي نَفْسِكَ
نَضْمًا وَمِثْقَلًا
(سورۃ الاحزاب ع ۵)

اور کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنا ہم
فلاح و کامیابی کی امید کر سکتے ہو۔

(۴) بعض آیات میں حق تعالیٰ کی طرف سے اہل ذکر کی تعریف کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ذکر کے مسلہ میں ان کے ساتھ رحمت و مغفرت کا خاص معاملہ کیا جائے گا، اور ان کو اجر عظیم سے نوازا جائے گا۔ چنانچہ سورہ احزاب میں ایمان والے بندوں اور بندوں کے چند دوسرے ایمانی اوصاف بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا گیا ہے: —————

..... وَالَّذِينَ اكْرَمْنَا اللَّهُ
كَثِيرٌ مِّنَ الَّذِينَ كَرَّمْنَا
أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً
وَأَجْرًا عَظِيمًا۔
اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے
والے اس کے بندے اور اس کی بندیاں
اللہ تعالیٰ نے اپنے العابدوں اور
بندیوں کے لئے تیار کر رکھی ہے خاص
بخشش عظیم ثواب۔
(الاحزاب، ۵۷)

(۵) اسی طرح بعض آیات میں آگاہی دی گئی ہے کہ جو لوگ دنیا کی بہاروں اور لذتوں میں منہمک اور مست ہو کر اللہ کی یاد سے غافل ہو جائیں گے وہ ناکام اور نامراد رہیں گے۔ مثلاً سورہ منافقون میں ارشاد فرمایا گیا ہے: —————

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ
وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔
اے ایمان والو! تمہاری دولت
اور تمہاری اولاد تم کو اللہ کے
ذکر سے غافل نہ کر دے۔ اور
جو لوگ اس غفلت میں مبتلا ہوں گے
وہ بڑے گھائے اور نقصان میں
رہیں گے۔
(المنافقون، ۲۷)

یہ تینوں عنان بھی ذکر اللہ کی تاکید اور ترغیب کے لئے بلاشبہ بڑے

نوٹ رہیں۔

(۶) بعض آیات میں فرمایا گیا ہے کہ جو بندے ہمیں یاد کرینگے ہم ان کو یاد کرینگے اور یاد رکھیں گے۔

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ
وَاَشْكُرْوا لِي وَلَا تَكْفُرُوْنَ
(بقرة - ۱۸۷)

میرے بندو! تم مجھے یاد کرو، میں تم کو یاد رکھوں گا، اور میرا احسان انو اھدا ناشکری نہ کرو۔

شُحْبَانَ اللّٰهِ وَجَمَدٌ۔ بندے کی اس سے بڑی سعادت و کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے کہ پوری کائنات کا خالق و مالک اس کو یاد کرے اور یاد رکھے۔

(۷) بعض آیات میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے ذکر کو ہر چیز کے مقابلہ میں عظمت و فوقیت حاصل ہے، اور اس کائنات میں وہ ہر چیز سے بالاتر اور بزرگ تر ہے۔

وَلِذِكْرِ اللّٰهِ اَكْبَرُ
اور یقیناً کہ وہ اللہ کا ذکر ہر چیز سے بزرگ تر ہے۔ (عنکبوت، ۵۷)

بیشک اگر بندے کو عرفان نصیب ہو تو اللہ کا ذکر اس کے لئے اس ساری کائنات سے عظیم تر ہے۔

(۸) بعض آیات میں بڑے اونچے درجہ کے اعمال کے بارے میں ہدایت فرمائی گئی ہے کہ ان کے اختتام پر اللہ کا ذکر ہونا چاہئے، گویا ذکر اللہ ہی کو ان اعمال کا "خاتمہ" بنانا چاہئے۔ مثلاً نماز کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ
جب تم نماز ادا کر لو تو اللہ کا ذکر

فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا
وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ۔
کرد (ہر حال میں) کھڑے بیٹھے
اور اپنے پہلوؤں کے بل لیٹے۔

(النساء، ۵۷)

اور خاص جمعہ کی نماز کے بارے میں ارشاد ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ
فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ
وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ
وَإِذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا
لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔
جب جمعہ کی نماز ختم ہو جائے تو (باجائزہ)
کہ تم (مسجد سے نکل کر) اپنے کام کاج کے
سلسلہ میں (زمین میں چلو پھرو، اور
اللہ کا فضل تلاش کرو، اور اس حالت
میں بھی اللہ کا خوب ذکر کرو، پھر تم
فلاح کی امید کر سکتے ہو۔

(البقرہ، ۲۷۷)

اور حج کے بارے میں ارشاد ہے:

فَاِذَا قُضِيَتُمْ مَنَاسِكَكُمْ
فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ
آبَاءَكُمْ أَوْ أَشْدَّ ذِكْرًا۔
پھر جب تم اپنے مناسک ادا کر کے فارغ
ہو جاؤ تو اللہ کا ذکر جیسے تم (خفاخفہ)
طور پر (اپنے باپ داداؤں کا ذکر کیا کرتے تھے
بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ اللہ کا ذکر کرو۔

(بقرہ، ۲۵۷)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ نماز اور حج جیسی اعلیٰ درجہ کی عبادات سے
فارغ ہونے کے بعد بھی بندہ کے لئے اللہ کے ذکر سے غافل ہونے کی
گنجائش نہیں ہے، بلکہ ان سے فراغت کے بعد بھی اس کے دل میں اور
اس کی زبان پر اللہ کا ذکر ہونا چاہئے، اور اسی کو ان اعمال کا خاتمہ
بنا چاہئے۔

(۹) بعض آیات میں ذکر اللہ کی ترغیب اس عنوان سے دی گئی ہے

دانش مند اور صاحب بصیرت بندے وہی ہیں جو ذکر اللہ سے غافل نہیں ہوتے جس کا لازمی مفہوم یہ ہے کہ جو ذکر اللہ سے غافل ہوں وہ عقل و بصیرت سے محروم ہیں۔ مثلاً سورہ آل عمران کے آخری رکوع میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

إِنِّى خَلَقَ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَاخْتَلَفِ
الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتِ
إِلٰهِي الْآلْبَابِ الَّذِينَ
بَدَّ كُرْوفَ اللَّهِ قِيَامًا
قُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ
يَعِينَا زَمِينَ وَأَسْمَانَ كِى تَخْلُقَ
مِىں اور رات اور دن كى تبدیلیوں مِىں
كھلى نشانیاں ہيں، اُن اربابِ دانش
كے لئے جو كھڑے بیٹھے اور لیٹنے
كى حالت مِىں بھی اللہ كو یاد كرتے ہيں
(اور اس سے غافل نہیں ہوتے)۔

(آل عمران، ۲۰۷)

(۱۰) بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اونچے سے اونچے اعمالِ صالحہ کا مقصد اور ان کی رُوح ذکر اللہ ہے۔ مثلاً نماز کے بارے میں ارشاد ہے:۔

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي (ظہ، ۱۷) میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔
اور مناسکِ حج کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

إِنَّمَا جُعِلَ الطَّلَاوُحُ بِالْبَيْتِ
وَالشَّعْبُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ
وَرَفْعُ الْجِمَارِ كَمَا قَامَ
ذِكْرُ اللَّهِ۔ بیت اللہ كا طواف اور صفا و مرودہ
كے درمیان سعی، اور حجرات كى رمی
یہ سب چیزیں ذكر اللہ ہی كے لئے
مقرر ہوئی ہيں۔

اور جہاد کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے: —

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا
لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا
وَادْكُرُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُونَ۔

اے ایمان والو! جب تمہاری ٹہمیر
ہو جائے کسی دشمنِ فوج سے، تو
ثابت قدم رہو (اور قدم جھکے جنگ کے)
اور اللہ کا ذکر کرو، امید ہے کہ تم
(انفال، ۶۷) فلاح یاب ہو گے۔

اور ایک حدیثِ قدسی میں ہے: —

إِنَّ عَبْدِي كُلَّ عَبْدِي
الَّذِي يَدْكُرُنِي وَهُوَ
مَلَائِكِي قَرْنَهُ۔

میرا بندہ مکمل بندہ وہ ہے جو اپنے
حریفِ مقابل سے جنگ کے وقت
بھی مجھے یاد کرتا ہے۔

قرآن و حدیث کے ان نصوص سے ظاہر ہے کہ نماز سے لیکر جہاد تک
تمام اعمالِ صالحہ کی رُوح اور جان ذکرِ اللہ ہے — اور یہی ذکر
اور دل و زبان سے اللہ کی یاد وہ پروانہ ولایت ہے کہ جس کو عطا ہو گیا وہ
واصل ہو گیا، اور جس کو عطا نہیں ہوا وہ دُور اور مجرور رہا۔ یہ ذکرِ اللہ والوں
کے قلوب کی غذا اور ذریعہٴ حیات ہے، اگر وہ ان کو نہ ملے تو جسم ان قلوب
کے لئے قبور بن جائیں۔ اور ذکر ہی سے دلوں کی دنیا کی آبادی ہے، اگر
دلوں کی دنیا اس سے خالی ہو جائے تو بالکل ویرانہ ہو کر رہ جائے۔ اور
ذکر ہی اُن کا وہ ہتھیار ہے جس سے وہ روحانیت کے دہنزوں سے جنگ
کرتے ہیں، اور وہی اُن کے لئے وہ ٹھنڈا پانی ہے جس سے وہ اپنے باطن
کی آگ بجھاتے ہیں، اور وہی اُن کی بیماریوں کی وہ دوا ہے کہ اگر ان کو
نہ ملے تو ان کے دل گرنے لگیں، اور وہی وسیلہٴ ربط ہے اُن کے اور اُن کے

حَلَامُ الْغُيُوبِ رَبِّكَ دَرَمِيَانُ — کیا خوب کہا گیا ہے۔ ۵
 إِذَا مَرَضْتُمْ تَاكُلُوا نَبِيذَ كِرْكُمُ ۖ فَتَنَزَّلُ الذِّكْرُ أَخِيَانَا فَنَتَكَلَّمُ
 جب ہم بیمار پڑ جاتے ہیں تو تمھاری یاد سے اپنا علاج کرتے ہیں اور جب کسی وقت
 یاد سے غافل ہو جائیں تو مرنے لگتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے جس طرح بینا آنکھوں کو روشنی اور بینائی سے منور
 کیا ہے اسی طرح ذکر کرنے والی زبانوں کو ذکر سے مزین فرمایا ہے، اسی لئے
 اللہ کی یاد سے غافل زبان اُس آنکھ کی طرح ہے جو بینائی سے محروم ہے
 اور اُس کان کی طرح ہے جو شنوائی کی صلاحیت کھو چکا ہے، اور اُس
 ہاتھ کی طرح ہے جو مفلوج ہو کر بیکار ہو گیا ہے۔

ذکر اللہ ہی وہ راستہ اور دروازہ ہے جو حق جل جلالہ اور اس کے بندے
 کے درمیان کھلا ہوا ہے اور اس سے بندہ اس کی بارگاہ عالی تک پہنچ
 سکتا ہے۔ اور جب بندہ اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے تو یہ دروازہ
 بند ہو جاتا ہے — کیا خوب کہا ہے کہنے والے نے۔ ۵

فَنَشِيَانُ ذِكْرَ اللَّهِ مَوْتُ قُلُوبِهِمْ ۖ وَأَجْسَامُهُمْ قَبْلَ الْقُبُورِ قُبُورُ
 وَأَنفُسُهُمْ فِي وَحْشَةٍ مِنْ جُحُومٍ ۖ وَلَيْسَ لَهُمْ حَتَّى النَّشُورِ نَشُورُ
 [اللہ کی یاد سے غافل ہو جانا اور فراموش کر دینا ان کے قلوب کی موت ہے، اور
 ان کے جسم زمین والی قبروں سے پہلے ان کے مردہ دلوں کی قبریں ہیں
 اور ان کی رو میں سخت دشت میں ہیں ان کے جسموں سے، اور ان کے لئے
 قیامت اور حشر سے پہلے زندگی نہیں۔]

(ملخصاً کلام الشیخ ابن قیم فی مدارج السالکین)

ناچیز راقم سطور عرض کرتا ہے کہ مندرجہ بالا اقتباس میں ذکر اللہ کی تاکید و ترغیب کے

جن دس عنوانات کا ذکر کیا گیا ہے، قرآن مجید میں ان کے علاوہ بھی بعض عنوانات سے ذکر اللہ کی ترغیب دی گئی ہے۔ مثلاً فرمایا گیا ہے کہ: —

”قلوب کو (یعنی اللہ سے رابطہ رکھنے والوں کے دلوں اور ان کی روحوں کو) اللہ کے ذکر ہی سے چین و اطمینان حاصل ہوتا ہے“ — اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (جہان لو کہ اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو چین اور محکوم ملتا ہے)۔

ذکر اللہ کی تاثیر و برکت کے بارے میں ایک دوسرے ربانی محقق اور صوفی حضرات تو صیغہ الجواہر المکیہ کے چند فقروں کا ترجمہ بھی پڑھ لیا جائے۔ آگے درج ہونیوالی اس باب کی احادیث کے سمجھنے میں انشاء اللہ اس سے بھی خاص مدد ملے گی۔ —

”قلوب کو نورانی بنانے اور اوصافِ رویہ کو اوصافِ حمیدہ میں تبدیل کر دینے میں سب طاعات و عبادات سے زیادہ زود اثر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے“

خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: —

اِنَّ الصَّلٰةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ الْكٰفِرَ
بلاشبہ نماز گندی اور ناشائستہ باتوں سے روکتی ہے اور یہ یقینی حقیقت ہے کہ اللہ کا ذکر بہت ہی بڑی چیز ہے۔

اور اکابر نے فرمایا ہے کہ: —

”ذکر کا عمل قلب کو صاف کرنے میں بالکل ویسا ہی کام کرتا ہے جیسا کہ تانے کو صاف کرنے اور مانجھنے میں بالو۔ اور باقی دوسری عبادات کا عمل قلوب کی صفائی کے بارے میں ویسا ہے جیسا کہ تانے کے

صاف کرنے میں صابون کا عمل“ ————— (ترصیح الجواہر المکیہ)
 اس تمیید کے بعد ذکر اللہ کی عظمت اور برکات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ارشادات پڑھئے! : —————

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ سَعِيدٍ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ
 إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ
 عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ۔

رواہ مسلم

حضرت ابو ہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بھی اور جہاں بھی بیٹھ کے کچھ بندگانِ خدا
 اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو لازمی طور پر فرشتے ہر طرف سے ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں
 اور ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمتِ اسی ان پر چھا جاتی ہے اور ان کو اپنے سایہ میں
 لے لیتی ہے اور ان پر سکینہ کی کیفیت نازل ہوتی ہے اور اللہ اپنے ملائکہ مقربین
 میں ان کا ذکر فرماتا ہے ————— (صحیح مسلم)

(تشریح) اس حدیث سے صراحتہ معلوم ہوا کہ اللہ کے کچھ بندوں کے
 ایک جگہ جمع ہو کر ذکر کرنے کی خاص برکات ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ
 نے اسی حدیث کی شرح میں فرمایا ہے: —————

”اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ مسلمانوں کا جمع ہو کر
 ذکر وغیرہ کرنا رحمت و سکینت اور قرب ملائکہ کا خاص وسیلہ ہے“

(حجۃ اللہ البالغہ، جلد ۲)

اس حدیث میں اللہ کا ذکر کرنے والے بندوں کے لئے چار خاص نعمتوں کا ذکر

کیا گیا ہے :- ایک یہ کہ ہر طرف سے اللہ کے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ رحمت الہی ان کو اپنے آغوش اور سایہ میں لے لیتی ہے، اور ان دونوں نعمتوں کے لازمی نتیجہ کے طور پر ہمیشہ کی نعمت ان کو یہ حاصل ہوتی ہے کہ ان کے قلب پر ”سکینت“ نازل ہوتی ہے، جو عظیم ترین روحانی نعمتوں میں سے ہے۔ یہاں سکینت سے مراد خاص درجہ کا قلبی اطمینان اور روحانی سکون ہے جو اللہ کے خاص بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی عطیہ کے طور پر نصیب ہوتا ہے، اسی کو اہل سلوک ”جمہیت قلبی“ بھی کہتے ہیں۔ اس دولت اور نعمت کا صاحب سکینہ کو احساس اور شعور بھی ہوتا ہے۔ اور ذکر بندوں کو ملنے والی پوری نعمت جس کا اس حدیث میں سب سے آخر میں ذکر کیا گیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ مقربین کے حلقہ میں ان ذاکر بندوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں کہ : — دیکھو آدمؑ ہی کی اولاد میں سے میرے یہ بھی بندے ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں غالباً نہ ہی ایمان لائے ہیں، اس کے باوجود محبت و خشیت کی کیسی کیفیت اور کیسے ذوق و شوق اور کیسے سوز و گداز کے ساتھ میرا ذکر کر رہے ہیں۔ بلاشبہ مالک الملک کا اپنے مقرب فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں کا اس طرح ذکر فرمانا وہ سب سے بڑی نعمت ہے جس سے آگے کسی نعمت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے محروم نہ رکھے۔

(فائدہ) اس حدیث سے یہ بھی اشارہ ملا کہ اگر اللہ کا کوئی ذاکر بندہ اپنے قلب و باطن میں ”سکینت“ کی کیفیت محسوس نہ کرے (جو ایک محسوس کی جانے والی چیز ہے) تو اس کو سمجھنا چاہئے کہ ابھی وہ ذکر کے اس مقام تک نہیں پہنچ سکا ہے جس پر نعمتیں موعود ہیں، یا اس کی زندگی میں کچھ ایسی غرابیاں ہیں جو آثار ذکر کے حصول میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں۔ بہر حال اسے اپنی اصلاح کی فکر کرنا چاہئے۔ رب کریم کے وعدے برحق ہیں۔

زیادہ احتیاط کرتا ہوں اس لئے اپنے جیسے دوسرے لوگوں کی نسبت بہت کم حدیثیں بیان کرتا ہوں مگر اس وقت ایک حدیث ذکر کرتا ہوں اور میں نے اسی کی پیروی میں آپ لوگوں سے قسم لی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے اصحاب کے ایک حلقہ کے پاس پہنچے، آپ نے اُن سے پوچھا: آپ لوگ یہاں کیوں جڑے بیٹھے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا: ہم اللہ کو یاد کر رہے ہیں اور اُس نے جو ہم کو ہدایت سے نوازا اور ایمان و اسلام کی توفیق دے کر احسانِ عظیم فرمایا اس پر اُس کی حمد و ثنا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا قسم اللہ کی! تم اسی لئے بیٹھے ہو؟ انھوں نے عرض کیا: قسم اللہ تعالیٰ کی! ہم صرف اسی لئے بیٹھے ہیں اور یہی کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ کسی بدگمانی کی بنا پر تم سے قسم نہیں لی، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابھی جبرئیل امین میرے پاس آئے اور انھوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فخر و مباہات کے ساتھ فرشتوں سے تم لوگوں کا ذکر

(صحیح مسلم)

فرما رہا ہے (تشریح) معلوم ہوا کہ اللہ کے کچھ بندوں کا ایک جگہ بیٹھ کے اخلاص کے ساتھ اللہ کو یاد کرنا اُس کی باتیں کرنا، اُس کی حمد و تسبیح کرنا اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص فرشتوں کے سامنے ایسے بندوں کے لئے اپنی رضا کا اظہار فرماتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

(۳) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ أَنَا مَعَ عَبْدِي إِذَا ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتِ بَنِي شَقَاتَاهُ

رواہ البخاری

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس وقت بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور میری یاد میں

اس کے ہونے پر حرکت کرتے ہیں تو اُس وقت میں اپنے اُس بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں۔“

(صحیح بخاری)

(تشریح) اللہ تعالیٰ کی ایک معیت وہ ہے جو اس کائنات کی ہر چھٹی بڑی چیز کو اور ہر مومن و کافر کو ہر وقت حاصل ہے۔ کوئی چیز بھی کسی وقت اللہ سے دُور نہیں، اللہ ہر چیز کو محیط ہے، ہر جگہ اور ہمہ وقت حاضر و ناظر ہے۔ اور ایک معیت رضا اور قبول والی معیت ہے۔ اس حدیث قدسی میں جس معیت کا ذکر ہے وہ یہی رضا اور قبول والی معیت ہے۔ از حدیث کا مدعا یہ ہے کہ جب میرا بندہ میرا قُرب اور میری رضا حاصل کرنے کے لئے میرا ذکر کرتا ہے تو اس کو میرے قُرب و رضا کی دولت فوراً حاصل ہو جاتی ہے، وہ میری چاہت میں میرا ذکر کرنا ہے اور میں اُس وقت اس کے بالکل ساتھ ہوتا ہوں۔ اس طرح اسے وہ دولت نقد مل جاتی ہے جو وہ ذکر کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دوات کی طلب اس کا ذوق و شوق اور پھر وہ دولت نصیب فرمائے۔

(۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَبِرَ مِنْهُمْ۔

رواہ البخاری و مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرا معاملہ بندے کے ساتھ اس کے یقین کے مطابق ہے۔ اور میں اس کے بالکل ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اگر وہ مجھے اپنے حجاب میں اس طرح یاد کرے کہ کسی اور کو خبر بھی نہ ہو تو میں بھی اس کو اسی طرح یاد کروں گا۔ اور اگر وہ دوسرے لوگوں کے سامنے مجھے

یاد کرے تو میں ان سے بہتر بندوں کی جماعت میں اس کا ذکر کروں گا (یعنی ملائکہ کی جماعت میں اور ان کے سامنے) ————— (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) حدیث کے پہلے جملے (اَنَا عِنْدَ خَلْقٍ عَبِيدٍ بَنِي) کا مطلب یہ ہے کہ بندہ میرے بارے میں جیسا یقین قائم کرے گا تو میرا معاملہ اس کے ساتھ بالکل اُسی کے مطابق ہوگا۔ مثلاً وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں رحم اور کرم کا یقین کرے تو اللہ تعالیٰ کو رحیم و کریم ہی پائے گا۔ اس لئے بندہ کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا یقین کرے اور اسی کے مطابق عمل کرے۔ حدیث کے آخری حصہ میں جو فرمایا گیا ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ مجھے خلوت میں اس طرح یاد کرتا ہے کہ اُس کے اوپر سوا کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی تو میری عنایت بھی اُس کے ساتھ اسی طرح مخفی ہوتی ہے۔ ۵

میانِ عاشق و معشوق درزیت کرانا کا تیسرا اہم خبر نیست

اور جب بندہ جلوت میں اور دوسروں کے سامنے میسزہ ذکر کرتا ہے (جس میں دعوت و ارشاد اور حفظ و نصیحت بھی داخل ہے) تو اس بندہ کے ساتھ اپنے تعلق اور اس کی قبولیت کا ذکر میں فرشتوں کے سامنے بھی کرتا ہوں جس کے بعد وہ بندہ فرشتوں میں مقبول و محبوب ہو جاتا ہے اور اس کے بعد اس دنیا میں بھی اس کو قبولِ عام اور محبوبیتِ عامہ حاصل ہو جاتی ہے۔

اسی سنت اللہ کا یہ ظہور ہے کہ بہت سے عباد کا طین جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے خاص تعلق کا انخفا کرتے ہیں اگرچہ اللہ کے ہاں اُن کو مقبولیت کا خاص الخاص مقام حاصل ہوتا ہے، لیکن دنیا میں ان کو پہچانا بھی نہیں جاتا، اور جن کا تعلق باللہ اور دعوت الی اللہ ظاہر اور جلی قہم کی ہوتی ہے اُن کو دنیا میں بھی مقبولیتِ عامہ حاصل ہو جاتی ہے۔

(۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ فِي طَرِيقٍ مَلَكَ فَمَرَّ عَلَى جَبَلٍ يُقَالُ لَهُ جَمْدَانٌ فَقَالَ سِيرُوا هَذَا جَمْدَانٌ سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ

كَالْوَاقِعِ الْمَقْرُودُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ النَّارُ أَكْرَدُونَ
اللَّهُ كَثِيرًا وَالنَّارُ أَكْرَاتٌ ————— رواہ مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں نجدان نامی پہاڑ پر سے گزر رہا تو آپ نے فرمایا:۔ یہ پہاڑ نجدان ہے مُقَرَّدُونَ سبقت لے گئے عرض کیا گیا:۔ مُقَرَّدُونَ کون لوگ ہیں؟۔ آپ نے فرمایا:۔ اللہ کا زیادہ ذکر کرنے والے بندے اور زیادہ ذکر کرنے والی بندیاں ————— (صحیح مسلم)

(تشریح) نجدان ایک پہاڑی کا نام ہے جو مدینہ طیبہ کے قریب ہی ایک دن کی مسافت پر ہے ————— متعدد حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے جس حصہ پر اللہ کا نام لیا جاتا ہے اس کا شعور و احساس اُس حصہ زمین کو ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:۔ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے پوچھتا ہے کہ کیا آج اللہ کا نام لینے والا کوئی بندہ تجھ پر سے گزرا؟۔ جب وہ بتاتا ہے کہ ہاں گزرا، تو وہ کہتا ہے کہ تجھے بشارت ہو، مبارک ہو! ————— معلوم ہوتا ہے کہ نجدان پہاڑ پر سے گزرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات منکشف ہوئی کہ جو زیادہ ذکر کرنے والے بندے اور بندیاں ہیں انھوں نے قبول و رضا کے بڑے مقامات حاصل کر لئے اور وہ بہت آگے بڑھ گئے، تو آپ نے یہ بات فرمائی کہ مُقَرَّدُونَ یعنی بہت زیادہ ذکر کرنے والے سبقت لے گئے۔ مُقَرَّدُونَ کے لغوی معنی ہیں اپنے کو سب سے الگ اور اکیلا اور ہلکا پھلکا کر لینے والے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے قرب و رضا کی طلب میں اپنے کو اس دنیا کی الجھنوں سے ہلکا کر لیں، اور سب طرف سے کٹ کے اکیلے اللہ کے ہو جائیں، یہی مقام تفرید ہے، اور یہی قرآن مجید کی خاص اصطلاح میں تَشَلُّل ہے (وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ) پس ”اَلَا اَكْرَدُونَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالنَّارُ اَكْرَاتٌ“ کے

مصدق وہی بندے ہیں جن کا یہ حال ہو اور جنہوں نے ہر طرف سے کٹ کر اللہ جل جلالہ کو اپنا
قبلہ مقصود بنالیا ہو۔

دوسرے تمام اعمال کے مقابلہ میں ذکر اللہ کی فضیلت :-

(۶) عَنْ أَبِي الدُّدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَنْبِئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَ
أَذْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ وَأَرْضَعَهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٍ
لَكُمْ مِنْ إِنْشَاقِ النَّهَبِ وَالْوَرَقِ وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ أَنْ
تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ؟
كَالْوَابِلِ قَالَ ذَكَرُوا اللَّهَ ——— رواه احمد والترمذی وابن ماجه

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: کیا میں تم کو وہ عمل بتاؤں جو تمہارے سارے اعمال میں بہتر اور تمہارے مالک
کی نگاہ میں پاکیزہ تر ہے اور تمہارے درجوں کو دوسرے تمام اعمال سے زیادہ بلند
کرنے والا ہے، اور راہِ خدا میں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ اس میں
خیر ہے، اور اُس جہاد سے بھی زیادہ تمہارے لئے اس میں خیر ہے جس میں تم اپنے دشمنوں
اور خدا کے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُتارو اور وہ تمہیں ذبح کریں اور شہید کریں؟
صحابہ نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! ایسا قیمتی عمل ضرور بتائیے! آپ نے

فرمایا: وہ اللہ کا ذکر ہے۔ (مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

(تشریح) یہ حدیث اصل قرآن مجید کی آیت "وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ أَكْبَرُوا" کی تشریح و تفسیر ہے۔
جسکے "وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ أَكْبَرُوا" اس لحاظ سے کہ وہ اصلاً بالذات مقصدِ الٰہی ہے اور اللہ کی رضا اور اس کے تقرب کا
سب سے قریبی ذریعہ ہے۔ دوسرے تمام اعمال سے بہتر اور بالاتر ہے اور یہ اُس کے منافی نہیں ہے کہ

کسی خاص حالت میں اور کسی ہنگامی موقع پر صدقہ اور انفاق لوجہ اللہ یا جہاد و قتال فی سبیل اللہ کو زیادہ اہمیت حاصل ہو جائے۔ اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک عمل ایک اعتبار سے افضل و اہم ہو اور دوسرے اعتبار سے کوئی دوسرا عمل زیادہ اہمیت رکھتا ہو۔

آگے درج ہونے والی حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیثوں کا مطلب مدعا بھی قریب قریب یہی ہے اور ان میں سے ہر حدیث سے دوسری حدیث کی شرح اور تائید ہوتی ہے۔

(۷) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَمْثَلُ الْعِبَادِ أَفْضَلُ؟ وَأَذْفَعُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ؟ قَالَ الذَّاكِرُونَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ قَلِيلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمِنَ الْغَارِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ لَوْ ضَرَبَ سَيْفِهِمْ فِي الْكُفَّارِ وَالْمُشْرِكِينَ حَتَّى يَنْكَسِرُوا يَخْتَضِبَ دَمًا فَإِنَّ الذَّاكِرَ لِلَّهِ أَفْضَلُ مِنْهُ دَرَجَةً

رواہ احمد والترمذی

حضرت ابوسعید خدریؓ ہی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ! بندوں میں کون (یعنی کس عمل کا کرنے والا) سب سے افضل ہے اور قیامت میں کس کو اللہ کے ہاتھ زیادہ بلند درجہ ملنے والا ہے؟

آپؐ نے فرمایا، اللہ کو زیادہ یاد کرنے والے بندہ اور زیادہ یاد کرنے والی بندیاں۔

(یعنی فضیلت اور قیامت میں درجہ کی بلندی انھیں کے لئے ہے)

عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا ان لوگوں کا درجہ اُس بندہ سے بھی اُدھ ہے جو (سربلغت ہو کر) راہِ خدا میں جہاد کرے؟ آپؐ نے فرمایا، اگر کسی بندہ نے (اس طرح) جہاد میں جہانِ باری کی کہ، دشمنانِ حق (کفار و مشرکین) کی صفوں میں گھس کر تلوار چلائی

یہاں تک کہ اس کی تلوار ٹوٹ گئی اور وہ دشمنوں کے ہاتھوں سے زخمی ہو کر خون میں
شرابور ہو گیا، جب بھی اللہ کا ذکر کرنے والا بندہ درجہ میں اُس سے افضل ہے۔

(مسند احمد، جامع ترمذی)

(۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ لِكُلِّ شَيْءٍ صِفَالَةٌ وَصِفَالَةُ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللَّهِ
وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَنْجَى مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ، قَالُوا وَلَا
الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ وَلَا أَنْ يَضْرِبَ بِسَيْفِهِ حَتَّى
يَنْقُطَ _____ رواه البيهقي في الدعوات الكبير

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا کرتے تھے کہ: ہر چیز کی صفائی کے لئے کوئی صیقل ہے اور قلوب کی صیقل (یعنی
ان کی صفائی کا خاص سائل) ذکر اللہ ہے اور اللہ کے عذاب سے بچانے اور نجات دلانے
میں اللہ کا ذکر جس قدر مؤثر ہے اتنی کوئی دوسری چیز مؤثر نہیں۔ _____ لوگوں نے
عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ _____ آپ نے ارشاد فرمایا:۔
ہاں! وہ جہاد بھی عذاب خداوندی سے نجات دلانے میں ذکر کے برابر مؤثر نہیں جس کا
کرنے والا ایسی جانبازی سے جہاد کرے کہ تلوار چلاتے چلاتے اس کی تلوار بھی ٹوٹ جائے۔

(دعوات کبیرہ بیہقی)

(تشریح) اصل حقیقت یہی ہے کہ سارے اعمال صالحہ کے مقابلہ میں ”ذکر اللہ“ افضل اور عند اللہ
محبوب تر ہے (وَلَا يَزِيدُ اللَّهُ أَكْبَرُ) بندے کو اللہ تعالیٰ کا جو قرب اور اس کی وجہ سے جو سعادت
اور شرف ذکر کے وقت حاصل ہوتا ہے وہ کسی دوسرے عمل کے وقت نہیں ہوتا، بشرطیکہ فکر
عظمت اور محبت و خشیت اور دل کی توجہ کے ساتھ ہو۔ _____ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:۔
”فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ“ (تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا)۔ اور حدیث قدسیہ:۔

عادۃ ڈالو کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہے۔ (جامع ترمذی)
(تشریح) مطلب یہ ہے کہ تمہاری فلاح و کامیابی کے لئے بس یہی کافی ہے کہ اللہ کے ذکر سے رطب اللسان رہو۔

(۱۱) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُوا ذِكْرَ اللَّهِ حَتَّى يَقُولُوا اجْنُوقْ.

رواہ احمد و ابویعلیٰ

حضرت ابو سعید خدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ اللہ کا ذکر اتنا اور اس طرح کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ دیوانہ ہے۔

(مسند احمد مسند ابویعلیٰ)

(تشریح) پہلی دنیا جو تعلق باشر کی دولت سے محروم ہیں جب کسی ایسے اللہ والے کو دیکھتے ہیں جس کو یہ دولت نصیب ہے اور اس کی وجہ سے وہ دنیا کی طرف سے کسی قدر بے فکر اور اللہ کی یاد اور اس کی رضا طلبی میں منہمک ہے اور اُسی کے نام کی رٹ لگا رہا ہے، تو اپنے خیال کے مطابق وہ اس کو دیوانہ کہتے ہیں، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ خود ہی دیوانے ہیں۔ سہ
 ادست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد ادست فرزانه کہ فرزانه نہ شد

ذکر اللہ غفلت کا انجام حسرت محرومی اور دل کی قساوت :-

(۱۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ مَشَقَّةَ الْعَرَبِ كُرُوا اللَّهُ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ تَرْكَةً هَمَّ مِنْ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَنْكُرُ اللَّهُ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ تَرْكَةً

رواہ ابوداؤد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ جو شخص کبیر ریٹھا اور اس نشست میں اس نے اللہ کو یاد نہیں کیا تو یہ نشست اس کے لئے بڑی حسرت اور خسران کا باعث ہوگی، اور اسی طرح جو شخص کہیں لیٹا اور اس میں اس نے اللہ کو یاد نہیں کیا تو یہ لیٹنا اس کے لئے بڑی حسرت اور خسران کا باعث ہوگا۔

(سنن ابی داؤد)

(۱۳) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللَّهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ کلام نہ کیا کرو کیونکہ اس سے دل میں قساوت (سختی اور جھجھی) پیدا ہوتی ہے اور لوگوں میں وہ آدمی اللہ سے زیادہ دُور ہو جس کے قلب میں

(جامع ترمذی)

قساوت ہو

(تشریح) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی اللہ کے ذکر کے بغیر زبان زیادہ چلانے کا عادی ہوگا، اس کے دل میں قساوت یعنی جھجھی اور بے نوری پیدا ہوگی اور وہ اللہ کے قرب اور اس کی خاص رحمت سے محروم رہے گا۔ اعاذنا اللہ منہ۔

کلماتِ ذکر اور ان کی فضیلت و برکت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اللہ کے ذکر کی ترغیب دی اور تاکید فرمائی اُسی طرح اس کے خاص کلمات بھی تلقین فرمائے، اگر یہ نہ ہوتا تو اس کا امکان تھا کہ علم و معرفت کا کمی کی وجہ سے بہت سے لوگ اللہ کا ذکر اس طرح کرتے جو اس کے شایانِ شان نہ ہوتا، یا جس سے بجائے ہمد و ثنا کے معاذ اللہ اس کی تنقیص ہوتی۔ عادتِ رومی نے اپنی مثنوی میں

حضرت موسیٰ اور ایک چرواہے کی جو حکایت بیان کی ہے وہ اسی کی ایک مثال ہے۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کلمات ذکر تلقین فرمائے ہیں وہ معنوی لحاظ سے
 مندرجہ ذیل چند قسموں میں سے کسی ایک قسم کے ہیں: — یا اَنّٰن میں اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و
 تقدیس ہے (یعنی ان کا مفہوم اور مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اُس بات سے منزہ اور پاک ہے
 جس میں عیب و نقص کا شبہ بھی ہو) ”سُبْحَانَ اللّٰہ“ کا یہی مفہوم اور مدعا ہے —
 یا اَنّٰن میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے (یعنی ان کا مفہوم اور مدعا یہ ہے کہ ساری خوبیاں او
 تمام کمالی صفات اللہ تعالیٰ میں ہیں اور اس لئے حمد و ثناء اُنہی کو سزاوار ہے) —
 ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہ“ کی یہی خصوصیت ہے — یا اَنّٰن میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی
 شان کی تائی کا بیان ہے، چنانچہ ”لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ“ کی شان یہی ہے —
 یا اَنّٰن میں اللہ تعالیٰ کی اس شانِ عارفی کا اظہار ہے کہ ہم نے اس کے بارے میں منفی اور
 مثبت طور پر جو کچھ جانا اور سمجھا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی بلند و بالا اور وراۃ الوراۃ ہے،
 ”اللّٰہُ اَكْبَرُ“ کا یہی مفہوم و مدعا ہے — یا اَنّٰن کلمات میں اس حقیقت کا اظہار ہے
 کہ سب کچھ کرسنے والا اللہ ہی ہے اس کے سوا کسی کے بس میں کچھ نہیں، لہذا وہی اس کا
 حقدار ہے کہ اس سے مدد مانگی جائے اور اس پر بھروسہ کیا جائے۔ یہ حَوْلٌ وَلَا قُوَّةَ
 وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ“ کی یہی نوعیت اور خصوصیت ہے۔

اس طرح کے کلمات ذکر کے علاوہ مختلف اوقات اور مختلف حاجتوں کے لئے جو
 دُعائیں آپ نے تعلیم فرمائیں اُن کے بارے میں انشاء اللہ آگے تفصیلاً لکھا جائے گا۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے درج ہونے والی حدیثوں میں جن کلمات ذکر
 کی تلقین فرمائی ہے وہ اختصار کے باوجود اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس اور تہمید و توحید
 اور اس کی شانِ کبریائی و صمدیت کے بیان میں بلاشبہ معجزانہ شان رکھتے ہیں اور اس کی
 معرفت کے گویا دروازے ہیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد اس سلسلہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات ذیل میں پڑھئے! :

(۱۴) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الْكَلَامِ آذْبَعُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ

رواہ مسلم

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام کلموں میں افضل یہ چار کلمے ہیں: ”سُبْحَانَ اللَّهِ“ اور ”الْحَمْدُ لِلَّهِ“ اور ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ اور ”اللَّهُ أَكْبَرُ“

(صحیح مسلم)

(تشریح) اسی حدیث کی ایک دوسری روایت میں ”أَفْضَلُ الْكَلَامِ آذْبَعُ“ کے بجائے ”أَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللَّهِ آذْبَعُ“ کے الفاظ بھی نقل کئے گئے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ سب کلموں میں اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیارے یہ چار کلمے ہیں۔

(۱۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَنْقُولُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتِ عَلَيْهِ الشَّمْسُ۔

رواہ مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دنیا کی وہ تمام چیزیں جن پر سورج کی روشنی اور اُس کی شعاعیں پڑتی ہیں ان سب چیزوں کے مقابلے میں مجھے یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دفعہ ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ“ کہوں۔

(تشریح) ان چاروں کلموں کا اجمالی مفہوم اوپر کی تہیدی سطروں میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس سے یہ اندازہ بھی ہو گیا ہو گا کہ یہ نہایت مختصر اور ہلکے پھلکے چار کلمے اللہ تعالیٰ کی تمام مثبت و منفی صفاتِ کمال پر کس قدر حاوی ہیں بعض عرفاء کا ملین نے لکھا ہے کہ: —
 اللہ تعالیٰ کے تمام اسماءِ حسنیٰ جو اس کی تمام صفاتِ کمال کی ترجمانی کرتے ہیں ان میں سے کسی کا مفہوم بھی ان چار کلموں سے باہر نہیں ہے — مَثَلًا الْقُدُّوسُ، السَّلَامُ، الظَّاهِرُ جیسے اسماءِ حسنیٰ جو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک سے ہر عیب و نقص کی نفی کرتے ہیں۔
 سُبْحَانَ اللَّهِ کا مفہوم ان سب پر حاوی ہے۔ اسی طرح الرَّحْمَنُ، الرَّحِيمُ، الْكَرِيمُ، الْعَلِيمُ، الْقَدِيرُ، السَّمِيعُ، الْبَصِيرُ، الْعَزِيزُ، الْحَكِيمُ جیسے وہ تمام اسماءِ حسنیٰ جو اللہ تعالیٰ کی ایجابی صفاتِ کمال پر دلالت کرتے ہیں وہ سب الْحَمْدُ لِلَّهِ کے احاطے میں آجاتے ہیں۔ اسی طرح جو اسماءِ حسنیٰ اس کی وحدانیت و یکتائی اور اس کی شانِ لا شریکی و بے مثالی پر دلالت کرتے ہیں جیسے الْوَاحِدُ، الْاَحَدُ وغیرہ، ان کی پوری ترجمانی کلمہ ”لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ“ کرتا ہے علیٰ ہذا الْعَلَى، اَلَا عَلَا، الْكَبِيرُ، اَلْمُعَالٰی جیسے اسماءِ حسنیٰ جن کا مفہوم و مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جو کچھ کسی نے جانا اور سمجھا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی بلند و بالا اور ورا، الورا ہے۔ بلاشبہ کلمہ ”اللَّهُ اَكْبَرُ“ اس حقیقت کی بہترین تعبیر ہے۔

پس جس نے دل کے شعور و یقین کے ساتھ کہا بِسْمِ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ اَكْبَرُ“ اُس نے اللہ کی ساری ثناء و صفت بیان کر دی، اور تمام اسماءِ حسنیٰ میں اللہ تعالیٰ کی جن ایجابی یا سلبی صفاتِ کمال کا بیان ہے دل سے اُن سب کی شہادت دے دی، اسلئے یہ چار کلمے اپنی قدر و قیمت اور عظمت و برکت کے لحاظ سے بلاشبہ اس ساری کائنات کے مقابلے میں فائق ہیں جس پر سورج کی روشنی یا اس کی شمعیں پڑتی ہیں — جن قلوب کو ایمان کی دولت نصیب ہے اُن کے لئے حقیقت بالکل وجدانی ہے۔

اللہ تعالیٰ ایمان کی یہ دولت نصیب فرمائے۔

(۱۶) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى شَجَرَةٍ يَابِسَةٍ الْوَدْقُ فَضَرَبَهَا بِعَصَاهُ فَتَنَازَلَ الْوَدْقُ فَقَالَ إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ تَسْقِطُ ذُنُوبَ الْعَبْدِ كَمَا يَتَسَقَطُ وَدْقُ هَذِهِ الشَّجَرَةِ

رواہ الترمذی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے درخت کے پاس سے گزرے جس کے پتے سوکھ چکے تھے، آپ نے اُس پر اپنا عصا کے مبارک ہاتھوں سے مارا تو اس کے سوکھے پتے جھڑ پڑے (اور ساتھ والوں نے وہ منظر دیکھا) پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کلمے: سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ "بندے کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح تم نے اس درخت کے پتے جھڑتے دیکھے" (جامع ترمذی)

(تشریح) نیک اعمال کی اس خاصیت کا ذکر قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے کہ ان کی برکت اور تاثیر سے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ ارشاد ہے: إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الشَّرَّاتِ (یقینی بات ہے کہ نیکیاں گناہوں کا صفایا کر دیتی ہیں)۔ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اور صدقہ وغیرہ بہت سے اعمالِ صالحہ کی اس تاثیر کا خصوصیت سے بیان فرمایا ہے۔ اس حدیث میں آپ نے ان چار کلموں کی یہ تاثیر بیان فرمائی اور درخت کے سوکھے پتے جھڑنے کی ایک ضرب سے جھاڑ کے عصا کے کڑم کو اس کا ایک نمونہ بھی دکھایا۔ اللہ تعالیٰ ان حقیقتوں کا یقین نصیب فرمائے، اور ان کلموں کی عظمت و تاثیر سے استفادہ کی توفیق دے۔

(۱۷) عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ فِي يَوْمٍ مِائَةً
مَرَّةً حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَمَنْ كَانَتْ مِثْلُ نَبْدِ الْبَحْرِ -

رواہ البخاری و مسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: جس نے روزانہ سو دفعہ کہا (سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ) اس کے قصور
معاف کر دیئے جائیں گے اگرچہ کثرت میں سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ“ کا مطلب وہی ہے جو ”سُبْحَانَ اللَّهِ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ“ کا ہے یعنی ہر اُس بات سے اللہ تعالیٰ کی تمزیہ و تقدیس جو اس کے
شایانِ شان نہیں ہے اور جس میں ذرا بھی قصور یا عیب کا کوئی شائبہ ہے، اور اسی کے ساتھ
تمام صفاتِ کمال کا اس کی ذاتِ عالی کے لئے اثبات اور اس کی بنا پر اس کی حمد و ثناء۔
اس طرح یہ مختصر کلمہ ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ“ اُس سب پر حاوی ہے جو سلبی یا ایجابی
طور پر اللہ تعالیٰ کی ثناء و صفت میں کہا جاسکتا ہے۔ ——— حدیث سابق کی طرح
اس حدیث میں اس مختصر دو حرفی کلمہ کی یہ تاثیر بیان کی گئی ہے کہ جو بندہ روزانہ یہ کلمہ
ستودفعہ پڑھے تو اس کے سارے گناہ دور ہو جائیں گے اور وہ گناہوں کی گندگی سے
پاک صاف ہو جائے گا، اگرچہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگوں کے برابر حد و حساب سے
باہر ہوں۔ گویا جس طرح تیز روشنی اندھیرے کو ایک دم ختم کر دیتی ہے، اور جس طرح
سخت تپش بالخاصہ نمی اور رطوبت کو فنا کر دیتی ہے اُسی طرح اللہ کا ذکر اور دوسری
نیکیاں گناہوں کے گندے اثرات کو فنا کر دیتی ہیں۔ ——— لیکن جیسا کہ ابھی مسئلہ
(معارف الحدیث) میں کئی بار پہلے ذکر کیا جا چکا ہے قرآن مجید کی بعض آیات اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ نیکیوں کی برکت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دو کلمے ہیں زبان پر ہلکے پھلکے، میزان اعمال میں بڑے بھاری اور خداوند ہر بان کو بہت پیارے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ“ (صحیح بخاری و مسلم)

(تشریح) ان دو کلموں کا زبان پر ہلکا ہونا تو ظاہر ہے، اور اللہ تعالیٰ کو محبوب و ناپسند آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے، لیکن میزان اعمال میں بھاری ہونے والی بات کا سمجھنا شاید بعض لوگوں کے لئے آسان نہ ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح مادی چیزیں ہلکی اور بھاری ہوتی ہیں اور ان کا وزن معلوم کرنے کے لئے آلات ہوتے ہیں جن کو میزان (ترازو یا کانٹا) کہا جاتا ہے اسی طرح بہت سی غیر مادی چیزیں بھی ہلکی اور بھاری ہوتی ہیں اور ان کا ہلکا اور بھاری پن بتانے والا آلہ ہوتا ہے وہی اس کی میزان ہوتی ہے مثلاً حرارت اور برودت یعنی گرمی اور ٹھنڈک ظاہر ہے کہ مادی چیزیں نہیں ہیں بلکہ کیفیات ہیں، لیکن ان کا ہلکا اور بھاری پن قہرامیٹر کے ذریعہ معلوم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح قیامت میں اللہ کے نام کا وزن ہوگا، کلمات ذکر کا وزن ہوگا، تلاوت قرآن کا وزن ہوگا، نماز کا وزن ہوگا، ایمان کا اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی محبت کا وزن ہوگا۔ اُس وقت یہ بات کھل کر سامنے آئے گی کہ بعض بہت چھوٹے اور ہلکے پھلکے کلمے بے حد وزنی ہوں گے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا کہ:۔ اللہ کے نام کے مقابلے میں کوئی چیز بھی بھاری اور وزنی نہ ہوگی۔ لَا يَزِنُ مَعَهُ اسْمُ اللَّهِ شَيْئًا۔

اس کلمہ ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ“ کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اس کی حمد و ستائش کے ساتھ، میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں جو بڑی عظمت والا ہے۔

(۲۰) عَنْ جُوَيْرِيَةَ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خَدَجٌ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةٌ حِينَ مَلَكَ الصَّبِيَّ وَهِيَ فِي مَسْجِدٍ هَا
ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ أَنْ أَضْمَى وَهِيَ جَالِسَةٌ قَالَ مَا زِلْتُ عَلَى الْحَالِ
الَّذِي فَارَقْتُكَ عَلَيْهَا؟ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ التَّبِيُّ مَلَكَ اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّم لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكَ أَزْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَدَّاتٍ
لَوْ زِنْتُ بِمَا قُلْتُ مِنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللَّهِ وَ
بِحَمْدِهِ عَدَّ دَخْلِقِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَرِضَى نَفْسِهِ وَمِدادَ
كَلِمَاتِهِ

رواہ مسلم

۱۔ اہل یمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نماز پڑھنے کے بعد ان کے پاس سے باہر نکلے، وہ اُس وقت اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بیٹھی کچھ پڑھ رہی تھیں۔ پھر کب دیر کے بعد جب چاشت کا وقت آچکا تھا واپس تشریف لائے، حضرت جویریہ اسی طرح بیٹھی اپنے وظیفہ میں مشغول تھیں۔ آپ نے ان سے فرمایا:۔ میں جب سے تمہارے پاس سے گیا ہوں کیا تم اس وقت سے برابر اسی حال میں آؤ ہو اسی طرح پڑھ رہی ہو؟۔ انھوں نے عرض کیا:۔ جی ہاں!۔ آپ نے فرمایا:۔ تمہارے پاس سے جانے کے بعد میں نے چار کلمے تین دفعہ کہے، اگر وہ تمہارے اس پورے وظیفے کے ساتھ تولے جائیں جو تم نے آج صبح سے پڑھا ہے تو ان کا وزن بڑھ جائے گا، وہ کلمے یہ ہیں:۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَّ دَخْلِقِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَرِضَى نَفْسِهِ وَمِدادَ كَلِمَاتِهِ (اللہ کی تسبیح اور اُس کی حمد اُن کی ساری مخلوقات کی تعداد کے برابر اور اس کے عرش عظیم کے وزن کے برابر اور اُس کے رازِ پاک کی رضا کے مطابق اور اس کے ظہور کی مقتدا کے مطابق)۔

صحیح مسلم

(۴۱) عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ النَّبِيِّ

(تشریح) ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کا ایک طریقہ جس طرح کثرت ذکر ہے اُسی طرح ایک آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ ایسے الفاظ شامل کر دیئے جائیں جو کثرت تعداد پر دلالت کرنے والے ہوں۔ جیسا کہ مندرجہ بالا دونوں حدیثوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے۔

یہاں یہ بات ملحوظ رکھنے کی ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض حدیثوں کثرت ذکر کی ترغیب دی ہے۔ اور قریب ہی وہ حدیث گزر چکی ہے جس میں آپ نے روزانہ سو دفعہ ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ“ کہنے والے کو گناہوں کے معاف کئے جانے کی خوشخبری سنائی ہے، اسلئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث، اور اس سے پہلے والی حدیث جو پورے کی حدیث سے کثرت ذکر کی نفی یا تاہین نہ کی سمجھنا ہرگز صحیح نہ ہوگا۔ ان دونوں حدیثوں کا منشاء اور مدارج حاصل یہ ہے کہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کا ایک زیادہ آسان طریقہ یہ بھی ہے اور خاص کر وہ لوگ جو اپنے مخصوص حالات کی وجہ سے ذکر اللہ کے لئے زیادہ وقت فارغ نہ کر سکیں، وہ اس طرح سے بھی بڑا ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے کہ :- جس شخص کا مقصد اپنے باطن اور اپنی زندگی کو ذکر کے رنگ میں رنگنا ہو اس کو کثرت ذکر کا طریقہ اختیار کرنا ناگزیر ہے، اور جس کا مقصد ذکر سے صرف ثواب اخروی حاصل کرنا ہو اس کو ایسے کلمات ذکر کا انتخاب کرنا چاہئے جو معنوی لحاظ سے زیادہ فائق اور وسیع تر ہوں جیسے کہ ان دونوں حدیثوں میں مذکور ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیروہ میں تسبیح کا رواج تو نہیں تھا لیکن بعض حضرات اس مقصد کے لئے تسبیح یا سنگرز سے استعمال کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے منع نہیں فرمایا۔

ظاہر ہے کہ اس میں اور تسبیح کے دانوں کے ذریعہ شمار میں کوئی فرق نہیں، بلکہ تسبیح دراصل اسی کی ترقی یافتہ اور سہل شکل ہے۔ جن حضرات نے تسبیح کو بدعت قرار دیا ہے بلاشبہ انھوں نے شدت اور غلو سے کام لیا ہے۔

لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰہ کی خاص فضیلت:

(۲۲) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الذِّکْرِ "لَا اِلهَ اِلاَّ اللّٰہ"

رواہ الترمذی وابن ماجہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔۔۔ سب سے افضل ذکر "لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰہ" ہے۔

(جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

(تشریح) حضرت سرہ بن جندبؓ والی وہ حدیث پہلے گزر چکی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ سب کلموں میں افضل یہ چار کلمے ہیں:۔۔۔ مُبْتَخَانَ اللّٰہ، اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اور لَا اِلهَ اِلاَّ اللّٰہ، اور اللّٰہ اَکْبَرُ۔ اور حضرت جابرؓ والی اس حدیث میں لَا اِلهَ اِلاَّ اللّٰہ کو افضل ترین کلمہ فرمایا گیا ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ دنیا بھر کے دو سب سے سب کلموں اور کلاموں کے مقابلے میں تو یہ چاروں کلمے افضل ہیں، لیکن ان سب میں نسبتاً "لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰہ" افضل ہے، کیونکہ لَا اِلهَ اِلاَّ اللّٰہ باقی تینوں کلموں کے مدعا کو بھی ضمنی طور پر اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

جب بندہ یہ کہتا ہے کہ معبود برحق صرف اللہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں، تو اس کے ضمن میں یہ بات خود بخود آجاتی ہے کہ وہ ہر نقص و عیب سے پاک اور منزہ ہے، اور تمام صفات کمال کا وہ جامع ہے اور عظمت و کبریائی میں وہ برتر ہے، کیونکہ جو لاشریک معبود ہو اُس میں یہ سب باتیں عین لازمی ہیں۔ اس لئے جس نے صرف لَا اِلهَ اِلاَّ اللّٰہ کہا، اُس نے گویا وہ سب کچھ بھی کہنا یا جو مُبْتَخَانَ اللّٰہ

اَتَحْمَدُ لِلّٰہِ اور اللہ اُکبر کے ذریعہ کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں "لا اِلهَ اِلاَّ اللہ" کلمہ ایمان ہے اور اسی لئے سب پیغمبروں کی تعلیم کا پہلا سبق ہے۔ نیز اپنے اپنے تجربہ کی بنا پر عرفا اور صوفیا کا اس پر گویا اتفاق ہے کہ باطن کی تطہیر اور قلب کو ہر طرف سے موڑ کے اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرنے میں سب سے زیادہ مؤثر اسی کلمہ "لا اِلهَ اِلاَّ اللہ" کا ذکر ہوتا ہے۔ اسی لئے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمانی کیفیت کو قلب میں تازہ کرنے اور ترقی دینے کے لئے اس کلمہ "لا اِلهَ اِلاَّ اللہ" کی کثرت کا حکم دیا ہے۔

(۲۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا قُتِلَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتَّى تُقْفِىَ إِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْكِبَائِرَ ————— رواه الترمذی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جو بندہ دل کے اخلاص سے کہے "لا اِلهَ اِلاَّ اللہ" اُس کے لئے لازماً آسمانوں کے دروازے کھل جائیں گے، یہاں تک کہ وہ کلمہ عرشِ اُکبر تک پہنچے گا بشرطیکہ وہ آدمی کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔ (جامع ترمذی)

(تشریح) اس حدیث میں کلمہ "لا اِلهَ اِلاَّ اللہ" کی ایک خاص فضیلت و خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ اگر اخلاص سے یہ کلمہ کہا جائے اور اللہ سے دُور کرنے والے بڑے گناہوں سے بچنے کا اہتمام کیا جائے تو یہ کلمہ براہِ راست عرشِ اُکبر تک پہنچتا ہے، اور خاص مقبولیت سے نوازا جاتا ہے۔ اور ترمذی ہی کی ایک دوسری حدیث میں ہے:۔

لَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِدْ دُوا أَيْمَانَكُمْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ نَجِدُ أَيْمَانَنَا؟ قَالَ أَكْثَرُوا مِنْ قَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ————— رواه احمد

وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَيْسَ لَهَا
كَلِمَةٌ إِلَّا إِلَهَ اللَّهِ كَلِمَةً
حِجَابٌ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَتَّى
كُوْنِي حِجَابًا لَهَا
تَخْلُصُ إِلَيْهِ -
کوئی حجاب نہیں، یہ کلمہ یہاں اللہ کے پاس
پہنچتا ہے۔

معلوم ہو کہ ذکر اللہ کے دو سکر کلموں کے مقابلے میں اس کلمہ کی یہ ایک مخصوص فضیلت
اور خصوصیت ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ ”حجۃ الشربالغہ“ میں فرماتے ہیں کہ: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ میں
بہت سے خواص ہیں۔ پہلی خاصیت یہ ہے کہ وہ شرکِ جلی کو ختم کر دیتا ہے۔ دوسری خاصیت
یہ ہے کہ وہ شرکِ خفی کو بھی ختم کرتا ہے، اور تیسری خاصیت یہ ہے کہ وہ بندے کے اور معرفتِ الٰہی
کے درمیان حجابات کو سوخت کر کے حصولِ معرفت و قرب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

(۲۴) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ عَلَّمْنِي شَيْئًا
أَذْكُرَكَ بِهِ أَوْ أَدْعُوكَ بِهِ فَقَالَ يَا مُوسَى قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
فَقَالَ يَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ يَقُولُ هَذَا إِنَّمَا أُرِيدُ شَيْئًا
تَخْصِنِي بِهِ قَالَ يَا مُوسَى لَوْ أَنَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعَ وَعَامِرَ
هُنَّ غَيْرِي وَإِلَّا رِضَايَنَ السَّبْعَ وَضَعْتَنِي فِي كِفَّةٍ وَلَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي كِفَّةٍ لَمَّا لَثَمْتُهُنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ —
رداء البغوی فی شرح المسند

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے بیان فرمایا کہ۔۔ اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا کہ
اے میرے رب مجھ کو کوئی کلمہ تعلیم فرما جس کے ذریعہ میں تیرا ذکر کروں یا کیا کہ جس کے ذریعہ
میں تجھے پکاروں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ۔۔ اے موسیٰ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا کرو۔

انہوں نے عرض کیا کہ :- اے میرے رب! یہ کلمہ تو تیرے سارے ہی بندے کہتے ہیں، میں تو وہ کلمہ چاہتا ہوں جو آپ خصوصیت سے مجھے ہی بتائیں؟۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا وہ سب کائنات جس سے آسمانوں کی آبادی اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لا الہ الا اللہ دو کپڑے میں تو لا الہ الا اللہ کا وزن ان سب سے زیادہ ہوگا۔

(شرح السنۃ للبخاری)

(تشریح) موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندگی اور محبت کا جو خاص تعلق تھا اور اس کی بنا پر قرب خصوصی کی جو قدرتی خواہش تھی اسی کی وجہ سے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے استدعا کی کہ مجھے ذکر کا کوئی خاص کلمہ تعلیم فرمایا جائے، اللہ تعالیٰ نے ان کو لا الہ الا اللہ بتایا جو فضل الذکر ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میری استدعا کسی خاص کلمہ کے لئے ہے جس سے مجھے ہی نوازا جائے۔ الغرض کلمہ لا الہ الا اللہ کا عموم اس کی قدر و قیمت اور عظمت کے بارے میں ان کے لئے حجاب بن گیا، اسلئے ان کو بتایا گیا کہ لا الہ الا اللہ کی حقیقت زمین و آسمان کی ساری کائنات کے مقابلے میں زیادہ قیمتی اور بھاری ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ ہے کہ اُس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ یہ نعمت عظمیٰ ہر عامی کو بھی پہونچا دی ہے۔ بہر کیف انبیاء و مرسلین کے لئے بھی کوئی کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ سے زیادہ قیمتی اور بابرکت نہیں ہے۔

اس بے بہا نعمتِ خداوندی کا شکر یہی ہے کہ اس کلمہ پاک کو اپنا اور بنایا جائے، اور اس کی کثرت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے خاص رابطہ قائم کیا جائے۔

کلمہ توحید کی خاص عظمت و برکت:

(۲۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فِي يَوْمٍ
مِائَةِ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهُ عِدَلُ عَشْرِ قَابٍ وَكُتِبَتْ لَهُ
مِائَةُ حَسَنَةٍ وَحُجِبَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهُ حِزْزًا
مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذَاكَ حَتَّى يُهْمِسَ وَلَكُم مَاتٍ أَحَدٌ
يَا فَضْلٌ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ أَكْثَرُ مِنْهُ -

رواہ البخاری و مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: جس نے سو دفعہ کہا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (نہیں ہے کوئی
معبود سوا اللہ کے، وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک سا بھی نہیں، فرما زوالی اُسی کی جو
اور اُسی کے لئے ہر قسم کی ستائش ہے اور ہر چیز پر اس کی قدرت ہے)۔ تو وہ
دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب کا مستحق ہو گا اور اُس کے لئے سو نیکیاں لکھی
جائیں گی اور اُس کی سو غلط کاریاں محو کر دی جائیں گی، اور پھر اُس کے لئے
اُس دن شام تک شیطان کے حملہ سے حفاظت کا ذریعہ ہو گا، اور کسی آدمی کا عمل
اُس کے عمل سے افضل نہ ہو گا سوائے اُس آدمی کے جس نے اس سے بھی زیادہ عمل کیا ہو۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) بیشک یہ کلمہ توحید جس میں کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پر کچھ اور اضافہ ہے جس سے
اس کے منفی و مثبت مضمون کی مزید تشریح اور وضاحت ہوتی ہے اتنا ہی عظیم القدر اور
بارکات ہے جتنا کہ اس حدیث شریف میں بتایا گیا ہے۔ مرنے کے بعد انشاء اللہ یہ چیز
ہم سب کے مشاہدے میں آجائے گی۔ ————— بعض لوگوں کو ایسی حدیثوں کی بار بارے میں

شکوہ و شبہات ہوتے ہیں جن میں کسی کلمہ کا اتنا بڑا ثواب بتایا جائے۔ حالانکہ خود انھیں اپنی زندگی میں بار بار اس کا تجربہ ہوا ہو گا کہ بُرائی اور فساد کا ایک کلمہ آگ لگا دیتا ہے اور اس کے منہ سے انوارات بر سہا برس تک کے لئے خاندانوں اور گروہوں کی زندگیوں کو جہنم بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح کبھی خلوص سے نکلا ہوا ایک اصلاحی کلمہ خیر فساد کی بھر پور آگ کو بجھانے میں ٹھنڈے پانی کا کام کرتا ہے اور بیچینیوں اور بغیوں کو دُور کر کے زندگیوں کو باغ و بہار بنا دیتا ہے۔ انسان کی زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک کلمہ کے جو اثرات ہماری اس دُنیا ہی میں ہوتے ہیں اُن میں غور و فکر کر کے آخرت کے ان سے بڑے اور دُور رس نتائج و ثمرات کا سمجھنا زیادہ مشکل نہیں رہتا۔

”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ کی خاص فضیلت :

(۲۶) عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ كَلِمَاتِ الْجَنَّةِ ؟ فَقُلْتُ بَلَى فَقَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ۔

رواہ مسلم و ابی نعیم

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک دن فرمایا :- میں تمہیں وہ کلمہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے؟ میں نے عرض کیا کہ :- ہاں حضرت! ضرور بتائیں! آپ نے فرمایا :- وہ ہے ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ (صحیح مسلم صحیح بخاری)

(تشریح) اس کلمہ کے ”خزانِ جنت“ میں سے ہونے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو شخص یہ کلمہ اخلاص کے ساتھ پڑھے گا اُس کے لئے اس کلمہ کے بے بہا اجر و ثواب کا خزانہ اور ذخیرہ جنت میں محفوظ کیا جائے گا جس سے وہ آخرت میں ویسا ہی فائدہ اٹھا سکے گا جیسا کہ ضرورت کے وقتوں پر محفوظ خزانوں سے اٹھایا جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضور کا منشا اس لفظ

سے اس کلمہ کی صرف عظمت اور قدر و قیمت بتانا ہے یعنی یہ کہ جنت کے خزانوں کے جواہرات میں سے یہ ایک جوہر ہے کسی چیز کو بہت قیمتی بتانے کیلئے یہ بہترین تعبیر ہو سکتی ہو۔ واللہ اعلم
 ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ کا مطلب یہ ہے کہ کسی کام کیلئے سعی و حرکت اور اس کے کرنے کی قوت و طاقت بس اللہ ہی سے مل سکتی ہے کوئی بندہ خود کچھ بھی نہیں کر سکتا۔
 دوسرا ایک مطلب جو اس کے قریب ہی قریب ہے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ: ”یہ گناہ سے باز آنا اور طاعت کا بجالانا اللہ کی مدد و توفیق کے بغیر بندے سے ممکن نہیں۔“

(۲۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ مِنْ قَوْلٍ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ فَيَا نَحْنَا مِنْ كَثَرِ الْجَنَّةِ

رواہ الترمذی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ: ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ زیادہ پڑھا کرو،
 کیونکہ یہ خزانہ جنت میں سے ہے۔ (جامع ترمذی)

(۲۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ مِنْ كَثَرِ الْجَنَّةِ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَسَلَّمَ عَبْدِي وَاسْتَسَلَّمَ

رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میں تم کو وہ کلمہ بتاؤں جو عرش کے نیچے سے اُترا ہے اور خزانہ جنت میں سے ہے، وہ ہے ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ (جب بندہ دل سے یہ کلمہ پڑھتا ہے تو) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ”یہ بندہ (اپنی انانیت سے

دستبردار ہو کر) میرا تابعدار اور بالکل فرمانبردار ہو گیا۔ (ادعوات کبیر للبیہقی)

(مقتدر شیح) اس حدیث میں کلمہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ کو ”مِنْ كُنْزِ الْمُجْتَنَّةِ“ کے علاوہ ”مِنْ تَحْتِ الْحَدِيثِ“ بھی فرمایا گیا ہے۔ یہ بھی دراصل اس کلمہ کی عظمت کے اظہار کا ایک عنوان ہے اور مطلب یہ ہے کہ تجھ پر اس کا نزول عرش الہی سے ہوا ہے۔ واللہ اعلم

(فائدہ) بعض مشائخ طریقت کا ارشاد ہے کہ: جس طرح شرک حبلی و خفی اور قلب و نفس کی دوسری کدورتیں دور کرنے اور ایمان و معرفت کا نور حاصل کرنے میں کلمہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ خاص اثر کرتا ہے اُسی طرح عملی زندگی درست کرنے یعنی معصیات اور منکرات سے بچنے اور نیکی کی راہ پر چلنے میں یہ کلمہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ خاص اثر رکھتا ہے۔

اسماءِ حسنیٰ:

حقیقی معنی میں اللہ پاک کا نام یعنی اسم ذات صمد ایک ہی ہے اور وہ ہے ”اللہ“۔ البتہ اس کے صفاتی نام سیکڑوں ہیں جو قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہوئے ہیں انہی کو اسماءِ حسنیٰ کہا جاتا ہے۔۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں امام جعفر بن محمد صادق اور سفیان بن عیینہ اور بعض دوسرے اکابر اُمت سے نقل کیا ہے کہ:۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام تو صرف قرآن مجید ہی میں مذکور ہیں اور پھر انہی حضرات سے ان کی تفصیل اور تعین بھی نقل کی ہے۔ اس کے بعد حافظ محمد وحؒ نے ان میں سے بعض اسماء کے متعلق یہ تبصرہ کر کے کہ یہ اپنی خاص شکل میں قرآن مجید میں مذکور نہیں ہیں بلکہ استخراج اور اشتقاق کے طور پر وضع کئے گئے ہیں، ان کے بجائے دوسرے اسماء قرآن مجید ہی سے نکال کے بتایا ہے کہ یہ ننانوے اسماء الہیہ قرآن مجید میں اپنی اصل شکل میں مذکور ہیں اور ان کی پوری فہرست دی ہے جو انشاء اللہ عنقریب نقل ہوگی۔

ہمارے ہی زمانہ کے بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء کا تتبع احادیث سے کیا تو دو سو سے زائد ان کو ملے۔۔۔۔۔ یہ سارے صفاتی اسماء حسنی اللہ تعالیٰ کے صفات کمال کے عنوانات اور اس کی معرفت کے دروازے ہیں۔۔۔۔۔ پس اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ایک بڑی جامع اور تفصیلی شکل یہ بھی ہے کہ بندہ عظمت اور محبت کے ساتھ ان اسماء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور ان کو اپنا وظیفہ بنائے۔۔۔۔۔ اس تہید کے بعد اس سلسلہ کی چند احادیث ذیل میں پڑھیے:۔۔۔۔۔

(۲۹) عَنْ أَنَسٍ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔۔۔۔۔ رواہ البخاری و مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جس نے ان کو محفوظ کیا اور ان کی نگہداشت کی وہ جنت میں جائے گا۔۔۔۔۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) صحیحین کی روایت میں صرف اتنا ہی ہے، ان ننانوے ناموں کی تفصیل اور تعیین اس روایت میں نہیں کی گئی ہے۔ عنقریب ہی انشاء اللہ جامع ترمذی وغیرہ کی اس روایت کا ذکر آئے گا جس میں تفصیل کے ساتھ یہ ننانوے نام بیان کئے گئے ہیں۔۔۔۔۔ شامین حدیث اور علماء کا اس پر قریب قریب اتفاق ہے کہ اسماء اکہیہ صرف ننانوے ناموں میں منحصر نہیں ہیں اور یہ ان کی پوری تعداد نہیں ہے، کیونکہ تتبع اور تلاش کے بعد احادیث میں اس سے بہت زیادہ تعداد مل جاتی ہے۔ اسلئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب اور مدعا صرف یہ ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کو یاد کرے گا اور ان کی نگہداشت کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔۔۔۔۔ یعنی صرف ننانوے ناموں کا احصاء کر لینے پر بندہ اس بشارت کا مستحق ہو جائے گا۔

حدیث پاک کے جملہ ”مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ“ کی تشریح میں علماء اور شراحین نے مختلف باتیں لکھی ہیں۔ ایک مطلب اس کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو بندہ ان اسماء و اکیسہ کے مطالب سمجھ کر اور ان کی معرفت حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر یقین کرے گا جن کے یہ اسماء عنوانات ہیں وہ جنت میں جائے گا۔ دوسرا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو بندہ ان اسماء حسنیٰ کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوگا وہ جنت میں جائے گا۔ تیسرا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو بندہ ننانوے ناموں سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا اور ان کے ذریعہ اس سے دعا کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔ امام بخاری نے ”مَنْ أَحْصَاهَا“ کی تشریح ”مَنْ حَفِظَهَا“ سے کی ہے، بلکہ اس حدیث کی بعض روایات میں ”مَنْ أَحْصَاهَا“ کی جگہ ”مَنْ حَفِظَهَا“ کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں اس لئے اس تشریح کو ترجیح دی گئی ہے اور اسی لئے ترجمہ میں اس عاجز نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ اس بنا پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ جو بندہ ایمان اور عقیدت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اس کے ننانوے نام محفوظ کرے اور ان کے ذریعہ اس کو یاد کرے وہ جنت میں جائے گا۔ واللہ اعلم۔

(۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِنَّ لِلَّهِ تَعَالَى تِسْعَةً وَتِسْعِينَ إِسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدَةً مَنْ
 أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ
 الرَّحِيمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهِمُّ
 الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْحَلِيُّ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ
 الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الْوَزَّارُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ
 الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُجِزُّ الْمُذِلُّ
 السَّمِيعُ الْبَصِيرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ

الْحَكِيمُ الْعَظِيمُ الْعَفُورُ الشَّكُورُ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ
 الْخَفِيفُ الْعَقِيبُ الْحَسِبُ الْجَلِيلُ الْكَرِيمُ الرَّقِيبُ
 الْمُجِيبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيمُ الْوَدُودُ الْمَجِيدُ الْبَاعِثُ
 الشَّهِيدُ الْحَقُّ الْوَكِيلُ الْقَوِيُّ الْمَعِينُ الْوَلِيُّ
 الْحَمِيدُ الْمُحْيِي الْمُبْدِي الْمُعِيدُ الْمُحْيِي الْمُمِيتُ
 الْحَيُّ الْقَيُّومُ الْوَاحِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الْأَحَدُ
 الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُفْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْأَوَّلُ
 الْآخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِي الْمُتَعَالَى الْبَرُّ
 الثَّوَابُ الْمُتَقَرَّبُ الْعَفُوُّ التَّوَدُّ مَالِكُ الْمُلْكِ
 ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ الْمُفْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِيُّ الْمُغْنِي
 الْمَنَافِعُ الصَّادُ النَّافِعُ الثَّوَرُ الْهَادِي الْبَدِيعُ
 الْبَاقِي الْوَارِثُ الرَّشِيدُ الصَّبُورُ

رواہ للترمذی و یبقی فی الذموات الکبیر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ارشاد فرمایا کہ:۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ایک کم سوا جس نے ان کو محفوظ کیا، اور
 ان کی گہراشت کی وہ جنت میں بجائے گا۔ (ان ناموں کی تفصیل یہ ہے)

وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی مالک و معبود نہیں، وہ ہے الْقَوَّيْمُ (بڑی رحمت والا)
 الرَّحِيمُ (نہایت مہربان)۔ الْمَلِكُ (حقیقی بادشاہ اور سرور مازوا)
 الْقَدُّوسُ (نہایت مقدس اور پاک) السَّلَامُ (جس کی ذاتی صفت سلامتی ہے)
 الْمُؤْمِنُ (اس و امان عطا فرمایا) الْمُهِمِّنُ (پوری نگہبانی فرمانے والا)
 الْعَزِيزُ (ظہر اور عزت جس کی ذاتی صفت ہے) اور جو سب پر غالب ہے)

اَلْجَبَّارُ (صاحب جبروت ہے، ہماری مخلوق اس کے زیرِ تصرف ہے) ^۹
 اَلْمُسَكِّرُ (کربائی اور بڑائی اس کا حق ہے) اَلْخَالِقُ (پیدا فرمانے والا) ^{۱۰}
 اَلْبَارِئُ (ٹھیک بنانے والا) اَلْمُصَوِّرُ (صورت گری کرنے والا) ^{۱۱}
 اَلْعَفَّارُ (گناہوں کا بہت زیادہ بخشنے والا) اَلْعَفَّارُ (سب پر پوری طرح غالب ^{۱۲}
 اور قابو یافتہ جس کے سامنے سب عاجز اور مغلوب ہیں) اَلْمُهَاقِبُ (غیر کسی عوض اور ^{۱۳}
 منفعت کے خوب عطا فرمانے والا) اَلْكَرَّامُ (سب کو روزی دینے والا) ^{۱۴}
 اَلْفَتَّاحُ (سب کے لئے رحمت اور رزق کے دروازے کھولنے والا) ^{۱۵}
 اَلْعَلِيمُ (سب کچھ جاننے والا) اَلْقَابِضُ اَلْبَاسِطُ (تنگی کرنے والا ^{۱۶}
 فراخی کرنے والا) یعنی اس کی شان یہ ہے کہ اپنی حکمت اور مشیت کے ^{۱۷}
 مطابق کبھی کسی کے حالات پر تنگی پیدا کرتا ہے اور کبھی مبراہی کو دیتا ہے ^{۱۸}
 اَلْمُتَقِصُّ اَلْوَرَّاحُ (پست کرنے والا، بلند کرنے والا) ^{۱۹}
 اَلْمُعِزُّ اَلْمُذِلُّ (عزت دینے والا، ذلت دینے والا) (یعنی کسی کو ^{۲۰}
 نیچا اور کسی کو اونچا کرنا کسی کو عزت دے کر سرفراز کرنا اور کسی کو تعزیر ذلت میں گرانا ^{۲۱}
 اس کے قبضہ و اختیار میں ہے، اور یہ سب کچھ اُسی کی طرف سے ہوتا ہے) ^{۲۲}
 اَلْمُسْمِعُ اَلْبَصِيرُ (سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا) ^{۲۳}
 اَلْحَكَمُ اَلْعَدْلُ (حاکم حقیقی، سراپا عدل و انصاف) اَللَّطِيفُ (طافت ^{۲۴}
 اور لطیف و نرم جس کی ذاتی صفت ہے) اَلْجَبَّارُ (جبر بات سے باخبر) ^{۲۵}
 اَلْعَلِيمُ (نہایت بردبار) اَلْعَظِيمُ (بڑی عظمت والا، سب سے بزرگ و بڑتر) ^{۲۶}
 اَلْعَزِيزُ (بہت بخشنے والا) اَلشَّكُورُ (حُسنِ عمل کی قدر کرنے والا اور بہتر سے ^{۲۷}
 بہتر جزا دینے والا) اَلْعَلِيُّ اَلْكَبِيرُ (سب سے بالا، سب سے بڑا) ^{۲۸}
 اَلْحَفِيزُ (سب کا نگہبان) اَلْمُقِيتُ (سب کو سامانِ حیات فراہم کرنے والا) ^{۲۹}

اور بالکل غنی) اَلْاٰتِی (مالک و کارساز) اَلْمُنْعٰی (بہت بلند و بالا)
 اَلْبَزْ (بڑا عین) اَلتَّقٰی (توبہ کی توفیق دینے والا اور توبہ قبول کرنے والا)
 اَلْمُنْقِمْ (غریب کو کفیر کر دے اور کھوپچانے والا) اَلْعَقِی (بہت معافی دینے والا)
 اَلزُّوْف (بہت ہر بان) مَا لَکَ الْمُلْک (سائے جہان کا مالک)
 ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَام (صاحب جلال اور بہت کرم فرمایا والا۔ جس کے
 جلال سے بندہ ہمیشہ خائف رہے اور جس کے کرم سے ہمیشہ امید رکھے) اَلْمُنْقِمْ (تقدراً
 کا حق ادا کرنے والا عادل و منصف) اَلْجَنّٰہِ (ساری مخلوق کو قیامت کے دن
 یکجا کرنے والا) اَلْعَفِی (خود بے نیاز جس کو کسی سے کوئی حاجت نہیں)
 اور اپنی عطا کے ذریعہ بندوں کو بے نیاز کر دینے والا) اَلْمُنْفِی (روک دینے والا
 ہر اُس چیز کو جس کو روکنا چاہے) اَلْعَمّٰر (اپنی حکمت اور شہادت کے
 تحت مقرر ہو جانے والا اور نفع پہنچانے والا) اَلزُّوْر (سزا باندا) اَلْعَادِی (بہت
 دینے والا) اَلْبَسِی (بغیر مثال سابق کے مخلوق کا پیدا فرمانے والا)
 اَلْبَسٰتِی (ہمیشہ رہنے والا جس کو کبھی فنا نہیں) اَلْوَاثِی (سب کے فنا
 ہوجانے کے بعد باقی رہنے والا) اَلزُّشِیْد (صاحب رُشد و حکمت جس کا ہر فعل
 اور قصد درست ہے) اَلصَّبِیْر (بڑا صابر کہ بندوں کی بڑی سے بڑی نافرمانیاں
 دیکھتا ہے اور فوراً عذاب بھیج کر اُن کو تہس نہس نہیں کر دیتا)۔

(جامع ترمذی، دعوات کبیرہ لیبیتی)

(تشریح) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا ابتدائی حصہ بالکل وہی ہے جو صحیحین
 کے حوالے سے ابھی اوپر نقل ہو چکا ہے۔ البتہ اس میں ننانوے ناموں کی تفصیل بھی ہے جو صحیحین
 کی حدیث میں نہیں ہے۔ اس بنا پر بعض محدثین اور شارحین حدیث کی یہ رائے ہے کہ
 حدیث مرفوعہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل ارشاد ایسی قدر ہے صحاح صحیحین

کی روایت میں ہے یعنی: **إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ أَسْمَاءً بِإِذَا وَاحِدًا**
مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ (اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کا احصا کیا وہ
 جنت میں جائے گا)۔ اور ترمذی کی اس روایت میں اور اسی طرح ابن ماجہ اور حاکم وغیرہ کی
 روایتوں میں جو ننانوے نام تفصیل ذکر کئے گئے ہیں وہ ارشاد نبوی کا جز نہیں ہیں، بلکہ
 حضرت ابو ہریرہؓ کے بلا واسطہ یا بالواسطہ کسی شاگرد نے حدیث کے اجمال کی تفصیل اور
 ایہام کی تفسیر کے طور پر قرآن و حدیث میں وارد شدہ یہ اسماء اکسیہ ذکر کر دیئے ہیں، گویا
 محدثین کی اصطلاح میں یہ اسماء حُسنیٰ مُدرج ہیں۔ اس کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ
 ترمذی اور ابن ماجہ اور حاکم کی روایات میں ننانوے ناموں کی جو تفصیل ذکر کی گئی ہے اس میں
 بہت بڑا فرق اور اختلاف ہے۔ اگر یہ ننانوے اسماء حُسنیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 تعلیم فرمائے ہوئے ہوتے تو ان میں اتنا اختلاف اور فرق ناممکن تھا۔

بہر حال یہ تو فن حدیث و روایت کی ایک بحث ہے، مگر اتنی بات سب کے نزدیک
 مسلم ہے کہ ترمذی کی سند جہ بالا روایت میں اور اسی طرح ابن ماجہ وغیرہ کی روایات میں
 جو ننانوے اسماء حُسنیٰ ذکر کئے گئے ہیں وہ سب قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہوئے ہیں
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ننانوے اسماء اکسیہ کے احصاء پر (مختونہ کرنے پر) جو
 بشارت سنائی ہے اس کے وہ بندے یقیناً مستحق ہیں جو اخلاص اور عظمت کے ساتھ
 ان اسماء حُسنیٰ کو محفوظ کریں اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو یاد کریں۔ حضرت
 شاہ ولی اللہ نے اس کی لم اور اس کے سب پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا ہے کہ۔ جو
 صفات کمال حق تعالیٰ کے لئے ثابت کی جاتی چاہئیں اور جو چیزوں کی اس کی ذات پاک سے
 نفی کی جانی چاہئے ان ننانوے اسماء حُسنیٰ میں وہ سب کچھ آجاتا ہے اس لئے ہر اسماء حُسنیٰ اللہ تعالیٰ
 کی معرفت کا مکمل اور صمدی انصاف ہیں اور اسی وجہ سے ان کے مجموعہ میں غیر معمولی برکت ہے
 اور عالم قدس میں ان کو ناموس قبولیت حاصل ہے۔ اور جب کسی بندے کے اعمال اللہ میں

یہ اسماء الہیہ ثبت ہوں تو یہ اس کے حق میں رحمت الہی کے فیصلہ کے موجب ہوں گے۔
واللہ اعلم۔

ترمذی کی سند رجہ بالا روایت میں جو ننانوے اسماء حسنی ذکر کئے گئے ہیں ان میں سے دو تہائی تو قرآن مجید میں مذکور ہیں باقی احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق وغیرہ جن حضرات نے دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام قرآن مجید میں موجود ہیں ان کا ذکر ابھی اوپر کیا جا چکا ہے اور اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر کی آخری کاوش کا بھی حوالہ دیا جا چکا ہے کہ انھوں نے صرف قرآن مجید سے وہ ننانوے اسماء الہیہ نکالے ہیں جو اپنی اصل شکل میں قرآن پاک میں موجود ہیں۔

اگر ان محدثین اور شارحین کی بات مان لی جائے جن کی رائے ہے کہ ترمذی کی سند رجہ بالا روایت میں جو اسماء حسنی ذکر کئے گئے ہیں یہ حدیث مرفوعہ کا جزو نہیں ہیں بلکہ کسی راوی کی طرف سے مُدْخَل ہیں یعنی حدیث کے اجمال کی تفصیل کے طور پر انھوں نے قرآن و حدیث میں وارد شدہ ان ناموں کا اضافہ کر دیا ہے تو پھر حافظ ابن حجر کی پیش کردہ وہ فہرست قابل ترجیح ہونی چاہئے جس کے سب اسماء بغیر کسی خاص تصرّف کے قرآن مجید ہی سے لئے گئے ہیں۔ ہم ذیل میں ان کی وہ فہرست فقہ الباری سے نقل کرتے ہیں، انھوں نے بسم ذات اللہ کو بھی ان ننانوے ناموں میں شمار کیا ہے، بلکہ اُسی سے اپنی فہرست کا آغاز کیا ہے۔

ننانوے اسماء حسنی جو سب کے سب قرآن مجید میں ہیں:

اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ

۱۔ حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں یہی کوراج بتایا ہے۔

ان کے ذلیعہ دُعا کرنا بہت سے اہل الشہ کے خاص معمولات میں سے ہے اور اس کی قبولیت مجرب ہے۔

اسمِ عظیم

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ جُسنیٰ میں سے بعض وہ ہیں جن کو اس لحاظ سے خاص عظمت و امتیاز حاصل ہے کہ جب ان کے ذریعہ دُعا کی جائے تو قبولیت کی زیادہ اُمید کی جاسکتی ہے۔

ان اسماء کو حدیث میں ”اسْمُ اعْظَمَ“ کہا گیا ہے، لیکن صفائی اور صراحت کے ساتھ ان کو متعین نہیں کیا گیا ہے، بلکہ کسی درجہ میں ان کو بہم رکھا گیا ہے، اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ لیلۃ القدر کو اور جمعہ کے دن قبولیتِ دُعا کے خاص وقت کو بہم رکھا گیا ہے۔ احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ایک ہی اسمِ پاک ”اسمِ عظیم“ نہیں ہے جیسا کہ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں، بلکہ متعدد اسماء جُسنیٰ کو ”اسمِ عظیم“ کہا گیا ہے نیز انہی احادیث سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ عوام میں اسمِ عظیم کا جو تصور ہے اور اس کے بارے میں جو باتیں مشہور ہیں وہ بالکل بے اصل ہیں، اصل حقیقت وہی ہے جو اوپر عرض کی گئی ہے۔

اس کے بعد اس سلسلہ کی احادیث ذیل میں پڑھی جائیں:

(۳۱) عَنْ بُرَيْدَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ، فَقَالَ دَعَا اللَّهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أُعْطِيَ وَإِذَا دُعِيَ بِهِ أُجَابَ۔

رواہ الترمذی و ابوداؤد

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اس طرح دُعا کرتے ہوئے سنا، وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کر رہا تھا۔
 ”اے اللہ! میں اپنی حاجت تجھ سے مانگتا ہوں بوسیلہ اس کے کہ بس تو اللہ ہے، تیرے سوا کوئی مالک و معبود نہیں، ایک اور یکتا ہے، بالکل بے نیاز ہے، اور سب تیرے محتاج ہیں، نہ کوئی تیری اولاد نہ تو کسی کی اولاد اور نہ تیرا کوئی ہمسر۔“
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب اُس نے دُعا کرتے سنا تو) فرمایا کہ۔
 اس نے بس اللہ سے اس کے اُس اسمِ اعظم کے وسیلہ سے دُعا کی ہے کہ جب اس کے وسیلہ سے اُس سے مانگا جائے تو وہ دیتا ہے، اور جب اس کے وسیلہ سے دُعا کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔ (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

(۳۲) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّجْدِ وَرَحُلٌ يُعْبَثُ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْحَمْدُ الْمُنَانُ بِنِعْمِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا سَمِيَّ يَا قَيُّوْمُ أَسْأَلُكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا اللَّهَ بِاسْمِهِ الْأَعْظَمِ الَّذِي إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ وَإِذَا سُئِلَ بِهِ أُعْطِيَ۔

رواہ الترمذی و ابوداؤد و النسائی و ابن ماجہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور ایک بندہ وہاں نماز پڑھ رہا تھا اُس نے اپنی دُعا میں عرض کیا: ”اے اللہ! میں اپنی حاجت تجھ سے مانگتا ہوں بوسیلہ اس کے کہ ساری حمد و ستائش تیرے ہی لئے سزاواں ہے کوئی معبود نہیں تیرے سوا، تو نہایت لہربان اور بڑا محسن ہے، زمین و آسمان کا سب سے بڑا فرمانے والا ہے، میں تجھ ہی سے مانگتا ہوں

اے ذوالجلال والاکرام! اے حق و قیوم!“ — تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: — ”اس مسئلہ نے اللہ کے اس اسمِ اعظم کے وسیلہ سے دُعا کی ہے کہ اس کے وسیلہ سے جب خدا سے دُعا کی جائے تو وہ قبول فرماتا ہے، اور جب اس کے وسیلہ سے مانگا جائے تو عطا فرماتا ہے۔“

_____ (جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ)
(۳۳) عَنْ أَشْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِسْمُ اللَّهِ الْأَعْظَمُ فِي مَا تَبَيَّنَ الْإِيمَانُ وَالْهَيْكَلُ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ وَفَاعِلُهُ إِلَهٌ عَمْرَانٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ۔

_____ رواہ الترمذی والبخاری وابن ماجہ والدارقطنی

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: — ”اسمِ اللہ الاعظم“ ان دو آیتوں میں موجود ہے۔ ایک: ”وَاللَّهُمَّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ“ اور دوسری آل عمران کی ابتدائی آیت: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ“۔

_____ (جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ، سنن دارقطنی)

(تشریح) ان احادیث میں خود کرنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی ایک مخصوص نام پاک کو اس اسمِ اعظم نہیں فرمایا گیا ہے، بلکہ یہ بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ آخری حدیث میں جن دو آیتوں کا حوالہ دیا گیا، اور اس سے پہلی دونوں حدیثوں میں جو دو شخصوں کی جو دو دُعاؤں نقل کی گئی ہیں ان میں سے ہر ایک میں متعدد اسماءِ اکبرہ کی خاص ترکیب سے اللہ تعالیٰ کا جو مرکب اور جامع وصف مفہوم ہوتا ہو اُس کو ”اسمِ اعظم“

سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جن کو اللہ تعالیٰ نے اس نوع کے علوم و معارف سے خاص طور پر نوازا ہے، انھوں نے ان احادیث سے یہی سمجھا ہے۔ واللہ اعلم۔



۱۔ شاہ صاحبؒ ”حجۃ اللہ البالغہ“ میں فرماتے ہیں: — واعلم ان الاسماء العظمیٰ الذی اذا سئل بہ اعطی واذا دعی بہ اجاب هو الاسماء الذی یدل علی اجمع تدل من تدلیات الحق والذی تد اولہ الملاء لا علی اکثر تد اول ونطق بہ التراجمة فی کل عصر وقد امعنی یصدق علی ”انت اللہ لا الہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یولد ولم یولد ولم یکن له کفو واحد“ وعلی ”لک الحمد لا الہ الا انت الحنان المنان بیدیع السموات والارض یا ذا الجلال والاکرام یا حی یا قیوم ویصدق علی اسماء تضاهی ذالک ..

(حجۃ اللہ البالغہ ص ۲)



قرآن مجید کی تلاوت

ذکر کیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت بھی ”ذکر اللہ“ کی ایک قسم ہے، اور بعض حیثیتوں سے سب سے افضل اور اعلیٰ قسم ہے۔ اس میں بندے کی مشغولیت اللہ تعالیٰ کو بید محبوب ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ تشبیہ اور مثال سے دُرُودِ اَلُوْمَا ہے، لیکن ناچیز راقمِ مَطوَر نے اس حقیقت کو اپنے اس ذاتی تجربہ سے خوب سمجھا ہے کہ جب کبھی کسی کو اس حال میں دیکھا کہ وہ میری لکھی ہوئی کوئی کتاب قدر اور توجہ سے پڑھ رہا ہے تو دل سُور سے بھر گیا اور اُس شخص سے ایک خاص تعلق اور لگاؤ پیدا ہو گیا، ایسا تعلق اور لگاؤ جو بہت سے قریبی عزیزوں و دوستوں بھی نہیں ہوتا۔ بہر حال میں نے تو اپنے اسی تجربہ سے یہ سمجھا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو اپنے پاک کلامِ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے سنتا اور دیکھتا ہوگا، تو اُس بندہ پر اُس کو کیسا پیارا آتا ہوگا (بالا یہ کہ اپنے کسی شدید مجرم کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے پیارا اور نظرِ کرم کا مستحق ہی نہ ہو)۔

رُسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو قرآن مجید کی عظمت سے آشنا کرنے اور اس کی تلاوت وغیرہ کی ترغیب دینے کے لئے مختلف عنوانات استعمال فرمائے ہیں۔ ہم نے بھی اس سلسلہ کی احادیث کو مختلف عنوانات میں تقسیم کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ رُسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے وہ نفع اُٹھانے کی توفیق دے، جو اُن کا اصل مقصد ہے۔

قرآن مجید کی عظمت و فضیلت:

قرآن مجید کی بے انتہا عظمت کے لئے میں اتنا کافی ہے کہ وہ کلام اللہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس دُنیا میں جو کچھ بھی ہے، یہاں تک کہ زمینی مخلوقات میں کجۃ اللہ اور انبیاءِ علیہم السلام کی مقدس ہستیٰ اور عالمِ بالا و عالمِ غیب کی مخلوقات میں عرش، کرسی، لوح و قلم، جنت اور جہنم کی نعمتیں اور اللہ کے مقرب ترین فرشتے، پر سب اپنی معلوم و معلومہ عظمت کے باوجود غیر اللہ اور مخلوق ہیں۔ لیکن قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اور اس سے الگ کی کوئی چیز نہیں ہے، بلکہ اس کی حقیقی صفت ہے جو اس کی ذاتِ عالی کے ساتھ قائم ہے۔ یہ اللہ پاک کا بے انتہا کرم و احسان کی عظیم ترین نعمت ہے کہ اُس نے اپنے رسولِ امین کے ذریعہ وہ کلامِ ہم تک پہنچایا اور ہمیں اس لائق بنایا کہ اس کی تلاوت کر سکیں اور اپنی زبان سے اس پڑھ سکیں، پھر اس کو سمجھ کر اپنی زندگی کا راہنما بنا سکیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طوئی کی مقدس وادی میں ایک مبارک درخت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلام سنوایا تھا۔ کتنا خوش قسمت تھا وہ بے جان درخت جس کو حق تعالیٰ نے اپنا کلام سنوانے کے لئے بطور آلہ کے استعمال فرمایا تھا۔ جو بندہ اخلاص اور عظمت و احترام کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اُس کو اُس وقت شجرہٗ موسوی والا یہ شرف نصیب ہوتا ہے اور گویا وہ اُس وقت اللہ تعالیٰ کے کلام مقدس کا ریکارڈ ہوتا ہے۔ حق یہ ہے کہ انسان اس سے آگے کسی شرف کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس مختصر تمہید کے بعد قرآن مجید کی عظمت و فضیلت کے بیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل چند حدیثیں پڑھئے!:

(۳۳) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُ الرَّبُّ نَبَارَكَ وَكَعَالَى مَنْ شَعَلَهُ الْمُتَذَانُ
عَنْ ذِكْرِي وَمَنْ لَيْتِي أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ مَا أُعْطِيَ السَّائِلِينَ
وَفَضْلُ كَلَامِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللَّهِ عَلَى
خَلْقِهِ ————— رواہ الترمذی والداری ولبستی فی شعب الایمان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو شتر آں نے مشغول رکھا میرے ذکر سے اور مجھ سے سوال اور دُعا کرنے سے، میں اُس کو اُس سے افضل عطا کروں گا جو سالنوں اور دُعا کرنے والوں کو عطا کرتا ہوں اور دس بار اول کلاموں کے مقابلہ میں اللہ کے کلام کو ویسی ہی عظمت و فضیلت حاصل ہے جیسی اپنی مخلوق کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کو —————

(جامع ترمذی، منہج داری، شعب الایمان، لللبستی)

(تشریح) اس سلسلہ معارف احمدیہ میں پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ جب کسی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے کوئی بات فرمائیں اور وہ بات قرآن مجید میں نہ ہو تو خاص عرف و اصطلاح میں ایسی حدیثوں کو ”حدیث قدسی“ کہتے ہیں۔۔۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی یہ حدیث بھی اسی طرح کی ہے۔۔۔ اس میں دو باتیں فرمائی گئی ہیں:۔ ایک یہ کہ اللہ کے جس بند کو اللہ تعالیٰ کے کلام پاک سے ایسا شغف ہو کہ وہ دن رات اسی میں لگا پڑا رہتا ہو، یعنی اس کی تلاوت میں، اس کے یاد کرنے میں، اس کے تدبر اور تفکر میں، یا اس کے سیکھنے سکھانے میں انخلاص کیساتھ مشغول رہتا ہو، اور قرآن پاک میں اس ہمہ وقتی مشغولیت کی وجہ سے اس کے علاوہ اللہ کے ذکر اس کی حمد و تسبیح اور اس سے دُعا میں کرنے کا موقع ہی اس کو نہ ملتا ہو، تو وہ یہ نہ سمجھے کہ وہ کچھ خسارے میں رہے گا اور ذکر و دُعا کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ جو کچھ عطا فرماتا ہے وہ

اس کو نہ پاسکے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: — اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ایسے بندوں کو میں اس سے زیادہ اور اس سے بہتر دوں گا جو ذکر کرنے والے اور دعائیں مانگنے والے اپنے بندوں کو دیتا ہوں۔ — دوسری بات اس حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ اللہ کے کلام کو دوسرے کلاموں کے مقابلہ میں ویسی ہی عظمت و فضیلت حاصل ہے جیسی کہ خود اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے مقابلہ میں، اور اس کی وجہ سے یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفت قائم ہے۔

(۳۵) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ، قُلْتُ مَا الْفِتْنُجُ مِنْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ كِتَابُ اللَّهِ، فِيهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْعَزْلِ، مَنْ تَوَكَّاهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللَّهُ، وَمَنْ ابْتَغَى الْهُدَى فِي غَيْرِهِ أَضَلَّهُ اللَّهُ، وَهُوَ جَبَلُ اللَّهِ الْمَتِينُ، وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيمُ، وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ، هُوَ الَّذِي لَا تَزِيغُ بِهِ الْأَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْأَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلُقُ عَنْ كَثْرَةِ الدِّدِ وَلَا يَنْقُضُ عَهْدَهُ، هُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهُ الْجَنُّ إِذْ سَمِعَتْهُ حَتَّى قَالُوا "إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَامْتَابِهِ" مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهِ أَجْرَ وَمَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا إِلَيْهِ هُدًى إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

رواہ الترمذی والدارمی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا، آپ نے ایک دن فرمایا: - آگاہ ہو جاؤ ایک بڑا فتنہ آنے والا ہے۔ میں نے عرض کیا: - یہ سؤل اللہ! اس فتنہ کے شر سے بچنے اور نجات پانے کا ذریعہ کیا ہے؟ - آپ نے فرمایا: - کتاب اللہ۔ اس میں تم سے پہلی اُنہوں کے (یعنی آموز) واقعات ہیں، اور تمہارے بعد کی اس میں اطلاعات ہیں، (یعنی اعمال و اخلاق کے جو ذنیوی و اخروی نتائج و ثمرات مستقبل میں سامنے آنے والے ہیں قرآن مجید میں اُن سب سے بھی آگاہی ملے دی گئی ہے) اور تمہارے درمیان جو مسائل پیدا ہوں قرآن میں اُن کا حکم اور فیصلہ موجود ہے (حق و باطل اور صحیح و غلط کے بارے میں) وہ قول فیصل ہے، وہ فضول بات اور یادہ گوئی نہیں ہے۔ جو کوئی جابر و سرکش اس کو چھوڑے گا (یعنی غرور و سرکشی کی راہ سے قرآن سے منہ موڑے گا) اللہ تعالیٰ اُس کو توبہ کے رکھ دے گا، اور جو کوئی ہدایت کو قرآن کے بغیر تلاش کرے گا اُس کے حصہ میں اللہ کی طرف سے صبر و گمراہی آئے گی (یعنی وہ ہدایت حق سے محروم رہے گا) قرآن ہی حبل اللہ المتین یعنی اللہ سے تعلق کا مضبوط وسیلہ ہے، اور اُس کے نصیحت نامہ ہے، اور وہی صراطِ مستقیم ہے۔ وہی وہ حق نہیں ہے جس کے اتباع سے خیالات کجی سے غلط ہوتے ہیں اور ذہانیں اس کو گڈ بڑ نہیں کر سکتیں (یعنی جس طرح اگلی کتابوں میں زبانوں کی راہ سے تحریف داخل ہو گئی اور مفسرین نے کچھ کچھ پڑھ کے اس کو محض اس طرح قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہونے کی اللہ تعالیٰ نے تاقیامت اس کے محفوظ رہنے کا انتظام فرما دیا ہے) اور علم والے بھی اس کے علم سے سیر نہیں ہوں گے (یعنی قرآن میں تدبیر کا عمل اور اس کے حقائق و معارف کی تلاش کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا اور کبھی ایسا وقت نہیں آئے گا کہ قرآن کا علم حاصل کرنے والے محسوس کریں کہ ہم نے علم قرآن پر پورا عبور حاصل کر لیا اور اب ہمارے حاصل کرنے کے لئے کچھ باقی نہیں رہا، بلکہ قرآن کے طالبین علم کا حال ہمیشہ یہ رہے گا کہ

وہ علم قرآن میں تھے آگے بڑھتے رہیں گے اتنی ہی ان کی طلب ترقی کرتی رہے گی انسانی کا احساس یہ ہو گا کہ جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے وہ اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے جو اب تک ہم کو حاصل نہیں ہوا ہے) اور وہ قرآن کثرت مزادت کے بھی پُرانا نہیں ہو گا (یعنی جس طرح دنیا کی دوسری کتابوں کا حال ہے کہ بار بار پڑھنے کے بعد ان کے پڑھنے میں آدمی کو لطف نہیں آتا، قرآن مجید کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے وہ جتنا پڑھا جائے گا اور جتنا اس میں تفکر و تدبر کیا جائے گا اتنا ہی اُس کے لطف و لذت میں اضافہ ہو گا) اور اس کے عجائب (یعنی اس کے دقیق و لطیف حقائق و معانی) کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ قرآن کی یہ شان ہے کہ جب جنوں نے اس کو سنا تو بے اختیار بول اُٹھے۔

إِنَّا سَوَّعْنَا قَوْلَنَا نَجَبًا يَهْدِي
إِلَى التَّوَسُّدِ قَامَتْ آيَةٌ
جس نے قرآن کے موافق بات کہی اُس نے سچی بات کہی اور جس نے قرآن پر عمل کیا وہ مستحق اجر و ثواب ہوا، اور جس نے قرآن کے موافق فیصلہ کیا اُس نے عدل و انصاف کیا اور جس نے قرآن کی طرف دعوت دی اُس کو صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب ہو گئی۔

(جامع ترمذی و سنن دارمی)

(تشریح) یہ حدیث قرآن کریم کی عظمت و فضیلت کے بیان میں بلاشبہ نہایت جامع حدیث ہے۔ اس میں جو کلمات اور جو جملے وضاحت طلب تھے ان کی وضاحت ترجمہ ہی میں کر دی گئی ہے۔

قرآن کا معلم اور متعلم:

(۳۶) عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خَفِوْكُمْ مِّنْ تَعَلُّكَ الْعُذَانَ وَعَلَمَهُ — رواہ البخاری

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہتر اور افضل بندہ وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔ (صحیح بخاری)

(تشریح) قرآن مجید کو کلام اللہ ہونے کی حیثیت سے جب وہ دس ستر کلاموں پر اس طرح کی فوقیت اور فضیلت حاصل ہے جس طرح کی اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق پر حاصل ہو تو ظاہر ہے کہ اس کا سکھنا سکھانا دوسرے تمام اچھے کاموں سے افضل و اشرף ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ ایک حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے اہم پیغمبرانہ وظیفہ وحی کے ذریعہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ سے لینا، اس کی حکمت کو سمجھنا اور دوسروں تک اس کو پہنچانا اور اس کو سکھانا تھا اس لئے اب قیامت تک جو بندہ قرآن مجید کے سکھنے سکھانے کو اپنا مشغلہ اور وظیفہ بنائے گا وہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص شن کا علمبردار اور خادم ہوگا، اور اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص الخاص نسبت حاصل ہوگی۔ اس بنا پر قرآن پاک کے متعلم اور معلم کو سب سے افضل و اشرף ہونا ہی چاہئے۔ لیکن یہ اسی صورت میں ہو جبکہ قرآن مجید کا یہ سکھنا سکھانا اخلاص کے ساتھ اور اللہ کے لئے ہو، اگر بدقسمتی سے کسی دنیوی غرض من کے لئے قرآن سکھنے سکھانے کو کوئی اپنا پیشہ بنائے تو حدیث پاک میں ہے کہ: — وہ ان بد نصیبوں میں سے ہوگا جو سب سے پہلے جہنم میں جھونکے جائیں گے، اور اس کا دل ایسے ایندھن نہیں گے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا — (یہ حدیث صحیح مسلم کے حوالہ سے معارف جلد دوم کے بالکل آخر میں درج ہو چکی ہے)۔

حاصل قرآن پر رشک برحق: —

(۳۷) عَنْ ابْنِ عُمَرَ لَا حَسَدَ إِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ رَجُلٌ

أَنَا اللَّهُ الْقَرَّانُ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آثَاءُ اللَّيْلِ وَأَنَا التَّهَارُ
وَرَجُلٌ أَنَا اللَّهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ آثَاءُ اللَّيْلِ
وَأَنَا التَّهَارُ _____ رواه البخاری و مسلم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرف دُعا آدمی قابلِ رشک ہیں (اور اُن پر رشک آنا برحق ہے) ایک دن وہ جس کو اللہ نے قرآن کی نعمت عطا فرمائی پھر وہ دن اور رات کے اوقات میں اس میں لگا رہتا ہے — اور دوسرا وہ خوش نصیب آدمی جس کو اللہ نے مال و دُعا سے نوازا، اور وہ دن اور رات کے اوقات میں راہِ خدا میں اس کو خرچ کرتا رہتا ہے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) دن اور رات میں قرآن پاک میں مشغول ہونے اور لگے رہنے کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے سیکھنے، سکھانے میں لگا رہتا ہے۔ دوسرے یہ کہ نماز میں اُو بیرون نماز اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔ تیسرے یہ کہ فکر و اہتمام کے ساتھ اس کے احکام و ہدایات پر عمل کرتا رہتا ہے۔ حدیث کے الفاظ: ”فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آثَاءُ اللَّيْلِ وَآثَاءُ النَّهَارِ“ اس طرح کی سب شکلوں پر حاوی ہیں — قرآن پاک کی عظیم نعمت کا شکر یہی ہے کہ بندہ اس کو اپنا شغل، اپنی زندگی کا دستور بنالے۔

قرآن کے خاص حقوق:

(۳۸) عَنْ عُبَيْدَةَ الْمَلِكِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْآنَ وَاتْلَوْهُ نَن تَلَاوْتِهِ مِنْ آثَاءِ اللَّيْلِ وَالتَّهَارِ وَافْشَوْهُ وَتَعَنَّوْهُ وَتَدَبَّرُوا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَلَا تَجْلِسُوا قُرْآنَهُ

فَإِنَّ لَهُ ثَوَابًا رواہ البیہقی فی شعب الایمان
 حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 ”اے قرآن والو! قرآن کو اپنا نیکہ اور سہاوانہ بنا لو، بلکہ دن اور رات کے اوقات میں اسکی
 تلاوت کیا کرو جیسا کہ اس کا حق ہے، اور اس کو پھیلاؤ، اور اس کو دلچسپی سے اور مزہ
 لے لے کر پڑھا کرو، اور اس میں تدبیر کرو، اُمید رکھو کہ تم اس سے فلاح پا جاؤ گے، اور
 اس کا حاصل معاوضہ لینے کی فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا عظیم ثواب اور
 معاوضہ (اپنے وقت پر) ملنے والا ہے۔“ (شعب الایمان، للبیہقی)

(تشریح) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اپنے جن بندوں کو قرآن کی دولت نصیب
 فرمائی ہے وہ اُسی پر نیکہ کر کے نہ بیٹھ جائیں کہ ہمارے پاس قرآن ہے اور ہم قرآن والے ہیں،
 بلکہ انھیں چاہئے کہ قرآن مجید کے حقوق ادا کریں، رات اور دن کے اوقات میں اس کے حق کے
 مطابق اسکی تلاوت کیا کریں، اس کو اور اس کے پیغام ہدایت کو دوسروں تک پہنچائیں۔
 اس کو مزہ لے لے کے پڑھیں، اس کے
 احکام، اس کی ہدایت، اس کے قصص اور نصائح پر غور و فکر کیا کریں۔ اگر انھوں نے ایسا کیا تو ان کی
 فلاح کی پوری اُمید ہے۔ اور انھیں چاہئے کہ وہ قرآن کے اس پڑھنے اور پڑھانے اور اس کی
 خدمت کا معاوضہ دنیا ہی میں نہ چاہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو اپنے وقت پر اس کا
 بڑا غیر معمولی معاوضہ اور عظیم صلہ ملنے والا ہے۔

قرآن اور قوموں کا عروج و زوال:

(۳۹) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ
 بِهِ الْآخَرِينَ رواہ مسلم

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ اس کتاب پاک (قرآن مجید) کی وجہ سے بہت سوں کو اونچا کرے گا اور بہت سوں کو نیچے گرائے گا۔ (صحیح مسلم)

(تشریح) قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی صفیت قائمہ اور بندوں کے لئے اس کا فرمان اور حمد نامہ ہے۔ اس کی وفاداری اور تابعداری اللہ تعالیٰ کی وفاداری اور تابعداری ہے۔ اسی طرح اس سے انحراف اور بغاوت اللہ تعالیٰ سے انحراف اور سرکشی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ جو قوم اور جو امت خواہ وہ کسی نسل سے ہو، اس کا کوئی بھی رنگ اور کوئی بھی زبان ہو قرآن مجید کو اپنا راہنما بنا کر اپنے کو اس کا تابعدار بنادے گی اور اس کے ساتھ وہ تعلق رکھے گی جو کلام اللہ ہونے کی حیثیت سے اس کا حق ہے، اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت میں سربلند کرے گا۔ اور اس کے برعکس جو قوم اور امت اس سے انحراف اور سرکشی کرے گی وہ اگر بلندیوں کے آسمان پر بھی ہوگی تو نیچے گرا دی جائے گی۔

اسلام اور مسلمانوں کی پوری تاریخ اس حدیث کی صداقت کی گواہ اور اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ کی آئینہ دار ہے۔ اس حدیث میں ”أَقْوَامًا“ کے لفظ سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ عروج و زوال کے اس انہی قانون کا تعلق افراد سے نہیں بلکہ قوموں اور امتوں سے ہے۔ واللہ اعلم

تلاوت قرآن کا اجر و ثواب:

(۴۰) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَأَّى حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ ”الْهَمْزُ“ حَرْفٌ، أَلِفٌ حَرْفٌ وَكَامٍ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ۔ رواه الترمذی والدارقطنی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن پاک کا ایک حرف پڑھا اُس نے ایک نیکی کمائی اور یہ ایک نیکی اللہ تعالیٰ کے قانونِ کرم کے مطابق دس نیکیوں کے برابر ہے (مزید وضاحت کے لئے آپ نے فرمایا) میں یہ نہیں کہتا (یعنی میرا مطلب نہیں ہے) کہ ”آلہ“ ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور تہم ایک حرف ہے (اس طرح ”آلہ“ پڑھنے والا بندہ تیس نیکیوں کے برابر ثواب حاصل کرنے کا مستحق ہوگا)۔ (جامع ترمذی، سنن داؤمی)

(تشریح) اللہ تعالیٰ کا یہ کریمانہ قانون کہ ایک نیکی کرنے والے کو دس نیکیوں کے برابر ثواب عطا ہوگا۔ واضح طور پر قرآن مجید میں بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ سورہ انعام میں ارشاد ہے:۔۔۔۔۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ
أَمْثَلِهَا - (الانعام: ۲۰)

جو بندہ ایک نیکو ٹھیکر آئے گا اس کو اسی
دس نیکوں کا ثواب دیا جائے گا۔

مندرجہ بالا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو یہ خوشخبری سنائی ہے کہ جو بندہ اخلاص کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرے گا تو حروف تہجی کے ہر حرف کی تلاوت ایک نیکی شمار ہوگی جو اجر و ثواب کے لحاظ سے دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔ اسی حدیث کی پہلی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ: — "میں نہیں کہتا کہ بسم اللہ ایک حرف ہے بلکہ ت ایک حرف ہے، تم ایک حرف ہے، ہم ایک حرف ہے۔ اور میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ ایک حرف ہے، بلکہ آلِ تم الگ الگ حروف ہیں"۔ اللہ پاک یقین کی دولت نصیب فرمائے۔ اس حدیث میں کلام پاک کی تلاوت کرنے والوں کے لئے بڑی ہی خوشخبری ہے۔ فطوبیٰ الہم۔

اس حدیث سے ایک واضح اشارہ یہ بھی ملا کہ قرآن مجید کی تلاوت پر ثواب کے لئے

یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تلاوت معنی مفہوم سمجھ کر ہی ہو۔ کیونکہ ”اللہ“ اور سارے حروف مقطعات کی تلاوت معنی مفہوم سمجھے بغیر ہی کی جاتی ہے، اور حدیث نے صراحت بتلایا کہ ان حروف کی تلاوت کرنے والوں کو بھی ہر حرف پر دس نیکوں کا ثواب ملے گا۔ واللہ اعلم

قرآن کی تلاوت قلب کا صیقل:

(۴۱) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الْقُلُوبُ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيدُ إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا جَلَاءُ هَذَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ۔

رواہ البیہقی فی شعب الایمان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ بنی آدم کے قلوب پر اسی طرح زنگ پڑ جاتا ہے جس طرح پانی لگ جانے سے لوہے پر زنگ آ جاتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ، حضور! دلوں کے اس زنگ کے دور کرنے کا ذریعہ کیا ہے؟۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:۔ موت کو زیادہ یاد کرنا، اور

قرآن مجید کی تلاوت (شعب الایمان للبیہقی)

(تشریح) قلب کا زنگ یہ ہے کہ وہ اللہ سے اور آخرت کے انجام سے غافل اور بے فکر ہو جائے، یہ سارے چھوٹے بڑے گناہوں کی جڑ بنیاد ہے۔ اور بلاشبہ اس بیماری کی اکسیر دوا یہی ہے کہ اپنی موت کو بہت زیادہ یاد کیا جائے، اس کا دھیان اور مراقبہ کیا جائے، اور قرآن مجید کی عظمت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی خاص الخاص نسبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ادب اور اخلاص کے ساتھ اس کی تلاوت کی جائے اگر یہ تلاوت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شوق اور تندر کے ساتھ ہوگی تو انشاء اللہ قلب کے زنگ کو دور کر کے اس کو نور سے

بھروسے گی۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔

ماہر قرآن کا مقام:

(۴۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَكَةِ وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ — رواه البخاری و مسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرآن میں ہمارے حاصل کر لی ہو (اور اس کی وجہ سے وہ اس کو — حفظ یا ناظرہ — بہتر طریقے پر اور بے تکلف رواں پڑھتا ہو) وہ

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جنت الباقیہ میں ”احسان“ کے بیان میں قرآن مجید کی تلاوت پر کلام کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے: ”تلاوت قرآن کی روح یہ ہے کہ شوق و محبت اور انتہائی تعظیم و اجمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر قرآن پاک کی تلاوت کرے اور اس کے مواعظ اور نصائح میں خود اور اُن سے اثر لینے کی کوشش کرے، اور اُس کے احکام و ہدایات کی تعمیل اور پیروی کے عزم کے ساتھ تلاوت کرے اور اس میں بیان ہونے والے قصص اور امثال سے عبرت حاصل کرے، اور جب اللہ کی صفات کا بیان آئے تو کہے ”سُبْحَانَ اللَّهِ!“ اور جب اُن آیتوں سے گزرے جن میں جنت اور اللہ کی رحمت کا بیان ہے تو اللہ سے فضل و کرم فرمانے کی دعا کرے اور اپنے لئے جنت اور رحمت کا سوال کرے۔ اور جب اُن آیتوں سے گزرے جن میں وعذخ کا اور اللہ کے غضب کا بیان ہو، تو اللہ سے پناہ مانگے۔“

بلاشبہ اس طرح کی تلاوت قلب کا خاص انعام صقیل ہے اور جس بندہ کو کسی درجہ میں بھی ایسی تلاوت نصیب ہو اُس پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام صقیل ہو۔ — اللہ تعالیٰ اپنے اس فضل سے محروم نہ فرمائے۔ ۱۲۔

مُحَمَّدٌ زَادَ رُفَادًا وَفَرَسْتُونَ كَسَاتَهُ هُوَ كَا۔ اور جو بندہ قرآن پاک لاچھایا اور رواں نہ ہونے کی وجہ سے زحمت اور مشقت کے ساتھ اس طرح پڑھتا ہو کہ اس میں اٹکتا ہو تو اس کو دوا برطیس کے (ایک تلاوت کا اور دوسرے زحمت و مشقت کا)۔
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) اس حدیث میں مَفْعَہ کا جو لفظ ہے اُس سے اکثر شارحین نے حاصل و محی فرشتے مُرَاد لئے ہیں اور بعض حضرات نے اس سے انبیاء و رُسُلِ عظیم السلام مُرَاد لئے ہیں اور لفظی معنی میں ان دونوں ہی کی گنجائش ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے جو بندے قرآن کو کلام اللہ یقین کرتے ہوئے اس سے شغف رکھیں اور کثرت تلاوت اور اہتمام کی وجہ سے قرآن پاک سے ان کو خاص مناسبت اور مہارت حاصل ہو جائے ان کو انبیاء و رُسُل کی یا حاصل و محی فرشتوں کی معیت اور رفاقت حاصل ہوگی۔ اور جن ایمان والے بندوں کا حال یہ ہو کہ صلاحیت اور مناسبت کی کمی کی وجہ سے وہ قرآن کو رواں نہ پڑھ سکتے ہوں، بلکہ تکلف کے ساتھ اور اٹک اٹک کے پڑھتے ہوں اور اس کے باوجود اجر و ثواب کی اُمید پر تلاوت کرتے ہوں، ان کو تلاوت کے اجر و ثواب کے علاوہ اس زحمت و مشقت کا بھی ثواب ملے گا، اس لئے ان کو اپنی اس حالت کی وجہ سے شکستہ دل نہ ہونا چاہئے۔

قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کا انعام:۔

(۴۳) عَنْ مَعَاذِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيهِ أَلَيْسَ وَالِدًا تَلَجَّأُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ صَوْدَاةً أَحَدًا مِنْ صَوْدَاةِ النَّسْرِ فِي بُيُوتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيكُمْ فَمَا ذَا لَكُمْ بِالدِّنِيِّ عَمِلَ

بِهَذَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ

حضرت مسعود مجتبیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
 جس نے قرآن پڑھا اور اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل کیا، قیامت کے دن اس کے
 ماں باپ کو ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی زیادہ
 حسین ہوگی، جبکہ وہ روشنی دنیا کے گہروں میں ہو اور سورج آسمان سے ہمارے پاس تھا
 اُتر آئے۔۔۔۔۔ (اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا) پھر تمہارا کیا گمان ہے خود
 اس آدمی کے بارے میں جس نے خود یہ عمل کیا ہو؟۔۔۔۔۔ (مسند احمد، سنن ابی داؤد)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ قرآن کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والے کے والدین کو جب
 ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بھی حسین تر ہوگی، تو سمجھ لو کہ خود
 اس قرآن پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا کیا عطا
 فرمایا جائے گا۔

قیامت میں قرآن پاک کی شفاعت و کالت:

(۴۴) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ شَفِيعًا لِمُتَعَابِيهِ إِخْرُؤُا الزُّهْرَادَيْنِ الْبَقَرَةَ وَسُورَةَ
 الْإِسْرَاءِ فَإِنَّهُمَا تَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كَأَنْتَهُمَا عَمَّا
 مَتَّانِ أَوْ غَيَّابَتَيْنِ أَوْ فَرَقَيْنِ مِنْ طَيْرٍ صَوَّافٍ مُتَحَابِّانِ
 عَنْ أَحْصَا بِهِمَا إِقْرَءُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أَخَذَهَا
 بَرَكَةٌ وَتَرَكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيعُهَا الْبُطْلَانُ۔

رواہ مسلم

حضرت ابو امامہ سیوطی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم سے سنا، آپ ارشاد فرماتے تھے کہ: قرآن پڑھا کرو، وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کا شفیع بن کر آئے گا۔ (خاصکر) ”زہرا دین“ یعنی اس کی دوہم نورانی سورتیں البقرۃ اور آل عمران پڑھا کرو، وہ قیامت میں اپنے پڑھنے والوں کو اپنے ساتھ میں لئے اس طرح آئیں گی جیسے کہ وہ ابر کے ٹکڑے ہیں، یا سائبان ہیں۔ یا صف باندھے پرندوں کے پرے ہیں۔ یہ دونوں سورتیں قیامت میں اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے مدافعت کریں گی۔ (آپ نے فرمایا) پڑھا کرو موصوفہ بھلا کیونکہ اس کو حاصل کرنا بڑی برکت والی بات ہے، اور اس کو چھوڑنا بڑی حسرت اور ندامت کی بات ہے، اور اہل بطالت اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

(صحیح مسلم)

(تشریح) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک پڑھنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ: قرآن اپنے ”اصحاب“ کے لئے بارگاہِ خداوندی میں شفاعت کرے گا۔ ”اصحاب قرآن“ وہ سب لوگ ہیں جو قرآن پاک پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس سے تعلق اور شغف کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت کا وسیلہ یقین کرتے ہوئے اس سے خاص نسبت اور لگاؤ رکھیں جس کی شکلیں مختلف ہو سکتی ہیں مثلاً: کثرت سے اس کی تلاوت کریں، اس میں تدبر و فکر اور اس کے احکام پر عمل کرنے کا اہتمام رکھیں، یا اس کی تعلیم و ہدایت کو عام کرنے اور پھیلانے کی جدوجہد کریں، ان سب کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہو کہ قرآن ان کے حق میں شفیع ہوگا۔ ہاں اخلاص یعنی اللہ کی رضا اور ثواب کی نیت شرط ہے۔

اس حدیث میں قرآن پاک کی قرأت و تلاوت کی عمومی ترغیب کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران کی تلاوت و قرأت کی خصوصیت کے ساتھ بھی ترغیب دی ہے، اور فرمایا ہے کہ: قیامت میں اور حشر میں جب ہر شخص سایہ کا بہت ہی محتاج اور ضرورت مند ہوگا، یہ دونوں سورتیں بادل یا سایہ دار چیز کی طرح یا پرندوں کے

پرے کی طرح اپنے اصحاب پر سایہ کئے رہیں گی، اور ان کی طرف سے وکالت اور جوابدہی کریں گی۔ اور آخر میں سورہ بقرہ کے متعلق مزید فرمایا کہ :- اس کے سیکھنے اور پڑھنے میں بڑی برکت ہے، اور اس سے عمر و می میں بڑا خسارہ ہے۔ اور اہل بطلت اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

اس حدیث کے بعض راویوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ”ساحرین“ ہیں۔ اور مطلب یہ ہو کہ سورہ بقرہ کی تلاوت کا معمول رکھنے والے پر بھی کسی جادوگر کا جادو نہیں چلے گا۔

سورہ بقرہ کی اس خاصیت اور تاثیر کا اشارہ اس حدیث سے بھی ملتا ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ :- جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جائے شیطان اُس گھر سے بھاگنے پر مجبور ہوتا ہے۔ بعض شارحین نے یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ اہل بطلت یعنی ناحق کوش لوگ سورہ بقرہ کی برکات حاصل نہ کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان برکات کا دروازہ بند کر دیا جو اللہ علم

(۳۵) عَنْ النَّوَاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُؤْتَى بِالْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَأَهْلُهُ الَّذِينَ كَانُوا يَعْمَلُونَ بِهِ تَقْدُمُهُ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَالْأُورْشَلُ عَمْرَانُ كَانَتْهُمَا عَمَامَتَانِ أَوْ ظِلَّتَانِ سَوْدَا وَان بَيْنَهُمَا شَرْقٌ أَوْ كَانَتْهُمَا حِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَاتٍ مُخَاجَّانِ عَنْ صَاحِبَيْهِمَا ————— رَوَاهُ سَلَمٌ

حضرت نواس بن سمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ :- قیامت کے دن قرآن کو اور اُن قرآن والوں کو لایا جائے گا جو اس پر عامل تھے سورہ بقرہ اور آل عمران (جو قرآن کی سب سے پہلی سورتیں ہیں) وہ پیش پیش ہوں گی (محسوس ہوگا) گویا کہ وہ بدل کے

دُکھ رہے ہیں، یا سیاہ رنگ کے دُوسا بُنان ہیں جن میں نور کی چمک ہے، یا صفت مانند ہے
پرندوں کے دُوپرے ہیں، اور وہ مدافعت اور وکالت کریں گی اپنے سے تعلقی
رکھنے والوں کی۔ (صحیح مسلم)

(تشریح) اس حدیث کا مضمون قریب قریب وہی ہے جو حضرت ابو امامہ کی مندرجہ بالا
حدیث کا ہے۔ ذرا تصور کیا جائے قیامت اور میدانِ حشر کی ہولناکیوں کا۔ کیسے خوش نصیب
ہوں گے اللہ کے وہ بندے جو قرآن پاک سے خاص تعلق اور شغف اور اس کے احکام کی
فرمانبرداری کی برکت سے حشر کے اُس پر ہول میدان میں اس شان سے آئیں گے کہ اللہ
کا کلام پاک ان کا شفیع وکیل بن کر ان کے ساتھ ہوگا، اور اس کی سب سے پہلی اور اہم نورانی
سورتیں بقرہ اور آل عمران اپنے انوار کے ساتھ ان کے سروں پر سایہ افکن ہوں گی۔
ان احادیث پر مطلع ہو جانے کے بعد بھی جو بندے اس سعادت کے حاصل کرنے میں کوتاہی
کریں، بلاشبہ وہ بڑے محروم ہیں۔

خاص خاص سورتوں اور آیتوں کی برکات:

بعض حدیثوں میں خاص خاص سورتوں اور آیتوں کے فضائل و برکات بھی بیان
فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو امامہ باہلیؓ اور حضرت نو اس بن سمعانؓ کی مندرجہ بالا
حدیثوں میں پورے قرآن کی فضیلت کے ساتھ خاص طور سے سورۃ بقرہ اور آل عمران
کی فضیلت بھی بیان ہوئی ہے۔

اسی طرح دوسری بعض سورتوں اور خاص خاص آیتوں کے فضائل و برکات بھی
مختلف مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں۔ ذیل میں
اس سلسلہ کی بھی چند حدیثیں درج کی جا رہی ہیں۔

سُورَةُ الْفَاتِحَةِ:

(۴۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ كَعْبٍ أُخْبِتُ أَنْ أُعْلِمَكَ سُورَةً لَمْ يَنْزِلْ فِي التَّوْرَةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ وَلَا فِي الزَّبُورِ وَلَا فِي الْقُرْآنِ مِثْلُهَا قَالَ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَقْرَهُ فِي الصَّلَاةِ قَالَ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا أُنْزِلَتْ فِي التَّوْرَةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ وَلَا فِي الزَّبُورِ وَلَا فِي الْقُرْآنِ مِثْلُهَا وَإِنَّهَا سَبْعٌ مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُعْطِيَتْهُ۔

رواه الترمذی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب سے فرمایا کہ:۔ کیا تمہاری خواہش ہے کہ میں تم کو قرآن کی وہ سورت سکھاؤں جس کے مرتبہ کی کوئی سورت نہ توریت میں نازل ہوئی نہ انجیل میں، نہ زبور میں اور نہ قرآن ہی میں؟۔ ابی نے عرض کیا کہ:۔ ہاں حضور! مجھے وہ سورت بتادیں!۔ آپ نے فرمایا:۔ تم نماز میں قرأت کس طرح کرتے ہو؟۔ ابی نے آپ کو سورہ فاتحہ پڑھ کر سنائی (کہ میں نماز میں یہ سورت پڑھتا ہوں) اور اس طرح پڑھتا ہوں)۔ آپ نے فرمایا:۔ قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ توریت، انجیل، زبور میں سے کسی میں اور خود قرآن میں بھی ایسی کوئی سورت نازل نہیں ہوئی، یہی وہ ”سبعہ من المثنیٰ والقرآن العظیم“ ہے۔

جو مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ (جامع ترمذی)

(تشریح) قرآن مجید میں سورہ ہجر کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے خاص انخاص انعام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: "وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ" (اور ہم نے تم کو سات آیتیں وظیفہ کے طور پر بار بار دہرائی جو انے والی عطا کیں اور قرآن عظیم)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ بالا حدیث میں اس آیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ "سبعہ من المثنی والقرآن العظیم" سورہ فاتحہ ہی ہے۔ اور یہ ایسی عظیم الشان اور عظیم البرکت سورت ہے کہ اس درجہ کی سورت کسی پہلی آسمانی کتاب میں بھی نازل نہیں کی گئی، اور قرآن میں بھی اس کے درجہ کی کوئی دوسری سورت نہیں ہے۔ یہ پورے قرآن کے مضامین پر حاوی ہے۔ اسی لئے اس کو "ام القرآن" بھی کہا جاتا ہے۔ اور اسی لئے اس کو قرآن کا افتتاحیہ قرار دیا گیا ہے، اور ہر نماز کی ہر رکعت میں اس کا پڑھنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس حدیث کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ جس نبی کو سورہ فاتحہ یاد ہے اور اخلاص کے ساتھ اس کا پڑھنا اس کو نصیب ہوتا ہے اس کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی دولت اور نعمت نصیب ہے۔ چاہئے کہ وہ اس کی قدر و عظمت کو محسوس کرے اور اس کا حق ادا کرے۔

سورہ بقرہ:

(۴۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لِكُلِّ شَيْءٍ سَنَامٌ وَسَنَامُ الْقُرْآنِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَفِيهَا
آيَةٌ مِنْ سَيِّدَةِ آيِ الْقُرْآنِ آيَةُ الْكُرْسِيِّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :- ہر چیز کی کوئی چوٹی ہوتی ہے (جو سب سے اوپر اور بالاتر ہوتی ہے) اور قرآن کی چوٹی سورۃ بقرہ ہے، اور اس میں ایک آیت (آیت الکرسی) تمام آیات قرآنی کی گویا سردار ہے۔ (جامع ترمذی)

(تشریح) اسلام کے بنیادی اصول و عقائد اور احکام شریعت کا جتنا تفصیلی بیان سورۃ بقرہ میں کیا گیا ہے اتنا اور ایسا قرآن پاک کی کسی دوسری سورت میں نہیں کیا گیا۔ غالباً اسی خصوصیت کی وجہ سے اس کو قرآن مجید میں سب سے مقدم رکھا گیا ہے، اور غالباً اسی امتیاز کی وجہ سے اس کو اس حدیث میں ”سنام القرآن“ کا لقب دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم (۴۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ وَإِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي يُقْرَأُ الْبَقْرَةُ فِيهِ لَا يَدْخُلُهُ الشَّيْطَانُ۔

رواہ الترمذی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :- اپنے گھروں کو مقبرے نہ بنا لو یعنی جس طرح قبرستانوں میں مڑے ذکر و تلاوت نہیں کرتے اور اس کی وجہ سے قبرستانوں کی فضا ذکر و تلاوت کے انوار آئنا سے خالی رہتی ہے، تم اس طرح اپنے گھروں کو نہ بنا لو، بلکہ گھروں کو ذکر و تلاوت سے معمور رکھا کرو اور جس گھر میں (خاص کر) سورۃ بقرہ پڑھی جائے اس گھر میں شیطان نہیں آسکتا۔ (جامع ترمذی)

(تشریح) بعض سورتوں کے اور اسی طرح بعض آیات کے کچھ خواص ہیں۔ اس حدیث میں سورۃ بقرہ کی خاص برکت اور تاثیر یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ جس گھر میں اس کی تلاوت کی جائے وہ شیطان کے اثرات اور تسلط سے محفوظ رہے گا۔

سُورہ بقرہ اور سُورہ آل عمران کی بعض خاص فضیلتوں کا بیان اس سے پہلے بھی بعض حدیثوں میں مذکور چکا ہے۔

سُورَةُ الْكَهْفِ:

(۴۹) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَضَاءَ لَهُ الشُّرُوءُ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ۔

رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھے اُس کے لئے نور روشن ہو جائے گا دو جمعوں کے درمیان۔ (دعوات الکبیر للبیہقی)

(تشریح) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ کہف کو جمعہ کے دن کے ساتھ کوئی خاص مناسبت ہے جس کی وجہ سے اس دن میں اس کی تلاوت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ ترغیب دی ہے اور فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن سورہ کہف کے پڑھنے سے قلب میں ایک خاص نور پیدا ہوگا جس کی روشنی اور برکت اگلے جمعہ تک رہے گی۔ اس حدیث کو حاکم سے بھی مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے: "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ الْإِسْنَادُ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ"

ایک دوسری حدیث میں (جس کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے) سورہ کہف کی ابتدائی آیتوں کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ: "جو ان کو یاد کر لے گا اور پڑھے گا وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا"۔ اس کی توجہ میں شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ سورہ کہف کے ابتدائی حصہ میں جو تہمیدی مضمون ہے اور اسی کے ساتھ اصحاب کہف کا

جو واقعہ بیان فرمایا گیا ہے اُس میں ہر دو قبلی فتنہ کا پورا توڑ موجود ہے۔ اور جس دل کو ان حقائق اور مضامین کا یقین نصیب ہو جائے جو کہفت کی ان ابتدائی آیتوں میں بیان کئے گئے ہیں وہ دل کسی دو قبلی فتنہ سے کبھی متاثر نہ ہوگا۔ اسی طرح اللہ کے جو بند ان آیتوں کی اس خامیت اور برکت پر یقین کرتے ہوئے ان کو اپنے دل و دماغ میں محفوظ کرینگے اور ان کی تلاوت کرینگے اللہ تعالیٰ ان کو بھی دو قبلی فتنوں سے محفوظ رکھے گا۔

سورہ یس:

(۵۰) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ الْمُرَوِّىَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ يَسَّ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ تَعَالَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ قَاقِرٌ وَهَاعِنْدَ مَوْتَاكُمْ۔
رواہ ابیہقی فی شعب الایمان

حضرت معقل بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کی رضا کے لئے سورہ یس پڑھی اُس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، لہذا یہ مبارک سورہ مرنے والوں کے پاس پڑھا کر دے۔

(شعب الایمان للبیہقی)

(تشریح) اس حدیث میں مرنے والوں کے پاس (عند موتاکم) یس شریف پڑھنے کے لئے جو فرمایا گیا ہے اس کا مطلب بظاہر یہی ہے کہ مرنے والے کے پاس اُس کے آخری وقت میں یہ سورہ پڑھی جائے۔ اور اکثر علما نے یہی سمجھا ہے اور اس لئے یہی معمول ہے لیکن دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مرنے والے کی قبر پر یہ سورت پڑھی جائے تاکہ یہ اس کی مغفرت کا وسیلہ بن جائے۔

(۵۱) عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ يَسَّ فِي صَدْرِهِ النَّعَامِ
قَضِيَتْ حَوَائِجُهُ _____ رواه الدارمی مسنداً

عطاء بن ابی رباح تابعی سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ جو بندہ دن کے ابتدائی حصے میں یعنی
علی الصباح سورہ یس پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجتیں پوری فرمائے گا۔
(سنن دارمی)

سُورَةُ وَاقِعَةٍ:

(۵۲) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ
تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا وَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ يَأْمُرُ بَنَاتَهُ
يَقْرَأْنَ بِهَا فِي كُلِّ لَيْلَةٍ _____ رواه البيهقي في شعب الایمان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جو شخص ہر رات سورہ واقعہ پڑھا کرے اُسے کبھی فقر و فاقہ کی نوبت
نہیں آئے گی۔ (بیچے کے راوی بیان کرتے ہیں) کہ خود حضرت ابن مسعود
کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنی صاحبزادیوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے، اور وہ ہر رات کو
سورہ واقعہ پڑھتی تھیں _____ (شعب الایمان للبیہقی)

سُورَةُ الْمَلِكِ:

(۵۳) عَنْ ابْنِ مَدْرِيَّةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ سُورَةَ فِي الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً سَفَعَتْ

لِيُجْلِيَ حَتَّى تُغْفَرَ لَهُ وَهِيَ تَبَارَكَ الَّذِي يَبْدِئُ الْمَلَكُ —

رواد احمد و ترمذی و ابوداؤد و النسائی و ابن ماجہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ قرآن کی ایک سورت نے جو میری پیش آنجیوں کی ہے اس نے ایک بندہ کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں سفارش کی، یہاں تک کہ وہ بخش دیا گیا۔ اور وہ سورہ ہے۔ تَبَارَكَ الَّذِي يَبْدِئُ الْمَلَكُ۔

(مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ)

آلۃ تنزیل:

(۵۴) عَنْ جَابِرِ بْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ لَا يَنَامُ حَتَّى يَقْرَأَ آلَةَ تَنْزِيلٍ وَتَبَارَكَ الَّذِي
يَبْدِئُ الْمَلَكُ —

رواد احمد و ترمذی و الدارمی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک کہ آلۃ تنزیل اور تَبَارَكَ الَّذِي يَبْدِئُ الْمَلَكُ نہ پڑھ لیتے۔ (یعنی بات کو سونے سے پہلے یہ دونوں سورتیں پڑھنے کا حنیفہ کا معمول تھا)۔

(مسند احمد، جامع ترمذی، سنن دارمی)

سورۃ الاعلیٰ:

(۵۵) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُحِبُّ هَذِهِ السُّورَةَ "سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" —

رواد احمد

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سورۃ (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی) خاص طور سے محبوب تھی۔

منذ احمد

(تشریح) کتاب الصلوٰۃ میں وہ حدیثیں گزر چکی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں اور اسی طرح عیدین کی نماز میں اکثر پہلی رکعت میں:-
”سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی“ پڑھتے تھے۔ آپ کا یہ معمول اسی لئے تھا کہ یہ سورۃ اپنے خاص مضمون اور پیغام کے لحاظ سے آپ کو زیادہ محبوب تھی۔

سورۃ التکاثر:

(۵۶) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْتَطِيعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَشْرَعَ أَلْفَ آيَةٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ؟ قَالُوا وَمَنْ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقْرَأَ أَلْفَ آيَةٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ، قَالَ أَمَّا يَسْتَطِيعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ أَلْفًا كَمَا التَّكَاثُرُ — رواه البيهقي في شعب الایمان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی یہ نہیں کر سکتا کہ روزانہ ایک ہزار آیتیں قرآن پاک کی پڑھ لیا کرے؟ صحابہؓ نے عرض کیا:۔۔۔ حضور! کس میں یہ طاقت ہو کہ روزانہ ایک ہزار آیتیں پڑھے (یعنی یہ بات ہماری استطاعت سے باہر ہے)۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں کوئی اتنا نہیں کر سکتا کہ سورۃ ”الہاکم التکاثر“ پڑھ لیا کرے۔ (شعب الایمان للبیہقی)

(تشریح) قرآن مجید کی بعض بہت چھوٹی سورتیں ایسی ہیں جو اپنے مضمون اور پیغام کی

اہمیت کی وجہ سے سیکڑوں یا ہزاروں آیتوں کے برابر ہیں۔ انہی میں سورۃ تکوین بھی ہے۔ اس میں دنیا پرستی اور آخرت فراموشی پر سخت ضرب لگائی گئی ہے، اور آخرت کے محاسبہ اور دوزخ کے عذاب کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے کہ اگر دل بالکل مُردہ نہ ہو گیا ہو تو اس میں فکر اور بیداری پیدا ہو جانا لازمی ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً اسی لحاظ سے اس کے پڑھنے کو ہزار آیتیں پڑھنے کے قائم مقام بتایا ہے۔ آگے درج ہونے والی بعض حدیثوں میں جن دوسری چھوٹی چھوٹی سورتوں کو نصف قرآن یا تہائی قرآن یا چوتھائی قرآن کے برابر بتایا گیا ہے، ان کے بارے میں بھی اسی طرح سمجھ لینا چاہئے، اور ممکن ہے ان کی تلاوت کا ثواب بھی اسی حساب سے زیادہ عطا فرمایا جائے۔ اللہ کا خزانہ ہمارے وہم و گمان سے زیادہ وسیع ہے۔

سورۃ الزلزال، سورۃ کافرون، سورۃ اخلاص: —————

(۵۷) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " إِذَا زُلْزِلَتْ " تَعْدِلُ نِصْفَ الْقُرْآنِ وَ " قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ " تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ وَ " قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ " تَعْدِلُ رُبْعَ الْقُرْآنِ ————— رواہ الترمذی

حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: — سورۃ " اذا زلزلت " نصف قرآن کے برابر ہے، اور " قل هو الله احد " تہائی قرآن کے برابر ہے، اور " قل يا ايها الكافرين " چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (جامع ترمذی)

(تشریح) سورۃ ”اذ از لزلت“ میں قیامت کا بیان اور اس کی منظر کشی نہایت ہی مؤثر انداز میں کی گئی ہے، اور اسی طرح اس کی آخری آیت: ”فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ“ میں جزا و سزا کا بیان اختصار کے باوجود ایسے مؤثر پیرایہ میں کیا گیا ہے کہ اگر اس موضوع پر پوری کتاب بھی لکھی جائے تو اس سے زیادہ مؤثر نہ ہوگی۔ غالباً اس سورت کی اسی خصوصیت کی وجہ سے اس حدیث میں اس کو نصف قرآن کے برابر بتایا گیا ہے۔ اسی طرح سورۃ اخلاص (قل هو الله احد) میں انتہائی اختصار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی تنزیہ، اور اس کا صفاتی کمال جس معجزانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے وہ بھی اس سورت کی خصوصیت ہے، اور غالباً اسی کی وجہ سے اس کو تہائی قرآن کے برابر فرمایا گیا ہے۔ اور ”قل يا ايها الكافرون“ میں واشترکان طیفہ پر شرک اور اہل شرک کے براہت اور بیزاری کا اعلان کر کے جس طرح خالص توحید کی تعلیم دی گئی ہے (جو دین کی جڑ بنیاد ہے) وہ اس سورت کی خصوصیت ہے اور غالباً اسی کی وجہ سے اس سورت کو اس حدیث میں چوتھائی قرآن کے برابر کہا گیا ہے۔ واللہ اعلم

(۵۸) عَنْ فَزْوَۃَ بِنْتِ نُوْفَلٍ عَنْ أَبِيہِ اَنَّہُ قَالَ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلَیْہِ سَلَامٌ اَقُوْلُہُ اِذَا اَدِیْتُ اِلَی فِرَاشِیْ فَقَالَ اِقْرَءْ ”قُلْ یَا اَیُّہَا الْکُفْرُوْنَ“ فَاِنَّہَا بَرَاءَةٌ مِنَ الشِّرْکِ۔۔۔۔۔ رواہ الترمذی والبداء والنسائی

فروہ بن نوفل اپنے والد ماجد نوفل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:- انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ:- مجھے کوئی ایسی چیز پڑھنے کو بتادیجے، جس کو میں سوتے وقت بستر پر پڑھ لیا کروں؟۔۔۔ آپ نے فرمایا:- ”قُلْ یَا اَیُّہَا الْکُفْرُوْنَ“ پڑھ لیا کرو، اس میں

یہ جنت تم کو جنت میں پہنچا دے گی۔ (جامع ترمذی)

(الفاظ و عبارت کے کچھ فرق کے ساتھ اسی مضمون کی ایک حدیث

امام بخاری نے بھی روایت کی ہے)۔

(۶۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فَقَالَ وَجِبَتْ قُلْتُ وَمَا وَجِبَتْ قَالَ الْجَنَّةُ۔۔۔۔۔ رواه مالک والترمذی والنسائی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ”قل هو الله احد“ پڑھتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا:۔۔۔
”اس کے لئے واجب ہوگئی“۔ میں نے عرض کیا:۔ یا رسول اللہ! کیا چیز واجب ہوگئی؟۔

آپ نے فرمایا: جنت۔۔۔۔۔ (موطا امام مالک جامع ترمذی، سنن نسائی)

(تشریح) صحابہ کرام جنہوں نے تعلیم و تربیت بڑا وہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی تھی اور جو ہر عمل میں آپ کی تقلید اور پیروی کے حریص تھے، ظاہر ہے کہ جب وہ قرآن پاک کی اور خاص کر ان سورتوں اور آیتوں کی تلاوت کرتے ہوں گے جن میں اللہ کی توحید اور صفات کا بیان نہایت مؤثر انداز میں کیا گیا ہے تو دوسروں کو بھی صاف محسوس ہوتا ہوگا کہ یہ ان کے دل کا حال ہے اور ان کی زبان پر اللہ بول رہا ہے۔ اس حدیث میں جن صحابی کے (قل هو الله احد) پڑھنے کا ذکر ہے ان کا حال اس وقت یہی ہوگا اور حضور کو محسوس ہوا ہوگا کہ یہ پوری ایمانی کیفیت اور ایمانی ذوق کے ساتھ ”قل هو الله احد“ پڑھ رہے ہیں۔۔۔۔۔ ایسے شخص کے لئے جنت واجب ہونے میں کیا شبہ ہے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ اس نعمت کا کچھ حصہ ہم کم نصیبوں کو بھی نصیب فرمائے۔

(۶۲) عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنَامَ عَلَى فِرَاشِهِ ثُمَّ قَرَأَ مِائَةَ

مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ يَقُولُ لَهُ
الرَّبُّ يَا عَبْدِي أُذْخِلْ عَلَى يَمِينِكَ الْجَنَّةَ

رواہ الترمذی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بستر پر سونے کا ارادہ کرے، پھر وہ (سونے سے پہلے) سُود فہ سورۃ "قل هو الله احد" پڑھے، تو جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: اے میرے بند! اپنے داہنے ہاتھ پر جنت میں چلا جا۔

(جامع ترمذی)

(تشریح) "عَلَى يَمِينِكَ" (اپنے داہنے ہاتھ پر) کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بندہ حساب کے موقع میں جہاں ہو گا وہاں سے جنت اس کے داہنی جانب ہوگی اور اس سے فرمایا جائے گا کہ: "اپنے داہنے رخ پر چل کر جنت میں چلا جا"۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود جنت کا جو داہنی جانب کا حصہ ہو گا وہ بائیں جانب کے حصے سے افضل ہو گا، اور اس بندے سے فرمایا جائے گا کہ: "تو داہنی جانب والی جنت میں چلا جا"۔ بلاشبہ بڑا مستحسن ہے یہ سُود کہ سونے سے پہلے صرف سُود فہ قل هو الله شریف پڑھنے پر یہ دولت نصیب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کوئی بڑی بات نہیں ہے اللہ کے بعض بندوں کو دیکھا ہے کہ ان کا رات کو سونے سے پہلے کار و زرہ کا معمول اس سے بہت زیادہ ہے۔

معونین :-

(۶۳) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ حَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ تَرَ آيَاتِ أَنْزَلَتْ اللَّيْلَةَ لَمْ يُمْسِكْهُ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۔

رواہ مسلم

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں آج رات جو آیتیں مجھ پر نازل ہوئی ہیں (وہ ایسی بے مثال ہیں کہ) ان کے مثل نہ کبھی دیکھی گئیں نہ سنی گئیں۔ ”قل اعوذ برب الفلق“

اور ”قل اعوذ برب الناس“ (صحیح مسلم)

(تشریح) یہ دونوں سورتیں اس لحاظ سے بے مثال ہیں کہ ان میں اول سے آخر تک تَعُوْذُ یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ لی گئی ہے، ظاہر کے شرور سے بھی اور باطن کے شرور سے بھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان میں شرور سے حفاظت کی بے پناہ تاثیر رکھی ہے، گویا ہر قسم کے شرور سے حفاظت کے لئے یہ حسن حصین ہیں، اور دونوں اختصار کے باوجود نہایت جامع اور کافی دانی ہیں۔

(۶۴) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ بَيَّنَّا اَنَا اَسِيْرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بَيْنَ الْجُحْفَةِ وَالْأَبْوَاءِ اِذْ غَشِيْنَا رَيْحٌ وَظُلُمَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم يَتَعَوَّذُ بِاَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَاعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ وَيَقُوْلُ يَا عَقْبَةُ تَعَوَّذْ بِهُمَا فَمَا تَعَوَّذْ مُتَعَوَّذْ بِمَنْلِهِمَا

رواہ ابو داؤد

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جو جُحْفَةُ اور أَبْوَاء کے درمیان (یہ دونوں دو مشہور مقام تھے مدینہ اور مکہ کے درمیان) اچانک سخت آندھی آگئی اور سخت اندھیری چھا گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دونوں سورتیں (معوذتین) پڑھ کر اللہ سے پناہ مانگنے لگے اور مجھ سے ارشاد فرمانے لگے: عقبہ! تم بھی یہ دو سورتیں پڑھ کر اللہ کی پناہ لو کی پناہ

لینے والے نے من کے مثل پناہ نہیں لی (یعنی اللہ کی پناہ لینے کے لئے کوئی دُعا ایسی نہیں ہے جو ان دونوں سورتوں کے مثل ہو، اس خصوصیت میں یہ بے مثل اور بے مثال ہیں) ————— (صن ابی داؤد)

(تشریح) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی مصیبت اور خطرے کا سامنا ہو تو موعود تین پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ لینی چاہئے، اس سے بہتر بلکہ اس جیسا بھی کوئی دوسرا تہود نہیں ہے۔

(۶۵) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا فَقَرَأَ فِيهِمَا قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَنْسُجُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدٍ يَبْدَأُ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدٍ يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ —

رواہ البخاری و مسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ ہر رات کو جب آرام فرمانے کے لئے اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا لیتے (جس طرح دُعا کے وقت دونوں ہاتھ ملائے جاتے ہیں) پھر ہاتھوں پر ٹھونکتے اور قل هو الله احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے، پھر جہاں تک ہو سکتا اپنے جسم مبارک پر اپنے دونوں ہاتھ پھیرتے، سر مبارک اور ہر ہ مبارک اور جسد اطہر کے سامنے کے حصے سے شروع فرماتے (اس کے بعد باقی جسم پر جہاں تک آپ کے ہاتھ جاسکتے وہاں تک ہاتھ پھیرتے) یہ آپ تین دفعہ کرتے ————— (صحیح بخاری)

(تشریح) رات کو سونے سے پہلے کا یہ مختصر معمول نبویؐ تو بہت آسان ہے، کم از کم اس کا اہتمام

ہم سب کو کرنا چاہئے، اس کی برکات بیان سے باہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

چند مخصوص آیات کی فضیلت اور امتیاز:

مندرجہ بالا احادیث میں جس طرح خاص خاص سورتوں کے فضائل بیان ہوئے ہیں، اسی طرح بعض احادیث میں بعض مخصوص آیات کی فضیلت اور ان کا امتیاز بھی بیان فرمایا گیا ہے اس سلسلہ کی چند حدیثیں ذیل میں پڑھی جائیں۔

آیۃ الکرسی:

(۶۶) عَنْ أَبِي بَنِی كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا الْمُثَنِّنِ اذْكُرْ رَأَيْتُ أُمَّيْ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى مَعَكَ أَعْظَمُ؟ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ يَا أَبَا الْمُثَنِّنِ اذْكُرْ رَأَيْتُ أُمَّيْ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى مَعَكَ أَعْظَمُ؟ قُلْتُ "اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ" قَالَ فَصَرَبَ فِي صَدْرِي وَقَالَ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ يَا أَبَا الْمُثَنِّنِ۔

رواہ مسلم

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی کنیت ابوالمثننہ سے مخاطب کرتے ہوئے) ان سے فرمایا:۔ اے ابوالمثننہ! تم جانتے ہو کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت تمہارے پاس سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ:۔ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے (دکر) فرمایا:۔ اے ابوالمثننہ! تم جانتے ہو کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت تمہارے پاس سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ میں نے عرض کیا:۔ "اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ"۔ تو آپ نے

میرا سینہ ٹھونکا دو گیا اس جواب پر شاباش دی اور فرمایا:۔ اے ابو المنذر! تجھے عیسیٰ

موافق آئے اور مبارک ہو۔ (صحیح مسلم)

(تشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے جواب میں ابی بن کعب نے پہلے عرض کیا کہ ”اللہ ورسولہ اعلم“ (اللہ اور اس کے رسول کو اس کا علم زیادہ ہے کہ کون سی آیت کتاب اللہ میں زیادہ عظمت والی ہے) یہ جواب ادب کے تقاضے کے مطابق تھا، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ وہی سوال فرمایا تو ابی بن کعب نے اپنے علم و فہم کے مطابق جواب دیا کہ میرے خیال میں تو ”اللہ لا الہ الا هو الْحَيُّ الْقَيُّومُ“ یعنی آیت الکرسی قرآن مجید کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کی تصویب فرمائی اور شاباش دی، اور اس شاباش میں ان کا سینہ آپ نے غالباً اس لئے ٹھوکا کہ قلب (جو محل علم و معرفت ہے) وہ سینہ ہی میں ہوتا ہے۔ بہر حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیات قرآنی میں آیت الکرسی سب سے زیادہ با عظمت آیت ہے، اور یہ اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید و تنزیہ اور صفات کمال اور اس کی شانِ عالی کی عظمت و رفعت جس طرح بیان کی گئی ہے وہ اس میں منفرد اور بنیال ہے۔

سورہ بقرہ کی آخری آیتیں:

(۶۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ قَالَ فَأَيُّ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ أَكْبَرُ؟ قَالَ آيَةُ الْكُرْسِيِّ يَا أَلَلَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ قَالَ فَأَيُّ آيَةٍ يَا نَبِيَّ اللَّهِ تُحِبُّ أَنْ تُصِيبَكَ دَأْمَتِكَ؟ قَالَ خَاتِمَةُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فَإِنَّهَا مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى

مِنْ تَحْتِ عَرْشِهِ أَعْطَاهَا هَذِهِ الْأُمَّةَ لَمْ يَكُنْ لَكَ
خَيْرًا مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا اسْتَمَلْتَ عَلَيْهِ -

رواہ الدارمی

ابن عبد الکلامی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! قرآن کی کون سی سورت سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ آپ نے فرمایا: ”قل هو اللہ احد“۔ اُس نے عرض کیا: اور آیتوں میں قرآن کی کون سی آیت زیادہ عظمت والی ہے؟ آپ نے فرمایا: ”آیۃ الکرسی“۔ ”اللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ“۔ اس نے عرض کیا: اور قرآن کی کون سی آیت ہے جس کے بارے میں آپ کی خاص طور سے خواہش ہے کہ اس کا فائدہ اور اس کی برکات آپ کو اور آپ کی امت کو پہنچیں؟ آپ نے فرمایا: سورۃ بقرہ کی آخری آیتیں (”أَمَّا التَّوَسُّلُ“ سے ختم سورۃ تک)۔ پھر آپ نے فرمایا: یہ آیتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اُن خاص انخاص خزانوں میں سے ہیں جو اس کے عرش عظیم کے تحت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات رحمت اس امت کو عطا فرمائی ہیں، یہ دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی اور ہر خیر کو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔

(مسند دارمی)

(تشریح) قل هو اللہ احد اور ”آیۃ الکرسی“ کی عظمت اور امتیاز کے بارے میں اوپر عرض کیا جا چکا ہے۔ سورۃ بقرہ کی آخری آیات کے متعلق جیسا کہ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے بلاشبہ یہ آیتیں اللہ تعالیٰ کے خاص انخاص خزانہ رحمت میں سے ہیں شروع میں ”أَمَّا التَّوَسُّلُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِوَالْمُؤْمِنُونَ“ سے ”لَا تُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ دُسْلِيهِ“ تک ایمان کی تلقین فرمائی گئی ہے، اُس کے بعد ”يَمْعِنَا وَاطْعَنَّا يَسْأَلُ“ اور اطاعت و فرمانبرداری کا عہد لیا گیا ہے، اُس کے بعد ”غُفِرَ لَكَ رَبَّنَا

وَالْيَتَامَىٰ الصَّبِيرَ“ میں ان کوتاہیوں کی معافی اور مغفرت کی استدعا ہے جو ایمان اور عہدِ طاعت کے بعد بھی ہم بندوں سے سُرزد ہوتی ہیں۔ اس کے بعد ”لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا لَّا وُسْعَهَا“ میں کمزور بندوں کو تسلی دی گئی ہے اور اطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا بوجھ بندوں پر نہیں ڈالا جاتا اور کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا جاتا جو ان کی حدِ استطاعت سے باہر ہو۔ اس کے بعد ”رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا“ سے آخرِ سورت تک نہایت جامع دعا کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ بلاشبہ یہ آیتیں بجائے خود رحمتِ الہی کا خزانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قدر شناسی اور ان سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

(۶۸) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نَفِيرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ خَتَمَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ بِآيَتَيْنِ أُعْطِيَتْهُمَا مِنْ كَنْزِهِ الَّذِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَعَلَّمُوهُنَّ وَعَلِّمُوهُنَّ نِسَاءَكُمْ فَإِنَّهُمَا مَهْلُوَةٌ وَقِرْبَانٌ وَدُعَاءُ۔

رواہ الدارمی مسلماً

جبیر بن نفیر تابعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:- اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ کو ایسی دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے جو اُس نے اپنے اُس خاص خزانے سے مجھے عطا فرمائی ہیں جو اُس کے عرشِ عظیم کے تحت ہے۔ تم لوگ ان کو سیکھو اور اپنی خواتین کو سکھاؤ، کیونکہ یہ آیتیں سدا پا رحمت ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے تقرب کا خاص وسیلہ ہیں، اور ان میں بڑی جامع دعا ہے۔

مسند دارمی -

(فائدہ) واضح رہے کہ جبیر بن نفیر جنہوں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے تاہی ہیں، انہوں نے اُن صحابی کا ذکر نہیں کیا جن سے ان کو یہ حدیث پہونچی،

اس لئے یہ حدیث مرسل ہے۔ اسی طرح پہلی حدیث بھی مرسل ہے، کیونکہ اس کے راوی ابی نعیم بن عبد کلاسی بھی تابعی ہیں، انھوں نے بھی کسی صحابی کا حوالہ دیئے بغیر اس کو روایت کیا ہے۔

(۶۹) عَنْ أَبِي مُسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَيَّاتَانِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَأَ بِهِمَا فِي لَيْلَةٍ كَفَّتَاهُ _____ رواه البخاری و مسلم

حضرت ابوسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: سورہ بقرہ کے آخر کی دو آیتیں جو کوئی کسی رات میں ان کو پڑھے گا وہ اس کیلئے کافی ہوں گی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) حدیث کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ جو شخص رات کو بقرہ کی یہ آخری آیتیں پڑھ لے گا وہ انشاء اللہ ہر شر سے محفوظ رہے گا۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص تہجد میں صرف یہی آیتیں پڑھ لے تو اس کے لئے اتنا ہی کافی ہو گا۔ واللہ اعلم۔

آل عمران کی آخری آیات:

(۷۰) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ مَنْ قَرَأَ آخِرَ آلِ عِمْرَانَ فِي آيَةٍ كُتِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ _____ رواه الدارمی

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ: جو شخص کسی رات کو آل عمران کی آخری آیات پڑھے گا اُس کے لئے پوری رات کی ناز کا ثواب لکھا جائے گا۔ (مسند دارمی)

(تشریح) ”آخر آل عمران“ سے مراد ”إِنِّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“ سے ختم سورت تک کی آیات ہیں۔ صحیح روایات میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب تہجد کے لئے اٹھتے تو سب سے پہلے (وضو کرنے سے بھی پہلے) یہی آیات

پڑھتے تھے۔

آل عمران کا یہ آخری رکوع بھی سورہ بقرہ کے آخری رکوع کی طرح نہایت جامع و عا پر مشتمل ہے، اور غالباً اس رکوع کی خاص فضیلت کا راز ان دعائیہ آیات ہی میں مضمر ہے۔ کائنات کی تخلیق میں تفکر کرنے والے اور ہر حال میں اللہ کو یاد کرنے والے بندوں کی زبان سے یہ جامع دعا اس رکوع میں اس طرح ذکر کی گئی ہے: —

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا
سُبْحَانَكَ حَقًّا عَبْدُكَ فَالْتَد
رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلُ النَّارَ
فَعَدَّ آخِرَتَهُ وَمَا
لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ
رَبَّنَا إِنَّا أَسْمِعْنَا
مُسَادِيَّائِنَا دِيَّ الْإِيمَانِ
أَنْ ۝ مَسْوَإِ بِكُمْ
فَا مَسَاقَ رَبَّنَا فَاعْفُ رَنَا
ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا
سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّنَا
مَعَ الْكَافِرِينَ رَبَّنَا
وَإِنَّمَا وَعْدُنَا
عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا
نُخْزِنَا
يَوْمَ الْقِيَمَةِ

اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ کائنات بھری
بے مقصد نہیں پیدا کیا، تو اس بات سے
پاک اور مقدس ہے کہ کوئی عبت کام کرے
(یقیناً اس نبوی زندگی کے بعد جزا و سزا
برحق ہے) سو تو ہمیں دوزخ کے خدا ہے
بچا۔ اے ہمارے رب! جس کو تو نے دوزخ
میں ڈال دیا ہے شک اس کو تو نے رسوا کر دیا
اور ایسے ظالموں کا کوئی بھی حمایتی اور مددگار
نہیں ہوگا۔ اے ہمارے رب! ہم نے
ایک داعی اور منادی کو سنا کہ وہ ایمان
کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ لوگو!
اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ تو ہم ایمان لے آئے۔
اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو بخش دے
ہماری برائیوں کو ہم سے دور کر دے، اور
ہمیں اپنے وفادار اور نیکو کار بندوں کی صف
دنیا سے اٹھا، اور اے ہمارے رب! ہمیں

إِنَّكَ لَا تَخْلِفُ الْمِيعَادَ۔ وہ سب عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں

کی نربانی اہل ایمان کے لئے وعدہ فرمایا ہے، اور ہمیں قیامت کے دن کی
رسوائی سے بچا۔ بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا۔

سورہ آل عمران کے آخری رکوع کی یہ دعا قرآن مجید کی جامع ترین دو تین دعاؤں میں
سے ہے، اور جیسا کہ عرض کیا گیا اس رکوع کی خاص فضیلت ان دعائیہ آیات ہی کی وجہ
سے ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ:۔ جو شخص رات کو یہ آیتیں پڑھے اس کیلئے
پوری رات کے نوافل کا ثواب لکھا جائے گا۔۔۔ ظاہر ہے کہ یہ بات انھوں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے سنی ہوگی۔ حضورؐ سے سُننے بغیر کوئی صحابی اپنی طرف سے ایسی بات نہیں
کہہ سکتے، اس لئے حضرت عثمانؓ کا یہ ارشاد حدیث مرفوع ہی کے حکم میں ہے۔

(فائدہ ۵) اُمّتِ مسلمہ مرحومہ پر اللہ تعالیٰ کی جو خاص رحمتیں ہیں اُن میں سے ایک
یہ بھی ہے کہ تھوڑے عمل پر بڑے اجر و ثواب کی بہت سی صورتیں اور بہت سے طریقے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس اُمّت کو بتلائے گئے ہیں، تاکہ جو لوگ اپنے خاص حالات کی
وجہ سے بڑے بڑے عمل نہ کر سکیں وہ یہ چھوٹے چھوٹے عمل کر کے ہی اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات
کے مستحق ہو سکیں۔

مندرجہ بالا حدیثیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص خاص سورتوں اور
مخصوص آیتوں کے فضائل بیان فرمائے ہیں یہ اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ ان کا مقصد یہی ہو کہ
بہت سے بندے جو اپنے خاص حالات کی وجہ سے قرآن مجید کی بہت زیادہ تلاوت نہیں کر سکتے
وہ ان مخصوص سورتوں اور آیتوں کی تلاوت کے ذریعہ بڑے اجر و ثواب اور اللہ تعالیٰ کی
خاص عنایات کے قابل ہو جائیں۔ اس لئے ان حدیثوں کا حق ہے کہ ان پر یقین کر کے ان سورتوں
اور آیات کی تلاوت کا ہم خاص طور سے اہتمام کریں، تاکہ اللہ تعالیٰ کے خاص الطاف و عنایات

میں ہمارا بھی حصہ ہو۔ بلاشبہ ہم بڑے محروم ہیں اگر اتنا بھی نہ کر سکیں۔



یہاں تک جو نشر حدیثیں درج ہوئیں وہ ”ذکر اللہ“ اور
”تلاوت قرآن مجید“ سے متعلق تھیں۔

آگے وہ حدیثیں پیش کی جا رہی ہیں جن کا تعلق بابِ دُعا سے ہو
ان میں وہ بھی ہیں جن میں دُعا کی عظمت و اہمیت بیان فرمائی
گئی ہے۔ وہ بھی ہیں جن میں دُعا سے متعلق ہدایات
دی گئی ہیں۔ وہ بھی ہیں جن میں اللہ کے حضور میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں محفوظ کر کے پیش کی گئی ہیں جو
امت کے لئے آپ کی عظیم ترین میراث ہیں۔ انھیں
استغفار اور دُعا شرعیہ سے متعلق احادیث ہیں۔

دَعَا

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کمالات و امتیازات سے نوازا ان میں سب بڑا امتیاز و کمال عہدیت کا ملکہ کا مقام ہے۔

عہدیت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے حضور میں انتہائی تذلل، بندگی و سرفکندگی عاجزی و لاجاری اور محتاجی و مسکینی کا پورا پورا اظہار اور یہ یقین کرتے ہوئے کہ سب کچھ اُنہی کے قبضہ و اختیار میں ہے، اس کے در کی فقیری و گدائی۔ اس سب کے مجموعہ کا عنوان

مقام عہدیت ہے، جو تمام مقامات میں اعلیٰ و بالا ہے اور بلاشبہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں کامل ترین اور سب پر فائق ہیں اور اسی لئے افضل مخلوقات اور اشرف کائنات ہیں۔ قاعدہ ہے کہ

ہر چیز اپنے مقصد کے لحاظ سے کامل یا ناقص سمجھی جاتی ہے مثلاً گھوڑا جس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے یعنی سواری اور تیز رفتاری، اس کو بڑھیا یا گھٹیا اسی مقصد کے پیمانے سے سمجھا جائے گا۔ اسی طرح گائے یا بھینس کا جو مقصد ہے یعنی دودھ کا حاصل ہونا اس کی قدر و قیمت دودھ کی کمی یا زیادتی ہی کے حساب سے لگائی جائے گی، و قس علی ہذا۔

انسان کی تخلیق کا مقصد اس کے پیدا کرنے والے نے عہدیت اور عبادت بتایا ہے: ”وَمَا خَلَقْتُ الْإِنْسَانَ إِلَّا لِيَعْبُدُنِي“ اس لئے سب افضل و اشرف انسان وہی ہو گا جو اس مقصد میں سب سے اکمل و فائق ہو پس سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جو کہ کمالِ عبدیت میں سب سے فائق ہیں اس لئے آپ افضل مخلوقات اور اشرف کائنات ہیں اور اسی وجہ سے قرآن مجید میں جہاں جہاں آپ کے بلند ترین خصائص و کمالات اور اللہ تعالیٰ کے آپ پر خاص انخاص انعامات کا ذکر کیا گیا ہے وہاں معزز ترین لقب کے طور پر آپ کو عبد ہی کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے۔ معراج کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ اسراء میں فرمایا گیا ہے: "سُبْحَنَ الَّذِیْ اَسْرَعَ بِعَبْدِہٖ"۔ پھر اسی سفرِ معراج کی آخری منزلوں کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ البقرہ میں فرمایا گیا: "فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی"۔ اور سب سے بڑی نعمت و دولت قرآن حکیم کی تنزیل کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ فرقان میں ارشاد فرمایا گیا: "تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ"۔ اور سورۃ کہف میں فرمایا گیا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہٖ الْکِتَابَ"۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بندوں کے مقامات میں سب سے بلند عبدیت کا مقام ہے اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام کے امام یعنی اس وصفِ خاص میں سب پر فائق ہیں۔ اور دُعا جو کہ عبدیت کا جوہر اور خاص منظر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے وقت (بشرطیکہ حقیقی دُعا ہو) بند کا ظاہر و باطن عبدیت میں ڈوبا ہوتا ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و اوصاف میں غالب ترین وصف اور حال دُعا کا ہے، اور اُمت کو آپ کے ذریعہ روحانی دولتوں کے جو عظیم خزانے ملے ہیں اُن میں سب سے بیش قیمت خزانہ اُن دُعاؤں کا ہے جو مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ سے خود آپ نے کیں یا اُمت کو ان کی تلقین فرمائی۔

ان میں سے کچھ دُعاؤں میں جن کا تعلق خاص حالات یا اوقات اور مخصوص مقاصد حاجات سے ہے، اور زیادہ تر وہ ہیں جن کی نوعیت عمومی ہے۔ ان دُعاؤں کی قدر و قیمت اور افادیت کا ایک عام عملی پہلو تو یہ ہے کہ ان سے دُعا کرنے اور اللہ سے اپنی حاجتیں مانگنے کا سلیقہ اور طریقہ معلوم ہوتا ہے اور اس باب میں وہ رہنمائی ملتی ہے جو کہیں سے نہیں مل سکتی۔ اور ایک دوسرا خاص علمی اور عرفانی پہلو یہ ہے کہ ان سے پتہ چلتا ہے کہ محولی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی رُوح پاک کو اللہ تعالیٰ سے کتنی گہری اور ہمہ وقتی وابستگی تھی اور آپ کے قلب پر اس کا جلال و جمال کس قدر چھایا ہوا تھا، اور اپنی اور ساری کائنات کی بے بسی و لاچارگی اور ملک الملک کی قدرتِ کاملہ اور ہمہ گیر رحمت و ربوبیت پر آپ کو کس درجہ یقین تھا کہ گویا یہ آپ کے لئے غیب نہیں شہود تھا۔۔۔ حدیث کے ذخیرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سیکڑوں دُعائیں محفوظ ہیں اُن میں اگر تفکر کیا جائے تو کھلے طور پر محسوس ہوگا کہ ان میں سے ہر دُعا معرفتِ الہی کا شاہکار اور آپ کے کمالِ رُوحانی و خدا آشنائی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ آپ کے صدقِ تعلق کا مستقبل برہان ہے، اور اس لحاظ سے ہر ماثور دُعا بجللِ خود آپ کا ایک روشن معجزہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

اس عاجز و ناقمِ سطوہ کا دستور ہے کہ جب کبھی پڑھے لکھے اور سمجھ دار غیر مسلموں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کرانے کا موقع ملتا ہے تو آپ کی کچھ دُعائیں ان کو ضرور سُنا تا ہوں۔ قریب قریب سو فی صدی تجربہ ہے کہ وہ ہر چیز سے زیادہ آپ کی دُعائوں سے متاثر ہوتے ہیں اور آپ کے کمالِ خدائی و خدا شناسی میں ان کو شبہ نہیں رہتا۔

اس قہید کے بعد پہلے چند وہ حدیثیں پڑھئے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنے کی ترغیب دی ہے اور اس کی برکتیں بیان فرمائی ہیں، یاد دہا کے آداب بتائے ہیں یا اس کے بارے میں کچھ ہدایتیں دی ہیں۔ ان کے بعد ایک خاص ترتیب کے ساتھ وہ حدیثیں درج کی جائیں گی جن میں وہ دُعائیں مذکور ہیں جو مختلف موقعوں پر آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں کیں، یا اُمت کو جن کی تلقین فرمائی۔

دُعا کا مقام اور اس کی عظمت: —————

(۱) عَنْ الثَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَأَ

مَوْ قَالَ رَبِّكُمْ اِذْ عُوْنِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ اَلَا اَنْتَ يَسْكُرُونَ
عَنْ عِبَادَتِي مَعِي خُلُوتَ جَهَنَّمَ فَاَخِيضِيْن ۝

رواہ احمد و الترمذی و ابوداؤد و النسائی و ابن ماجہ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محل اشتر علیٰ بشرطہ وسلم نے فرمایا: ”دُعائیں عبادت ہے۔“ اس کے بعد آپ نے سند کے طور پر یہ آیت پڑھی۔
”وَقَالَ رَبِّكُمْ اِذْ عُوْنِي الْخ“ (تھامے رب کا فرماں ہے کہ مجھ سے دُعا کرو اور مانگو، میں قبول کروں گا اور تم کو دوں گا، جو لوگ میری عبادت سے منکبرانہ روگردانی کریں گے اُن کو ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں جانا ہوگا)۔

— (مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ)

(تشریح) اصل حدیث صرف اتنی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”دُعائیں عبادت ہے۔“ غالباً حضورؐ کے اس ارشاد کاغشایہ ہے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ بسکد جس طرح اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کے لئے دوسری محنتیں اور کوششیں کرتے ہیں اُسی طرح کی ایک کوشش دُعا بھی ہے، جو اگر قبول ہوگئی تو بندہ کامیاب ہو گیا اور اس کو کوشش کا پھل مل گیا، اور اگر قبول نہ ہوئی تو وہ کوشش بھی رائیگاں گئی۔ بلکہ دُعا کی ایک مخصوص نوعیت ہے اور وہ یہ کہ وہ حصول مقصد کا وسیلہ ہونے کے علاوہ بذات خود عبادت ہو، اور عین عبادت ہے اور اس پہلو سے وہ بسکد کا ایک مقدس عمل ہے جس کا پھل اس کو آخرت میں ضرور ملے گا۔ جو آیت آپ نے سند کے طور پر تلاوت فرمائی اُس سے یہ بات صراحۃً معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُعا عین عبادت ہے۔ اُس کے درج ہونے والی دوسری حدیث میں دُعا کو عبادت کا مغز اور جوہر فرمایا گیا ہے۔

(۶۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اَللّٰهُ عَامٌ مِّنْ الْعِبَادَةِ ————— رواہ احمد و الترمذی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دُعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔ (جامع ترمذی)

(تشریح) عبادت کی حقیقت ہے اللہ کے حضور میں خضوع و تذلل اور اپنی بندگی و محتاجی کا مظاہرہ اور دُعا کا جزو دُکھ اور اول و آخر اور ظاہر و باطن یہی ہے، اس لئے دُعا بلاشبہ عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔

(۳۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللَّهِ مِنَ الدُّعَاءِ۔

رواہ الترمذی وابن ماجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ کے یہاں کوئی چیز اور کوئی عمل دُعا سے زیادہ عزیز نہیں۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

(تشریح) جب یہ معلوم ہو چکا کہ دُعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے اور عبادت ہی انسان کی تخلیق کا اصل مقصد ہے تو یہ بات خود بخود متعین ہو گئی کہ انسانوں کے اعمال و احوال میں دُعا ہی سب سے زیادہ محترم اور قیمتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت کو کھینچنے کی سب سے زیادہ طاقت اسی میں ہے۔

(۳۴) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَتِمَ لَهُ مِنْكُمْ يَابَ الدُّعَاءِ فَتَحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَمَا سِئَلَ اللَّهُ شَيْئًا يَعْنِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يُسْأَلَ الْعَافِيَةَ۔

رواہ الترمذی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس کے لئے دُعا کلام و ازہ کھل گیا اُس کے لئے رحمت کے

دروازے کھل گئے۔ اور اللہ کو سوالوں اور دُعاؤں میں سب سے زیادہ محبوب ہے کہ بتِ دُعا سے عافیت کی دُعا کریں یعنی کوئی دُعا اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ محبوب نہیں۔
(جامع ترمذی)

(تشریح) عافیت کا مطلب ہے تمام ذیوی و غروی اور ظاہری و باطنی آفات اور بلیات سے سلامتی اور تحفظ۔ تو جو شخص اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دُعا مانگتا ہے وہ بڑا اس بات کا اعتراف اور اظہار کرتا ہے کہ اللہ کی حفاظت اور کرم کے بغیر وہ زندہ اور سلامت بھی نہیں رہ سکتا اور کسی جھوٹی یا ٹھہری مصیبت اور تکلیف سے اپنے کو نہیں بچا سکتا۔ پس ایسی دُعا اپنی کامل عاجزی و بے بسی اور سراپا محتاجی کا مظاہرہ ہے اور یہی کمالِ عبدیت ہے اس لئے عافیت کی دُعا اللہ تعالیٰ کو سب دُعاؤں سے زیادہ محبوب ہے۔ دوسری بات حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ جس کے لئے دُعا کا دروازہ کھل گیا یعنی جس کو دُعا کی حقیقت نصیب ہو گئی اور اللہ سے مانگنا آگیا اُس کے لئے رحمتِ آسمانی کے دروازے کھل گئے۔ دُعا دراصل اُن دُعائیہ الفاظ کا نام نہیں ہے جو زبان سے ادا ہوتے ہیں، ان الفاظ کو تو زیادہ سے زیادہ دُعا کہا جا سکتا ہے۔ دُعا کی حقیقت انسان کے قلب اور اُس کی رُوح کی طلب اور تڑپ ہے، اور حدیثِ پاک میں اس کیفیت کے نصیب ہونے ہی کو بابِ دُعا کے کھل جانے سے تعبیر کیا گیا ہے، اور جب بندہ کو وہ نصیب ہو جائے تو اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل ہی جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔

(۷۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ۔

رواہ الترمذی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اللہ سے نہ مانگے اس پر اللہ تعالیٰ غلامن ہوتا ہے۔۔۔ (جامع ترمذی)

(تشریح) دنیا میں کوئی نہیں ہے جو سوال نہ کرنے سے ناراض ہوتا ہو، ماں باپ تک کا یہ حال ہوتا ہے کہ اگر بچہ ہر وقت مانگے اور سوال کرے تو وہ بھی چڑھ جاتے ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ ایسا رحیم و کریم اور بندوں پر اتنا مہربان ہے کہ جو بندہ اس سے نہ مانگے وہ اس سے ناراض ہوتا ہے اور مانگنے پر اسے پیارا آتا ہے۔ اور حدیث گزیر چکی ہے کہ اللہ کی نگاہ میں بند کا سب سے عزیز اور قیمتی عمل دُعا اور سوال ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَا رَبِّ الْعَالَمِينَ دُكَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ!

(۶۶) عَنْ إِبْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يُسْأَلَ وَأَفْضَلُ الْعِبَادَةِ أَنْ تَنْتَظِرَ الْقَدَرِ

رواہ الترمذی

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے اس کا فضل مانگو (یعنی دُعا کرو کہ وہ فضل و کرم فرمائے) کیونکہ اللہ کو یہ بات محبوب ہے کہ اس کے بند اس سے دُعا کریں اور مانگیں! اور فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کے کرم سے اُمید رکھتے ہوئے اس بات کا انتظار کرنا کہ وہ بلا اور پریشانی کو اپنے کرم سے دور فرمائے گا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے (کیونکہ اس میں عاجزانہ اور سائلانہ طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہے) (جامع ترمذی)

دُعا کی مقبولیت اور نافعیت:

(۶۷) عَنْ إِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَنْزِلُ وَمَعَالَهُ يَنْزِلُ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللَّهِ بِالْدُّعَاءِ۔

رواہ الترمذی ورواہ احمد بن حنبل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "معا کا آغا نفع مند ہوتی ہے ان حوادث میں بھی جو نازل ہو چکے ہیں ادا ان میں بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئے، پس اسے خدا کے بند و دعا کا اہتمام کرو۔" (جامع ترمذی)

(ادولہام احمد نے سند میں اس حدیث کو بھائے عبداللہ بن عمر کے صحابہ بن حبل سے روایت کیا ہے)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ جو بلا اور مصیبت ابھی نازل نہیں ہوئی، بلکہ اس کا صرف خطرہ اور اندیشہ ہے، اُس سے حفاظت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے، انشاء اللہ نفع مند ہوگی۔ اور جو بلا یا مصیبت نازل ہو چکی ہے اُس کے دفعیہ کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے، انشاء اللہ وہ بھی نافع ہوگی، اور اللہ تعالیٰ اُس کو وہ فائدہ عافیت نصیب فرمائے گا۔

(۷۸) عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنْ رَجَلُكُمْ حَيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي مِنْ عَبْدٍ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ
أَنْ يَرُدَّهُمَا صَغِيرًا _____ رواه الترمذی والبوداؤد

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "تمہارے پروردگار میں بدرجہ غایت حیا اور کرم کی صفت ہے، جب بندہ اس کے آگے مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اُس کو شرم آتی ہے کہ ان کو خالی واپس کرے (کچھ نہ کچھ عطا فرمانے کا فیصلہ ضرور فرماتا ہے)۔"

(جامع ترمذی سنن ابی داؤد)

(۷۹) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَنْصِلُكُمْ مِنْ حَدِّ وَكُمُ وَيَدٌ لَكُمْ
أَذْرَاكُمْ تَدْعُونَ اللَّهَ فِي لَيْلِكُمْ وَنَهَارِكُمْ فَإِنَّ اللَّهَ عَا
صِلَاحَ الْمُؤْمِنِينَ _____ رواه ابوہریرہ فی مسندہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

کیا میں تمہیں وہ عمل بتاؤں جو تمہارے دشمنوں سے تمہارا بچاؤ کرے اور تمہیں بھرپور روزی
 ملائے۔۔۔۔۔ وہ یہ ہے کہ اپنے اللہ سے دُعا کیا کرو رات میں اور دن میں، کیونکہ دُعا
 مومن کا خاص ہتھیار یعنی اس کی خاص طاقت ہے۔۔۔۔۔ (مسند ابوی حنیفہ)

(تشریح) دُعا دراصل وہی ہے جو دل کی گہرائی سے اور اس یقین کی بنیاد پر ہو کہ زمین و آسمان کے
 سامنے خزانے صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ و اختیار میں ہیں، اور وہ اپنے در کے سالکوں، مانگنے
 والوں کو عطا فرماتا ہے، اور مجھے جب ہی ملے گا جب وہ عطا فرمائے گا، اس کے در کے سوا میں
 کہیں سے نہیں پاسکتا۔ اس یقین اور اپنی سخت محتاجی اور کامل بے بسی کے احساس سے
 بندہ کے دل میں جو خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے جس کو قرآن مجید میں ”اضطرار“ سے تعبیر کیا گیا ہے
 وہ دُعا کی رُوح ہے، اور یہ واقعہ ہے کہ کوئی بندہ جب اس اندرونی کیفیت کے ساتھ کشمکش
 کے حملہ سے یا کسی دوسری بلا اور آفت سے بچاؤ کے لئے یا وسعتِ رزق یا اس قسم کی کسی دوسری
 عام و خاص حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے تو اس کریم کا عام دستور ہے کہ وہ دُعا
 قبول فرماتا ہے، اس لئے بلاشبہ دُعا ان بندوں کا بہت بڑا ہتھیار اور میگزین ہے جن کو
 ایمان و یقین کی دولت اور دُعا کی رُوح و حقیقت نصیب ہو۔

دُعا سے متعلق ہدایات :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کے بارے میں کچھ ہدایات بھی دی ہیں،
 ضروری ہے کہ دُعا کرنے والے بندہ ان کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں۔

(۸۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْعُوا اللَّهَ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالْإِجَابَةِ وَاعْلَمُوا
 أَنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَجِيبُ دُعَاءَ مَنْ قَلَبٍ غَافِلٍ لَكَ وَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ سے مانگو اور دُعا کرو تو اس یقین کے ساتھ کرو کہ وہ ضرور قبول کرے گا اور عطا فرمائے گا اور جان لو اور یاد رکھو کہ اللہ اس کی دُعا قبول نہیں کرتا جس کا دل (دُعا کے وقت) اللہ سے غافل اور بے پروا ہو۔ (جامع ترمذی)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ دُعا کے وقت دل کو پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور اس کی کوئی چیز نگاہ رکھتے ہوئے یقین کے ساتھ قبولیت کی امید رکھنی چاہئے، تذبذب اور بے یقینی کے ساتھ جو دُعا ہوگی وہ بے جان اور رُوح سے خالی ہوگی۔

(۸۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ شِئْتَ اِرْحَمْنِيْ اِنْ شِئْتَ اَرْزُقْنِيْ اِنْ شِئْتَ وَ لِيُعْزِمَ مَسْئَلَتُهُ اِنَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَلَا مُكْرَهَ لَهُ۔

رواہ البخاری

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی دُعا کرے تو اس طرح نہ کہے کہ: اے اللہ! تو اگر چاہے تو مجھے بخش دے، اور تو چاہے تو مجھ پر رحمت فرما، اور تو چاہے تو مجھے روزی دے، بلکہ اپنی طرف سے عزم اور قطعیت کے ساتھ اللہ کے حضور میں اپنی مانگ رکھے۔ بے شک وہ کرے گا وہی جو چاہے گا۔ کوئی ایسا نہیں جو زور ڈال کر اس سے کرا سکے۔

(صحیح بخاری)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ عاجزی اور محتاجی اور گدائی کا تقاضا یہی ہے کہ بندہ اپنے رب کریم سے بغیر کسی شک اور تذبذب کے اپنی حاجت مانگے، اس طرح نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو ایسا کر دے، اس میں استغنا کا شائبہ ہے اور یہ مقام عبدیت اور

دُعا کے منافی ہے، نیز ایسی دُعا کبھی جائز اور دُعا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے نبیؐ کو چاہئے کہ اپنی طرف سے اس طرح عرض کرے کہ: میرے مولا! میری یہ حاجت تو پوری کر ہی دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو کچھ کرے گا وہ اپنے ارادہ اور مشیت سے کرے گا، کوئی ایسا نہیں ہے جو زور ڈال کر اس کی مشیت کے خلاف اُس سے کچھ کرالے۔

(۸۲) عَنْ آئِي هُرَيْثَةَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَكْتَسِبَ حَيْبَ اللَّهِ لَهُ
عِنْدَ الشَّيْءِ إِذْ قَلِيكَ كَثْرَالِدَّ عَاءَ فِي الرُّخَاءِ۔

رواہ الترمذی

جو کوئی یہ چاہے کہ پریشانیوں اور تنگیوں کے وقت اللہ تعالیٰ اس کی دُعا قبول فرمائے، تو اس کو چاہئے کہ عافیت اور خوش حالی کے زمانہ میں دُعا زیادہ کیا کرے۔

(جامع ترمذی)

(تشریح) یہ تجربہ اور واقعہ ہے کہ جو لوگ صرف پریشانی اور مصیبت کے وقت ہی خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اُسی وقت اُن کے ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھتے ہیں، اُن کا رابطہ اللہ کے ساتھ بہت ضعیف ہوتا ہے، اور خدا کی رحمت پر اُن کو وہ اعتماد نہیں ہوتا جس سے دُعا میں رُوح اور جان پیدا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جو بنسہرہ حال میں اللہ سے مانگنے کے عادی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا رابطہ قوی ہوتا ہے اور اللہ کے کرم اور اس کی رحمت پر اُن کو بہت زیادہ اعتماد اور بھروسہ ہوتا ہے، اس لئے ان کی دُعا قدرتی طور پر جائز اور جوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہی ہدایت دی ہے کہ بندوں کو چاہئے کہ عافیت اور خوش حالی کے دنوں میں بھی وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ دُعا کیا کریں اور مانگا کریں اس سے ان کو وہ مقام حاصل ہو گا کہ پریشانیوں اور تنگیوں کے پیش آنے پر جب وہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں گے تو ان کی دُعا خاص طور سے قبول ہوگی۔

دُعائیں عجلت طلبی کی ممانعت :-

دُعائے بند کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں معروضہ کی پیشی ہے، اور وہ مالک کل اور قادرِ مطلق ہے، چاہے تو اسی لمحہ دعا کرنے والے بندہ کو وہ عطا فرمادے جو وہ مانگ رہا ہے لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ وہ ظُلم و جَہول بندے کی خواہش کی ایسی پابندی کرے۔ بلکہ ایسا اوقات خود اُس بندے کی مصلحت اسی میں ہوتی ہے کہ اس کی مانگ جلد پوری نہ ہو۔ لیکن انسان کے غیر میں جو جلد بازی ہے اُس کی وجہ سے وہ چاہتا ہے کہ جس مانگ رہا ہو وہ مجھے فوراً مل جائے، اور جب ایسا نہیں ہوتا تو وہ مایوس ہو کر دعا کرنا بھی چھوڑ دیتا ہے۔ یہ انسان کی وہ غلطی ہے جس کی وجہ سے وہ قبولیت دعا کا مستحق نہیں رہتا، اور گویا اُس کی یہ جلد بازی ہی اُس کی محرومی کا باعث بن جاتی ہے۔

(۸۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يُعْجَلْ فَيَقُولُ قَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِي

رواہ البخاری و مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تمہاری دعائیں اُس وقت تک قابل قبول ہوتی ہیں جب تک کہ جلد بازی سے کام نہ لیا جائے۔ (جلد بازی یہ ہے) کہ بندہ کہنے لگے کہ میں نے دعا کی تھی مگر وہ قبول ہی نہیں ہوئی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ بندہ اس جلد بازی اور مایوسی کی وجہ سے قبولیت کا استحقاق کھو دیتا ہے، اس لئے چاہئے کہ بندہ ہمیشہ اس کے در کا فقیر بن رہے اور مانگتا رہے یقین کرے کہ اگرچہ لڑا محین کی رحمت دیر سویر ضرور اس کی طرف متوجہ ہوگی۔ کبھی کبھی بہت سے بندوں کی دعا جو وہ بڑے اخلاص و مضطر سے کرتے ہیں اس لئے بھی جلدی قبول نہیں کی جاتی کہ

اس دُعا کا تسلسل ان کے لئے ترقی اور تقرب الی اللہ کا خاص ذریعہ ہوتا ہے، مگر ان کی خشار کے مطابق ان کی دُعا جلدی قبول کر لی جائے تو اس عظیم نعمت سے وہ محروم رہ جائیں۔

حرام کھانے اور پہننے والے کی دُعا قبول نہیں:

(۸۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَلَئِنْ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ "يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ" وَقَالَ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُّوْا مِنَ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ" ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَعُنْدِي بِأُحْدَامٍ فَأَنَّى يُسْتَجَابَ لِذَلِكَ۔

رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ لوگو اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک ہی کو قبول کرتا ہے، اور اُس نے اس بارے میں جو حکم اپنے پیغمبروں کو دیا ہے وہی اپنے سب مومن بندوں کو دیا ہے۔ پیغمبروں کے لئے اس کا شہادہ ہے:۔ "لے رسول! تم کھاؤ پاک اور حلال غذا، اور عمل کرو صالح، میں خوب جاننا ہوں تمہارے اعمال:۔ اور اہل ایمان کو مخاطب کر کے اس نے فرمایا ہے کہ:۔ "لے ایمان والو! تم ہمارے رزق میں سے حلال اور طیب کھاؤ (اور حرام سے بچو)"۔ اس کے بعد حضور نے ذکر فرمایا ایک ایسے آدمی کا جو طویل سفر کر کے کسی مقدس مقام پہنچا

ایسی حالت میں جانا ہے کہ اس کے بال پراگندہ ہیں اور جسم اور کپڑوں پر گرد و خرابی ہے،
اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کے دعا کرتا ہے: "لے لے میرے رب! لے لے میرے رب! لے لے میرے رب! لے لے میرے رب!"
اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس بھی حرام ہے،
اور حرام خدا سے اس کا نشوونما ہوا ہے، تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی۔

(صحیح مسلم)

(تشریح) آج بہت سے دعا کرنے والوں کے دلوں میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ جب دعا اور
اس کی قبولیت برحق ہے اور دعا کرنے والوں کے لئے اللہ کا وعدہ ہے: "أَدْعُونِي أَجِبْكُمْ" (تم دعا کرو میں قبول کروں گا) تو پھر ہماری دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں؟
اس حدیث میں اس کا پورا جواب ہے۔ آج دعا کرنے والوں میں کتنے ہیں جن کو اطمینان ہو کہ
وہ جو کھا رہے ہیں جو پی رہے ہیں جو پہن رہے ہیں وہ سب حلال اور طیب ہے۔ اللہ تعالیٰ
ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

وہ دعائیں جن کی ممانعت ہے:

انسان بے ضمیر اور جلد گھبرا جانے والا ہے، اور اس کا علم بھی بہت محدود اور ناقص ہے
اس لئے بعض اوقات وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی دعائیں بھی کرنے لگتا ہے جو اگر قبول ہو جائیں
تو اس میں خود ایسی کا خسارہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دعاؤں سے
منع فرمایا ہے۔

(۸۵) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ وَلَا
تَدْعُوا عَلَى أَمْوَالِكُمْ لَا تُوَافِقُوا مِنْ اللَّهِ سَاعَةً يُنْزِلَ
فِيهَا عَطَاءً فَيَسْتَجِيبَ لَكُمْ

رواہ مسلم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کبھی اپنے حق میں یا اپنی اولاد اور مال و جائیداد کے حق میں بددعا نہ کرو، بلکہ وہ وقت دعا کی قبولیت کا ہو، اور تمہاری وہ دعا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے (جس کے نتیجہ میں خود تم پر یا تمہاری اولاد یا مال و جائیداد پر کوئی آفت آجائے)۔

(صحیح مسلم)

(۸۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَتَّى أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ وَلَا يَدْعُ بِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُ إِيَّاهُ إِذَا مَاتَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ وَرَأَيْتُ لَوْ لَا يَزِيدُ الْمُؤْمِنَ عُمْرُهُ إِلَّا خَيْرًا _____ رواه مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنی موت کی تمنا نہ کرے، نہ جلدی موت آنے کے لئے اللہ سے دعا کرے، کیونکہ جب موت آجائے گی تو عمل کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور اللہ کی رضا و رحمت حاصل کرنے والا کوئی عمل بندہ نہیں کر سکے گا، جو عمل بھی کیا جاسکتا ہے جیسے جی ہی کیا جاسکتا ہے اور بندہ مومن کی عمر تو اس کے لئے خیر ہی میں اضافہ اور ترقی کا وسیلہ ہے (اس لئے موت کی تمنا اور دعا کرنا بڑی غلطی ہے)۔

(صحیح مسلم)

(۸۷) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْعُوا بِالْمَوْتِ وَلَا تَسْتَمْتُوهُ فَمَنْ كَانَ دَاعِيًا لَا بُدَّ فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي _____ رواه النسائي

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمادے۔ تم لوگ موت کی دعا اور تمنا نہ کرو، اگر کوئی آدمی ایسی دعا کے لئے مضطرب ہو اور اسے کسی وجہ سے زندگی اس کے لئے دو بھروسہ (تو اللہ کے حضور میں یوں عرض کرے)۔ اے اللہ! جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہے مجھے زبردستی مرنے کا اور جب میرے لئے موت بہتر ہے تو دنیا مجھے اٹھالے! (سنن نسائی)

(تشریح) ان حدیثوں میں دراصل موت کی اُس دعا اور تمنا سے ممانعت فرمائی گئی ہے جو کسی تکلیف اور پریشانی سے تنگ، اگر زبان پر آجاتی ہے بعض حدیثوں کے الفاظ میں اس کی صراحت بھی ہے۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:-
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ أَوْحَى إِلَيَّ أَنَّهُ لَا يَمُوتُ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ لِيُصْبِحَ نَزْلًا بِهِ: الْحَدَّثُ (تم میں سے کوئی کسی پریشانی آجانے والی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے)۔

اس صورت میں موت کی تمنا اور دعا سے ممانعت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ صبر کی صفت کے خلاف ہے، اور دوسری اس سے بھی اہم وجہ یہ ہے کہ آدمی جب تک زندہ ہو اُس کے لئے توبہ و استغفار کے ذریعہ اپنے کو پاک صاف کرنے کا اور حسنات و طاعات کے ذریعہ اپنے ذخیرہ آخرت میں اضافہ اور اللہ تعالیٰ کا مزید تقرب حاصل کرنے کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ پس موت کی دعا اس کھلے دروازے کو بند کرنے کی دعا ہے، اور ظاہر ہے کہ اس میں بندہ کے لئے خسارہ ہی خاصا ہے۔ البتہ اللہ کے خاص مقرب بننے کے رجب ان کا وقت موعود قریب آتا ہے تو لقاء اُنہی کے غلبہ حقوق کی وجہ سے کبھی کبھی ان سے موت کی تمنا اور دعا کا ظہور بھی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا:- قَاتِلُوا الشَّيْطَانَ فَلَا ذِمِّنَ أَنْتَ وَلَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَخْرِجْنِي مِنَ الظُّلُمَاتِ

میں نے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے تو ہی میرا مولا ہے دنیا اور آخرت میں، مجھے اٹھالے اس حالت میں کہ تیرا فرمانبردار بندہ ہوں، اور مجھے ساتھ کر دے اپنے اچھے نیک بندوں کے۔ ۱۱

اور آخری وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا: اَللّٰهُمَّ الرَّفِیقَ الْاَعْلٰی
(اے اللہ! میں رفیقِ اعلیٰ کا طالبِ سائل ہوں) اسی قبیل سے ہیں۔ واللہ اعلم۔

دُعا کے چند آداب :

(دوسرے سے پہلے اپنے لئے دعا)

دُعا کا ایک ادب یہ ہے کہ جب کسی دوسرے کیلئے دُعا کرنی ہو تو پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے مانگے اس کے بعد دوسرے کے لئے۔ اگر صرف دوسرے کے لئے مانگے گا تو اسکی حیثیت محتاجِ سائل کی نہ ہوگی، بلکہ صرف ”سفارشی“ کی سی ہوگی، اور یہ بات دربارِ اسی کے کسی مستغنا کے لئے مناسب نہیں ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی دستور تھا کہ جب آپ کسی دوسرے کے لئے دُعا فرمانا چاہتے تو پہلے اپنے لئے مانگتے۔ عیدیتِ کاملہ کا تقاضہ یہی تھا۔

(۸۸) عَنْ أَبِي بَنِی كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَكَرَ أَحَدًا فَكَانَ عَالَةً بَدَأَ بِنَفْسِهِ۔

رواہ الترمذی

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو یاد فرماتے اور اس کے لئے دُعا کرنا چاہتے تو پہلے اپنے لئے مانگتے، پھر اُس شخص کے لئے دُعا فرماتے۔ (جامع ترمذی)

ہاتھ اٹھا کے دُعا کرنا:

(۸۹) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَلُوا اللَّهَ بِمِطْوَنٍ اَكْفَمَكُمْ وَلَا تَسْأَلُوهُ بِظُهُورِهِمْ اِذَا قَرَعْتُمْ فَاَمْسَحُوا بِهَا وُجُوْهَكُمْ۔

رواہ ابو داؤد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اللہ سے اس طرح ہاتھ اٹھا کے مانگا کر کہ تھیلوں کا رخ سامنے ہو ہاتھ لے کر کے نہ مانگا کرو، اور جب دعا کر چکو تو اٹھتے ہوئے ہاتھ چہرے پر پھیر لو۔
(سنن ابی داؤد)

(تشریح) دوسری بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آنے والی اور نازل ہونے والی کسی بلا کو روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تو ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف ہوتی تھی، اور جب دنیا یا آخرت کی کوئی خیر اور بھلائی مانگتے تھے تو سیدھے ہاتھ پھیلا کے مانگتے تھے جس طرح کسی سائل اور منگتا کو ہاتھ پسار کے اور پھیلا کے مانگنا چاہئے۔ اس کی روشنی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا مطلب یہی ہے کہ جب اللہ سے اپنی کوئی حاجت مانگی جائے تو اس کے سامنے فقیروں کی طرح ہاتھ سیدھے پھیلا کے مانگی جائے، اور آخر میں وہ پھیلے ہوئے ہاتھ منہ پر پھیر لے جائیں، اس وقت کے ساتھ کہ یہ پھیلے ہوئے ہاتھ خالی نہیں رہے ہیں، رب کریم کی رحمت و برکت کا کوئی رحمت ان کو ضرور ملا ہے۔

(۹۰) عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَسَمَّ وَجْهَهُ بِكَفِّهِ۔

رواہ ابوداؤد و الترمذی

سائب بن یزید تابعی اپنے والد یزید بن سعید بن خاتمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ ہاتھ اٹھا کے دعا مانگتے تو آخر میں اپنے ہاتھ چہرہ مبارک پر پھیر لیتے تھے۔

(سنن ابی داؤد۔ دعوات کی تصحیح)

(تشریح) دعائیں ہاتھ اٹھانا اور آخر میں ہاتھ منہ پر پھیرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

قریب قریب بتواتر ثابت ہے جن لوگوں نے اس سے انکار کیا ہے ان کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے صرف غلط فہمی ہوئی ہے۔ امام بوہی نے شرح منہب میں قریباً تین حدیثیں اس کے متعلق یکجا کر دی ہیں مگر تفصیل سے ان حضرات کی غلط فہمی کی حقیقت واضح کی ہے۔

دُعائے پہلے حمد و صلوة:

(۹۱) عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَدْعُو فِي صَلَاتِهِ لَمْ يَحْمِدِ اللَّهَ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَلْ هَذَا ثُمَّ دَعَا فَعَالَ لَهُ أَوْ لغيرِهِ إِذَا صَلَّي أَحَدُكُمْ فَلْيُبْدِءْ بِتَحْمِيدِ رَبِّهِ وَالتَّنَاءِ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَدْعُو بَعْدُ بِمَا شَاءَ۔

رواہ الترمذی والبوداؤد والنسائی

فضال بن عبید راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا اس نے نماز میں دعا کی، جس میں نہ اللہ کی حمد کی نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا، تو حضورؐ نے فرمایا کہ:۔ اس آدمی نے دعائیں جلد بازی کی۔ پھر آپؐ نے اس کو بلایا اور اس سے کہا یا اس کی موجودگی میں دو سے آدمی کو مخاطب کر کے آپؐ نے فرمایا:۔ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو دعا کرنے سے پہلے اس کو چاہئے کہ اللہ کی حمد و ثنا کرے، پھر اس کے رسولؐ پر درود بھیجے، اس کے بعد جو چاہے اللہ سے مانگے۔

(جامع ترمذی، سنن ابن داؤد، سنن نسائی)

دُعا کے آخر میں آمین:

(۹۲) عَنْ أَبِي زُهَيْرٍ النَّمَيْرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَأَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ قَدْ أَلَحَّ فِي الْمَسْئَلَةِ فَوَقَفَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَمِعُ مِنْهُ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْجَبَ إِنَّ خَتَمَهُ قَالَتْ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ يَا شَيْخِي يَخْتِمُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ يَا مَيِّنُ فَإِنَّهُ إِنَّ خَتَمَ يَا مَيِّنُ فَقَدْ أَوْجَبَ.

رواہ ابو داؤد

ابو زہیر نمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلے۔ ہمارا گزرا اللہ کے ایک بندے پر جو بڑے اٹھارے سے اللہ سے مانگ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اس کی دعا اور اللہ کے حضور میں اس کا مانگنا بڑا بڑا مانگنے لگے۔ پھر آپ نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ: اگر اس نے دُعا کا خاتمہ صحیح کیا اور مُرْثِیْک لگائی، تو جو اس نے مانگا ہے اس کا اس نے فیصلہ کر لیا۔ ہم میں سے ایک نے پوچھا کہ: حضرت! صحیح خاتمہ کا اور مُرْثِیْک لگانے کا طریقہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: آخر میں آمین کہہ کے دُعا ختم کرے۔ تو اگر اس نے ایسا کیا تو بس اللہ سے ملے کر لیا۔ (رواہ ابو داؤد)

(تشریح) ختم کے معنی ختم کرنے کے بھی ہیں اور مُرْثِیْک لگانے کے بھی ہیں، بلکہ یہ دونوں دراصل ایک ہی حقیقت کی دو تعبیریں ہیں۔ اس لئے ترجمہ میں دونوں ہی اظہار کو استعمال کیا گیا ہے۔ حدیث کا اصل سبق یہ ہے کہ ہر دُعا کے خاتمہ پر بس کہو آمین کہنا چاہئے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! میری یہ دُعا قبول فرما!۔ اسی پر ہر دُعا کا خاتمہ ہونا چاہئے۔ اس کی حکمت منقریب

ہی پہلے لکھی جا چکی ہے۔

اپنے چھوٹوں سے بھی دعا کی درخواست: —————

(۹۳) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ إِسْتَأْذَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُسْرَةِ فَأَذِنَ وَقَالَ أَشْرِكُنَا يَا أَخِي فِي دُعَائِكَ وَلَا تَنْسِنَا فَقَالَ كَلِمَةً مَا يَسُرُّنِي أَتَى لِي بِهَا الدُّنْيَا ————— رعاء ابوداؤد والترمذی

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بیان فرماتے ہیں کہ:۔
ایک دفعہ میں نے عمرؓ کو کہنے کے لئے مکر مضمرہ جانے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی، تو آپ نے مجھے اجازت عطا فرمادی، اور ارشاد فرمایا:۔ بھئی کا
جیس بھی اپنی دعاؤں میں شامل کرنا اور ہم کو بھول نہ جانا؛۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ:۔ آپ نے مجھے مخاطب کر کے یہ بھئی کا جو کلمہ کہا، اگر مجھے اس کے عوض
ساری دنیا دے دی جائے تو میں راضی نہ ہوں گا۔

(سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

(تشریح) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا ایسی چیز ہے جس کی استدعا بڑوں کو بھی اپنے
چھوٹوں سے کرنی چاہئے۔ بالخصوص اس وقت جبکہ وہ کسی ایسے مقبول عمل کے لئے یا ایسے مقدس
مقام کو جا رہا ہو جہاں قبولیت کی خاص اُمید ہو۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ”أَخِي“
کے لفظ سے خطاب فرمایا جو ”اخی“ کی تصغیر ہے، اور جس کا لفظی ترجمہ ”بھئی“ ہے۔ اس سے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جتنی خوشی ہوئی (جس کا انھوں نے اظہار بھی فرمایا ہے) وہ بالکل
بڑھتی ہے۔ اسی کے ساتھ اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمتام کی رفعت اور

بارگاہِ آسمی میں ان کی مقبولیت کی جو شہادت ملتی ہے وہ بجائے خود بہت بڑی سند ہے۔

وہ دُعائیں جو خصوصیت کے قبول ہوتی ہیں: —————

(۹۴) عَنْ أَبِي الدُّدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ يَظْهَرُ الْغَيْبُ مُسْتَجَابَةٌ عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ آمِينَ وَلَكَ بِمِثْلِ -

رواہ سلم

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کی اپنے بھائی کے لئے فائمانہ دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کے پاس ایک فرشتہ ہے جس کی یہ ڈیوٹی ہے کہ جب وہ اپنے کسی بھائی کے لئے (فائمانہ) کوئی اچھی دعا کرے تو وہ فرشتہ کہتا ہے کہ: تیری یہ دعا اللہ قبول کرے، اور تیرے لئے بھی اسی طرح کا خیر عطا فرمائے۔ (صحیح مسلم)

(تشریح) فائمانہ دعائی جس خصوصیت قبولیت اور برکت کا اس حدیث میں ذکر ہے اس کی خاص وجہ بظاہر یہ ہے کہ ایسی دُعائیں اخلاص زیادہ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

(۹۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ -

رواہ الترمذی و ابو داؤد و ابن ماجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا تین دعائیں ہیں جو خاص طور سے قبول ہوتی ہیں ان کے اولیٰ خصوصیت

نہیں ہے۔ ایک اولاد کے حق میں ماں باپ کی دُعا۔ دوسرے افراد پر دُعا کی دُعا۔

تشریح مظلوم کی دُعا۔ (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

(تشریح) ان دعاؤں کی مقبولیت کا خاص راز بھی یہی ہے کہ یہ دُعائیں مخلص سے اور دل سے ہوتی ہیں۔ اولاد کے لئے ماں باپ کا خلوص تو ظاہر ہے۔ اسی طرح بیچارے پر دُعا اور مظلوم کا دل شکستہ ہوتا ہے اور دل کی شکستگی میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کہنے کی خاص طاقت ہے۔

(۹۶) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهَا حَتَّى يَنْتَصِرَ وَدَعْوَةُ الْمَحَارِجِ حَتَّى يَصِدَّ وَدَعْوَةُ الْمَجَاهِدِ حَتَّى يُفَقَّدَ وَدَعْوَةُ السَّرِيعِ حَتَّى يَبْرَأَ وَدَعْوَةُ الْأَخِ لِأَخِيهِ يَظْهَرُ الْغَيْبُ ثُمَّ قَالَ وَأَسْرَعُ هَذِهِ الدَّعَوَاتِ لِإِجَابَةٍ دَعْوَةُ الْأَخِ يَظْهَرُ الْغَيْبُ -

رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ آدمیوں کی دُعائیں خاص طور پر قبول ہوتی ہیں مظلوم کی دُعا جب تک وہ بدلہ نہ لے لے۔ اور کچھ کرنے والے کی دُعا جب تک وہ لوٹ کے اپنے گھر واپس نہ آئے اور راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کی دُعا جب تک وہ شہید ہو کے دنیا سے غائب نہ ہو جائے اور بیمار کی دُعا جب تک وہ شفا یاب نہ ہو اور ایک بھائی کی دُعا دوسرے بھائی کے لئے غالباً نہ دُعا۔ ہر سب بیان فرمانے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا: اور ان دعاؤں میں سب سے جلدی قبول ہونے والی دُعا کسی بھائی کے لئے غالباً نہ دُعا ہے۔

(دعوات الکبیر البیہقی)

(تشریح) دُعا اگر حقیقتہً دُعا ہو اور خود دعا کرنے والے کی ذات اور اس کے اعمال میں کوئی

ایسی چیز نہ ہو جو قبولیت میں مانع ہوتی ہے تو دُعا عموماً قبول ہی ہوتی ہے لیکن بندہ مومن کے بعض خاص احوال یا اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی وجہ سے رحمتِ الہی خصوصیت سے متوجہ ہوتی ہے اور دعا کی قبولیت کا خصوصی استحقاق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں جن پانچ آدمیوں کی دُعاؤں کا ذکر ہے اُن میں سے مظلوم کی دُعا اور غائبانہ دُعا کا ذکر پہلے ہو چکا اور سچ اور جہاد ایسے اعمال ہیں کہ جب تک بندہ ان میں مشغول ہو وہ گویا اللہ کی بارگاہ میں ہے اور اس سے قریب تر ہے۔ اسی طرح مرد مومن کی بیماری گناہوں سے اس کی تطہیر کا ذریعہ اور قربِ الہی کی راہ میں اس کی غیر معمولی ترقی کا وسیلہ ہوتی ہے، اور بیماری کے بستر پر وہ ولایت کی منزلیں طے کرتا ہے اس لئے اس کی دُعا بھی خاص طور پر قبول ہوتی ہے۔

قبولیتِ دُعا کے خاص احوال و اوقات :

دعا کی قبولیت میں بنیادی دخل تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دُعا کرنے والے کے تعلق اور اس اندرونی کیفیت کو ہوتا ہے جس کو قرآن مجید میں ”ضرطاً“ اور ”ابہتال“ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ خاص احوال اور اوقات بھی ایسے ہوتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت کی خاص طور سے امید کی جاتی ہے۔ مندرجہ ذیل حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احوال و اوقات کی خاص طور سے نشاندہی فرمائی ہے۔

(۹۷) عَنِ الْعِزِّ بْنِ سَابِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى فَرِيضَةً فَلَهُ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ وَمَنْ تَخَلَّمَ الْقُرْآنَ فَلَهُ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ۔

رواہ الطبرانی فی الکبیر

حضرت عریاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ فرض نماز پڑھے اور اس کے بعد دل سے دُعا کرے تو اس کی

دُعا قبول ہوگی، اسی طرح جو آدمی قرآن مجید ختم کرے (اور دُعا کرے) تو اس کی دُعا بھی قبول ہوگی۔ (معجم کبیر للطبرانی)

(تشریح) نماز اور دعا خاص کر فرض نماز میں اور قرآن پاک کی تلاوت کے وقت بندہ اللہ تعالیٰ سے قریب تر اور اس سے ہمکلام ہوتا ہے، بشرطیکہ نماز اور تلاوت کی صرف صورت نہ ہو، بلکہ حقیقت ہو۔ گویا یہ دونوں عمل بندہ مومن کی معراج ہیں۔ پس ان دونوں کے ختم پر بندہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرے وہ اس کی مستحق ہے کہ رحمتِ آسمانی خود آگے بڑھ کے اس کا استقبال کرے۔

(۹۸) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْعَدَاءُ لَا يَزِيدُ بَيْنَ الْإِذَانِ وَالْإِقَامَةِ۔

رواہ الترمذی والبوداؤد

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، - اذان اور اقامت کے درمیان دُعا نہ نہیں ہوتی قبول ہی ہوتی ہے۔

(جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

(۹۹) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفْتَحُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَيُسْتَجَابُ الدَّعَاءُ فِي أَنْبَعِ مَوَاطِنَ عِنْدَ التَّعَاةِ الصُّفُوفِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَعِنْدَ نَزُولِ الْغَيْثِ وَعِنْدَ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَعِنْدَ دُيُوبِ الْكَلْبَةِ۔

رواہ الطبرانی فی الکبیر

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، - چار موقعے ہیں جن میں دعا خصوصیت سے قبول ہوتی ہے :- ۱۔ رُخسہ دینے کے وقت، ۲۔ بارش کے وقت، ۳۔ آسمان سے بارش ہو رہی ہو (اور رحمت کا سماں ہو)۔ ۴۔ اور نماز کے وقت، اور جب کبہ اللہ نظر کے سامنے ہو۔ (معجم کبیر للطبرانی)

(۱۰۰) عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ مَوَاطِنَ لَا تُرَدُّ فِيهَا دَعْوَةٌ رَجُلٌ يَكُونُ فِي بَرِيَّةٍ حَيْثُ لَا يَرَاهُ أَحَدٌ إِلَّا اللَّهُ فَيَقُومُ وَيُصَلِّي وَرَجُلٌ يَكُونُ مَعَ فِئَةٍ فَيَفِرُّ عَنْهُمْ أَصْحَابُهُ فَيَنْتَبِثُ وَرَجُلٌ يَقُومُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ ——— رواه ابن منداه في مسنده

حضرت ربیعہ بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین موقع ایسے ہیں کہ ان میں دعا کی جائے تو وہ رد نہیں ہوگی (بلکہ لازماً قبول ہی ہوگی)۔ ایک یہ کہ کوئی آدمی ایسے جنگل یا بان میں ہو جہاں خدا کے سوا کوئی اُسے دیکھنے والا نہ ہو وہاں وہ خدا کے حضور میں کھڑے ہو کر نماز پڑھے (اور پھر دعا کرے)۔ دوسرے یہ کہ کوئی شخص میدانِ جہاد میں (دشمن کی فوج کے سامنے) ہو، اس کے ساتھی میدانِ چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں، مگر وہ (دشمنوں کے زخم میں) ثابت قدم رہا ہو (اور اس حال میں دعا کرے)۔ تیسرے وہ آدمی جو رات کے آخری حصہ میں (بستر چھوڑ کے) اللہ کے حضور میں کھڑا ہو (اور پھر دعا کرے، تو ان بندوں کی یہ دعائیں ضرور قبول ہوں گی)۔ (مسند ابن مندہ)

(۱۰۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُؤَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللَّهَ فِيهَا خَيْرًا مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَذَٰلِكَ كُلُّ لَيْلَةٍ ——— رواه مسلم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بیان فرماتے ہیں کہ:۔۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے کہ:۔۔ رات میں ایک خاص وقت ہے جو مومن بندہ اس وقت میں اللہ تعالیٰ سے دنیا یا آخرت کی کوئی خیر اور بھلائی مانگے گا تو

اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرما دے گا۔ اور اس میں کسی خاص رات کی خصوصیت نہیں۔

بلکہ اللہ کا یہ کرم ہر رات میں ہوتا ہے۔ ————— (صحیح مسلم)

(تشریح) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث (معارف الحدیث کی جلد ہفتم میں) تہجد کے بیان میں صحیحین کے حوالہ سے ذکر کی جا چکی ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:۔۔ جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سماء و دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور خود ان کی طرف سے پکارا ہوتا ہے کہ کوئی ہے مانگنے والا کہ میں اس کو عطا کروں، کوئی ہے بخشش چاہنے والا کہ میں اس کی بخشش کا فیصلہ کروں، کوئی ہے مجھ سے دُعا کرنے والا کہ میں اس کی دُعا قبول کروں۔۔۔ اس حدیث کی روشنی میں متعین ہو جاتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث میں ہر رات میں قبولیت دُعا کے جس خاص وقت کا ذکر کیا گیا ہے وہ رات کا آخری حصہ ہے۔ واللہ اعلم۔

مندرجہ بالا حدیثوں سے دُعا کی قبولیت کے جو خاص احوال و اوقات معلوم ہوئے

ہیں وہ یہ ہیں:۔۔۔

فرض نمازوں کے بعد، ختم قرآن کے بعد، اذان اور اقامت کے درمیان، میدانِ جہاد میں جنگ کے وقت، بآذانِ رحمت کے نزول کے وقت، جس وقت کعبۃ اللہ آنکھوں کے سامنے ہو، ایسے جنگل بیابان میں نماز پڑھ کے جہاں خدا کے سوا کوئی دیکھنے والا نہ ہو، میدانِ جہاد میں جب کمر و ساقیوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا ہو، اور رات کے آخری حصے میں۔

وہ حدیثیں اپنے موقع پر پہلے ذکر کی جا چکی ہیں جن میں شب قدر میں اور عرفہ کے دن میدانِ عرفات میں اور تہجد کی خاص ساعت میں اور روزہ کے انظار کے وقت اور سفرِ جہاد میں اور بیماری اور مسافری کی حالت میں دُعاؤں کی قبولیت کی خاص توقع دلائی گئی ہے۔

لیکن یہ بات برابر ملحوظ رہنی چاہئے کہ دُعا کا مطلب، دُعا کے الفاظ اور صرف اسکی

صورت نہیں ہے بلکہ اس کی وہ حقیقت ہے جو پہلے ذکر کی جا چکی ہے، پودا اُسی دانے سے اُگتا ہے جس میں مغز ہو۔ اسی طرح آگے درج ہونے والی احادیث سے دُعا کی قبولیت کا مطلب بھی سمجھ لینا چاہئے۔

دُعا قبول ہونے کا مطلب اور اس کی صورتیں:

بہت سے لوگ نادانانہ فتنے سے قبولیت دُعا کا مطلب صرف یہ سمجھتے ہیں کہ بندہ اللہ سے جو کچھ مانگے وہ اس کو مل جائے، اور اگر وہ نہیں ملتا تو سمجھتے ہیں کہ دُعا قبول نہیں ہوئی۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ بندے کا علم بے حد ناقص ہے، بلکہ اپنی خلقت کے لحاظ سے وہ غلوم و جہول ہے۔ بہت سے بندے ہیں جن کے لئے دولت مند کی نعمت ہے، اور بہت سے ہیں جن کے لئے دولت فتنہ ہے۔ بہت سے بندے ہیں جن کے لئے حکومت اور اقتدار قُرب خداوندی کا وسیلہ ہے۔ اور حجاج اور بنی یاسر کی طرح بہت سے ہیں جن کے لئے حکومتی اقتدار خدا سے دُوری اور اُس کے غضب کا سبب بن جانا ہے۔ بندہ نہیں جانتا کہ کیا چیز میرے لئے بہتر ہے اور کیا میرے لئے فتنہ اور زہر ہے، اس لئے بسا اوقات وہ ایسی چیز اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے جو اس کے لئے بہتر نہیں ہوتی یا اُس کا عطا کرنا حکمت الہی کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ جو حکیم و دانائے یہ بات اس کے علم و حکمت کے خلاف ہے کہ ہر بندہ جو مانگے وہ اس کو ضرور عطا فرمائے۔ دوسری طرف اس کی کریمی کا یہ تقاضا ہے کہ جب اُس کا بندہ ایک محتاج اور مسکین کی طرح اس کے حضور میں ہاتھ پھیلائے اور دُعا کرے تو وہ اس کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ دُعا کرنے والے بندے کو محروم نہیں لوٹاتا کبھی تو اُس کو وہی عطا فرمادیتا ہے جو دُعا میں اُس نے مانگا اور کبھی اس کی دُعا کے عوض آخرت کی ہمیشہاں نعمتوں کا فیصلہ فرمادیتا ہے، اور اس طرح اس کی یہ دُعا اس کے لئے ذخیرہ آخرت

بن جاتی ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس دنیا میں اسباب و مسببات کا جو سلسلہ ہو اس کے حساب سے اس دعا کرنے والے بندے پر کوئی آفت اور مصیبت نازل ہونے والی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی اس دعا کے نتیجے میں اس آنے والی بلا اور مصیبت کو روک دیتا ہے۔ بہر حال دعا کے قبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دعا راہگاہ نہیں جاتی، اور دعا کرنے والا محروم نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم و حکمت کے مطابق مذکورہ بالا صورتوں میں سے کسی نہ کسی طرح اس کو ضرور نوازتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔

(۱۰۲) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُو بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيهَا إِثْمٌ وَلَا قَطِيعَةٌ رَحِمَ إِلَّا آغَطَاهُ اللَّهُ بِهَا إِحْدَى ثَلَاثِ أَمَّا أَنْ يُعَجِّلَ لَهُ دَعْوَتَهُ وَإِمَّا أَنْ يَدَّخِرَهَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ فَلَمَّا أَنْ يَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ الشُّؤْمِ مِثْلَهَا قَالُوا إِذَا انْكَثَرُ قَالَ اللَّهُ أَكْثَرُ۔

رواہ احمد

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مومن بندہ کوئی دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو اور نہ قطع رحمی ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ضرور عطا ہوتی ہے: یا تو جو اُس نے مانگا ہے وہی اس کو ہاتھ کے ہاتھ عطا فرما دیا جاتا ہے، یا اُس کی دعا کو آخرت میں اس کا ذخیرہ بنا دیا جاتا ہے، یا آنے والی کوئی مصیبت اور تکلیف اس دعا کے حساب میں روک دی جاتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: جب بات یہ ہے کہ ہر دعا ضرور قبول ہوتی ہو اور اُس کے

حساب میں کچھ نہ کچھ ضرور ملتا ہے) تو ہم بہت زیادہ دعائیں کریں گے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اللہ کے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔

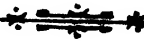
رواہ احمد

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ اللہ کا خزانہ لا انتہا اور غیر فانی ہے۔ اگر سارے بنسعد ہر وقت اس سے مانگیں اور وہ ہر ایک کے لئے عطا فرمانے کا فیصلہ کرے تو اس کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ مستدرک حاکم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ:۔ اللہ تعالیٰ جب اُس بنسعد کو جس نے دُنیا میں بہت سی ایسی دعائیں کی ہوں گی جو بظاہر دُنیا میں قبول نہیں ہوئی ہوں گی اُن دعاؤں کے حساب میں جمع شدہ ذخیرہ آخرت میں عطا فرمائینگے تو بنسعد کی زبان سے نکلے گا:۔

يَا لَيْتَنِي كَمْ يُعَجَّلُ لِي شَيْءٌ
مِنْ دُعَائِي

اے کاش! میری کوئی ایسی دعا دُنیا میں
قبول نہ ہوئی ہوتی، اور ہر دعا کا پھل

مجھے یہیں ملتا۔ (کنز العمال ۴ جلد ۲)



رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دُعائیں

دُعائے متعلق جو حدیثیں یہاں تک مذکور ہوئیں، ان میں یا تو دعا کی ترغیب اور اس کی عظمت و برکات کا بیان تھا یا دعا کے آداب اور اس سے متعلق ہدایات اور موجباتِ قبولیت بیان فرمائے گئے تھے۔ یہ سب مضامین گویا تمہیدی تھے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ اصل دعائیں اور سوز و گداز سے بھری ہوئی بارگاہِ خداوندی میں آپ کی وہ مناجاتیں پڑھئے جو آپ کے مقامِ معرفت اور اعلیٰ کیفیات و واردات کو ممکن حد تک جاننے کا بہترین وسیلہ اور امت کے لئے آپ کا عظیم ترین ورثہ ہیں، اور جن کو پورے ذخیرہ حدیث کا بجا طور پر گہل سرسبد کہا جاسکتا ہے۔ ————— نبوی دعاؤں کے اس پورے ذخیرے کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ایک وہ جن کا تعلق خاص اوقات اور مخصوص حالات سے ہے مثلاً صبحِ نمودار ہونے کے وقت کی دعا، شام کے وقت کی، سونے کے وقت کی دعا، نیند سے بیدار ہونے کے وقت کی دعا، آمدی یا بازش کے وقت کی دعا، کسی مصیبت اور ہریشانی کے وقت کی دعا وغیرہ وغیرہ۔

دوسری وہ دعائیں جو عام نوعیت کی ہیں کسی خاص وقت اور مخصوص حالت سے ان کا تعلق نہیں ہے۔ یہ دعائیں اکثر جامع قسم کی ہیں۔

تیسری قسم کی دعائیں وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یا نماز سے

مجھے بچا اور میری حفاظت فرما، یہ حفاظت بھی تو ہی فرما سکتا ہے۔ (رضی اللہ عنہ)

(تشریح) اس دعائیں شروع میں تو جیسا کہ چاہئے توحید کی شہادت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی بندگی و نیاز مندی اور مخلصانہ بندویت و وفاداری کا اقرار و اظہار ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ سے اچھے اعمال و اخلاق کی ہدایت و توفیق اور بُرے اعمال و اخلاق سے حفاظت اور بچاؤ کی التجا اور اللہ تعالیٰ کی اسی ہدایت اور حفاظت پر انسان کی سعادت اور فلاح کا دار و مدار ہے۔

معاف المحدث جلد سوم میں (صفحہ ۳۳۶ سے ۳۳۷ تک) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث صحیح مسلم کے حوالہ سے درج کی جاتی ہے اس میں تکبیر تحریمہ کے بعد یہی افتتاحی دعا کافی اضافہ کے ساتھ مذکور ہو چکی ہے اور وہ اضافہ بڑا دلگداز ہے۔ نیز اس میں اس افتتاحی دعا کے علاوہ رکوع اور قنوت اور سجدہ اور پھر جلسہ اور قعدہ خیرہ کی خاص پرسوز دعائیں بھی ذکر کی گئی ہیں۔ اور بلاشبہ نماز کی دعاؤں کے بارے میں وہ بڑی جامع حدیث ہے۔ اس کی تشریح میں یہ بھی ذکر کیا جا چکا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی دعائیں زیادہ تر رات کے نوافل میں پڑھتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی جو دعائیں تفصیل سے ذکر کی ہیں ان میں آپ کی باطنی کیفیات کا عکس ممکن حد تک دیکھا جاسکتا ہے۔ حدیث کے زیادہ طویل ہونے کی وجہ سے یہاں اس کو کم تر درج نہیں کیا جاسکتا۔ (ان نیز ذیل کا ذوق و شوق رکھنے والے حضرات اس کو معارف الحدیث جلد سوم میں پڑھیں۔)

وَقَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً قَالَ أَنْتَ آلَتُكُمْ
وَلَا تَحْمِلُ الْوِزْرَ إِلَّا أُنثَىٰ ذَاتَ لُحْمٍ
وَأَخَذَ مِنْ دُونِهَا نَفْسًا رَّجِيًّا
وَلَا تَحْمِلُ الْوِزْرَ إِلَّا نَذْرًا إِنَّكَ مِنَ
الْمُذَلِّينَ

وَلَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْمَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ
وَلَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْحَقُّ وَعَدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَ
قَوْلُكَ حَقٌّ وَالْحُجَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ
وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسَلْتُ وِيَاكَ
اَمْسَيْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ اَنْبَتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ
وَعَلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدْ كُنْتُ وَمَا اخَذْتُ
وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّي
أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَ
لَا إِلَهَ غَيْرُكَ

رداء البخاری وسلم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد پڑھنے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے: ”اَللّٰهُمَّ لَكَ اَلْحَمْدُ اَنْتَ قَلِيمُ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ“ الخ (اے میرے اللہ! ساری حمد و ستائش تیرے ہی لئے ہے اور تو ہی اس کا سحق ہے، تو ہی قائم رکھنے والا ہے زمین و آسمان کا اور ان سب چیزوں کا جو ان میں ہیں (یعنی سارے عالم علوی اور سفلی کا جو تیرے ہی ارادہ سے قائم ہے)۔ اولا ساری حمد و ستائش کا تو ہی سحق ہے، تو ہی نور ہے زمین و آسمان کا اور ان سب کا جو زمین و آسمان میں ہیں (یعنی سارے عالم میں جہاں بھی نور کی کوئی کرن ہے وہ تیرے ہی نور سے ہے) اور ساری حمد و ستائش تیرے ہی لئے ہے، تو فرماؤ دعا ہے زمین و آسمان اور اس ساری کائنات کا جو زمین و آسمان میں ہے، ساری حمد و ستائش تیرے ہی لئے ہے اور دعا ہے، تو حق ہے تیرا وعدہ حق ہے، مرنے کے بعد تیرے حضور ماضی اور تیری ملاقا حق ہے اور تیرا فرماؤ حق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور سارے نبی و راسخین اور کئی کئی راسخین اور قیامت کا آنا برحق ہے۔ اے اللہ! میں نے اپنے گناہوں کو تیرے پیر کو دیا

اور میں تجھ پر ایمان لایا اور میں نے تیرا سہارا کر لیا اور پورا بھر وہ تجھ پہ کر لیا اور اپنا شروع تیری طرف کر دیا اور (مخالفین حق سے) تیری ہی مدد سے میری فکرت ہے، اور میں نے اپنا مقدمہ فیصلے کے لئے تیری ہی بارگاہ میں پیش کر دیا ہے، پس اے میرے اللہ! بخش دے میرے وہ سب قصور جو مجھ سے پہلے سرزد ہوئے اور جو چھپے ہوئے اور جو میں نے پوشیدہ رکھے اور جو علانیہ کئے اور جن کے بارے میں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، تو مجھے چاہے آگے بڑھانے والا ہے اور مجھے چاہے پیچھے ڈال دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں جن تو ہمارا مہربان رہتی ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دعاؤں میں سے ہے جن سے آپ کے مقام معرفت اور آپ کی باطنی کیفیات و واردات کا کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(۱۰۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلَوَتَهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ مَرِّ لِي بِجِبْرِئِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ فَاطْرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ اهْدِنِي لِمَا اخْتَلَفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو بالکل شروع میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتے: "اللَّهُمَّ رَبِّ جِبْرِئِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ" اے میرے اللہ! جسوسل و میکائیل اور اسرافیل کے پروردگار! زمین و آسمان کو پیدا کرنے والے غیب اور شہود کو یکساں جاننے والے، تو مجھ فیصلہ فرمائے گا بندہوں کے درمیان ان کے

اختلافات کے بارے میں مجھے اپنی خاص توفیق سے اُس راہِ حق و ہدایت پر چسلا جس کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہو گیا ہے، تو یہی ہے چاہے گامیدہ راستہ پر چلائے گا۔ (صحیح مسلم)

رکوع وسجود کی دعائیں:

(۱۰۶) عَنْ عَوْنِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُمْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَكَعَ مَكَثَ قَدْ رَسُوهُ الْبَقْرَةَ وَيَقُولُ فِي رُكُوعِهِ "سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعُظَمَةِ" رواه النسائي

حضرت عون بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں کھڑا ہو گیا جب آپ رکوع میں گئے تو آپ نے اتنی دیر تک رکوع کیا جتنی دیر میں سورہ بقرہ پڑھی جائے۔ اس رکوع میں آپ کی زبان ہلک پر یہ کلمات جاری تھے:

سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعُظَمَةِ۔
پاک ہے اللہ زور و قوت اور فرمانروائی والا، اور عظمت و کبریاائی والا۔

(سنن نسائی)

(تشریح) مسند احمد حدیث جلد سوم میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ" اور سجدے میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" پڑھنے کا تھا، اور آپ نے اسی کی تعلیم فرمائی لیکن کبھی کبھی ان کے علاوہ دوسرے تسبیح و تقدیس کے کلمات اور دوسری دعائیں بھی آپ رکوع وسجود میں کرتے تھے۔ اس سلسلہ کی متعدد احادیث وہاں ذکر کی جا چکی ہیں۔ نیز یہ بھی وہاں ذکر کیا جا چکا ہے کہ نفل نماز میں خاص طور پر نفل میں

کبھی کبھی طویل رکوع و سجود بھی کرتے تھے۔ یہ نماز جس میں عوف بن مالک حضورؐ کے ساتھ شریک ہو گئے اور جس میں آپؐ نے بعد سورہ بقرہ کے طویل رکوع کیا یہ بھی نقل نماز تھی۔
اللہ تعالیٰ ہم اُمیوں کو کوئی ذرہ اس کیفیت کا نصیب فرمائے جو اس رکوع میں آپؐ کے قلب مبارک پر جاری رہی ہوگی۔

(۱۰۶) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ الْفَرَاشِ فَأَلْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَاوَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ۔

رواہ مسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات کو (میری آنکھ کھلی تو) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا، پس میں (اندر چلی گئی) آپ کو توتلے لگی تو میرا ہاتھ آپ کے پاؤں کے تلووں پر پڑا، اُس وقت آپ سجدے میں تھے اور آپ کے دونوں پاؤں کھڑے تھے (جیسے کہ بھدے کی حالت میں ہوتے ہیں) اور آپ شتر کے حضور میں عرض کر رہے تھے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ الْخ" (اے میرے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضامندی کی پناہ لیتا ہوں، اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ لیتا ہوں اور تیری پکار سے تیری پناہ لیتا ہوں، میں تیری ثنا و صفت پوری طرح بیان نہیں کر سکتا (بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ) تو یہی ہے میرا کہ تو نے اپنی غائب اقداس کے بارے میں بتلایا ہے۔

(صحیح مسلم)

(۱۰۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مُجُودِهِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي كُلَّهُ دِقَّةً
وَجُمْلَةً وَأَوَّلَهُ وَآخِرَهُ وَعَلَايِنَتَهُ وَسِدَّةً — رواه مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے
سجدے میں رکبھی کبھی ایہ دعا بھی کرتے تھے: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي كُلَّهُ دِقَّةً
(اے میرے اللہ! میرے سارے گناہ بخش دے، چھوٹے بھی بڑے بھی، پہلے بھی، پچھلے بھی،
کھلے بھی اور ڈھکے چھپے بھی) — (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ کی یہ دونوں حدیثیں معارف الحدیث
بلد تھوم میں بھی ذکر کی جا چکی ہیں۔

تعدوہ اخیرہ کی بعض دعائیں:

(۱۰۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَدْعُوَنِي فِي الصَّلَاةِ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ
عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ
وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ اللَّهُمَّ إِنِّي
أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَاسِيحِ وَمِنَ الْمَغْرَمِ۔

رواہ البخاری و مسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ
دعا بھی کرتے تھے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ الْخَوَّ (اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں
تو کہ ظلم سے اور دجال کے فتنے سے اور زندگی اور موت کے سارے فتنوں سے اور گناہ کے
برکام سے اور قرضہ کے بارے) — (مسند بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے ساتھ متصلاً

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”قعدہ اخیرہ میں تشدد کے بعد عذاب نار، عذاب قبر، فتنہ و جال اور زندگی اور موت کے سارے فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے یہ بات متعین ہو گئی کہ یہ دُعا آخری قعدہ میں سلام سے پہلے کی جائے۔ حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث صحیح مسلم ہی کے حوالہ سے معارف جلد ثوم میں ذکر کی جا چکی ہے۔

(۱۱۰) عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي صَلَاتِهِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ وَالْعَزِيمَةَ عَلَى التُّشْدِيدِ أَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ وَأَسْأَلُكَ قَلْبًا سَلِيمًا وَلِسَانًا صَادِقًا أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ۔۔۔۔۔ رواہ النسائی

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں یوں عرض کرتے تھے: ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ وَالْعَزِيمَةَ“ (اے میرے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں دین میں ثابت قدمی اور حق و ہدایت پر استواری و مضبوطی) اور تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری نعمتوں کی شکر گزاری کا اور اچھی طرح تیری عبادت گزاری کا، اور مانگتا ہوں تجھ سے وہ دل جس میں دو گ نہ ہو اور وہ زبان جو صداقت شعار ہو، اور تجھ سے سائل ہوں تاس خیر اور بھلائی کا جو نرے علم میں ہے، اور پناہ چاہتا ہوں اُس شر اور بُرائی سے جس کا تجھے علم ہے، اور صاف اور صاف مانگتا ہوں اُن گناہوں کے لئے جو تجھے معلوم ہیں۔۔۔۔۔ (سنن نسائی)

(۱۱۱) عَنْ قَبِيصِ بْنِ عِبَّادٍ قَالَ صَلَّى عُمَارُ بْنُ يَاسِدٍ بِالْعَوْدِ صَلَوةً أَخْفَهَا فَمَا نَهَمْنَا نَكْرُفَهَا فَقَالَ اللَّهُمَّ اتَّقِ الزُّكُوعَ

وَالشُّجُودَ؟ قَالَ الْوَابِلُ، قَالَ أَمَا إِنِّي دَعَوْتُ فِيهَا بِدُعَاءٍ
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِهِ، اللَّهُمَّ
يَعْلِيَاكَ الْغَيْبَ وَقَدْ رَزَيْكَ عَلَى الْخَلْقِ أَحْيَيْنِي مَا عَلِمْتَ
الْحَيَاءَ خَيْرًا إِلَيَّ وَتَوَفَّنِي إِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِي،
اللَّهُمَّ أَسْأَلُكَ حَشِيَّتَكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَأَسْأَلُكَ
كَلِمَةَ الْإِخْلَاصِ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَأَسْأَلُكَ الْقَصْدَ
فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى وَأَسْأَلُكَ نِعَمًا لَا يَنْقُصُ وَأَسْأَلُكَ
الرِّضَا بَعْدَ الْقَصَا وَأَسْأَلُكَ قُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْقُطُ، وَ
أَسْأَلُكَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ التَّوْبِ وَأَسْأَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ
إِلَى وَجْهِكَ وَالشُّوقَ إِلَى لِقَائِكَ فِي غَيْرِ ضَرَاءٍ مُضْطَرَّةٍ
وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ، اللَّهُمَّ زَيِّنَا بِزِينَةِ الْإِيمَانِ وَاجْعَلْنَا
هَذِهِ مُهْتَدِينَ _____ رواه النسائي

قیس بن مجاز (تابعی) سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
بلبل القدر صحابی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کچھ لمبی اور مختصر نماز پڑھائی تو
لوگوں نے اس پر کچھ چیلنج کیا کہ آپ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ کیا میں نے رکوع
اور سجدے (اور دوسرے ارکان) پوری طرح ادا نہیں کئے؟ لوگوں نے کہا: یہ بات
تو نہیں، لیکن ہم نے محسوس ہی کیا کہ آپ نے (اس وقت) بہت لمبی نماز پڑھی۔
حضرت عمارؓ نے فرمایا: میں نے تو رکوع و سجود اور دوسرے ارکان پوری طرح ادا کرنے
کے علاوہ نماز میں (بھی خاصی طویل) وہ خاص دعائیں کی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کہیں کیا کرتے تھے (اور وہ یہ ہے): ”اللَّهُمَّ يَعْلِيَاكَ الْغَيْبَ
وَلَقَدْ رَزَيْكَ عَلَى الْخَلْقِ“ (اے میرے اللہ! تو عالم الغیب ہے اور تجھے اپنی

نماز کے بعد کی دعائیں:

(۱۱۳) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ دُبُرُ كُلِّ صَلَاةٍ "اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنَا شَهِيدٌ أَنَّكَ أَنْتَ الْوَبُّ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنَا شَهِيدٌ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبِّ كُلِّ شَيْءٍ اجْعَلْنِي مُفْلِحًا لَكَ وَأَمْلِي فِي كُلِّ سَاعَةٍ مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ اسْمِعْ وَاسْتَجِبْ اللَّهُ أَكْبَرُ الْأَكْبَرُ اللَّهُ تَوْرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اللَّهُ أَكْبَرُ الْأَكْبَرُ حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ اللَّهُ أَكْبَرُ الْأَكْبَرُ" رواه أبو داود

اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنَا شَهِيدٌ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے: "اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنَا شَهِيدٌ" (اے میرے اللہ! اے ہمارے پروردگار! اور ہر چیز کے پروردگار! میں گواہی دیتا ہوں کہ صرف تو ہی اکیلا تو ہی مالک اور پروردگار ہے تیرا کوئی شریک سا بھی نہیں ہے میرے اللہ! اے ہمارے پروردگار! اور ہر چیز کے پروردگار! میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد تیرا بندہ اور تیرا رسول ہے۔ اے میرے اللہ! میرے پروردگار! اور ہر چیز کے پروردگار! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سارے بندے (بندگی کے رشتے سے) بھائی بھائی ہیں۔ اے میرے اللہ! اے ہمارے پروردگار! اور ہر چیز کے پروردگار! مجھے اور میرے گمراہوں کو اپنے لئے لے لے دینا اور آخرت کی ایک ایک ساعت کے لئے اپنا غلبہ اور وفاداری بند بنانے۔

لے ذوالجلال والا کرام میری التجا میں لے میری دعا قبول فرمائے، اللہ ہی سب سے بڑا ہے، وہی بزرگ و برتر ہے، اللہ زمین و آسمان کا نور ہے (سارا جہان اسی کے نور سے قائم اور منور ہے) اللہ ہی سب سے بڑا ہے، وہی بزرگ و برتر ہے، میرے لئے میرا اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا میرا سارا اور پھر دوسرے۔ (اللہ ہی سب سے بڑا ہے، وہی بزرگ و برتر ہے)۔
(سنن ابی داؤد)

(تشریح) دعائیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک وہ جن میں اللہ تعالیٰ سے دُنیا یا آخرت کی کوئی چیز طلب کی جائے، یا کسی شر اور بلا سے اس کی پناہ مانگی جائے۔ اور دوسری وہ جن میں بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اس کے جلال و جبروت اور بے نہایت احسانات کو یاد کر کے اس کے حضور میں اپنی بندگی و نیاز مندی اور غلغلہ و فساداری و ممنونیت کا مظاہرہ کرے، اور اس طرح اس کی رحمت و عنایت اور اس کا قرب چاہے۔ نماز کے بعد کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا جو حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت سے یہاں مذکور ہوئی اسی دوسری قسم کی ہے۔ اس سے پہلے جو دعائیں درج ہو چکی ہیں ان میں سے اکثر میں بھی یہی عنصر غالب ہے۔

(۱۱۴) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِذَا صَلَّيْنَا خَلَعْتُ الشَّيْءَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُونُ عَنْ يَمِينِهِ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَتَسْمِعُهُ يَقُولُ رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ۔۔۔۔۔ رواہ مسلم

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جب شول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہم یہ چاہا کرتے تھے کہ آپ کے دائیں جانب کھڑے ہوں آپ (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) ہماری طرف رخ فرماتے تھے تو میں نے سنا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے، رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ۔

(اے پروردگار! مجھے اپنے عذاب سے بچاؤ، اُس دن جس دن کہ تو بندوں کو اٹھائے اور دوبارہ ان کو زندہ کرے) ————— (صحیح مسلم)

(تشریح) حضرت براہ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد دہنی جانب رخ کر کے بیٹھتے تھے۔ اور حضرت سمرہ بن جندب کی ایک روایت سے جس کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سلام کے بعد مقتدیوں کی جانب رخ کر کے بیٹھتے تھے۔ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آپ مقتدیوں کی طرف رخ کر کے اس طرح بیٹھتے تھے کہ کسی قدر دہنی جانب کو بھی آپ کا رخ ہوتا تھا، اس بنا پر یہ دونوں بیان بجائے خود صحیح ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۱۱۵) عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ دُبُرُ كُلِّ صَلَاةٍ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَنْ أَبِي الْقَبْرِ ————— رواه الترمذی

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد دعا کرتے تھے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَنْ أَبِي الْقَبْرِ" (اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کفر سے اور فقر و فاقہ سے، اور قبر سے) ————— (جامع ترمذی)

(۱۱۶) عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ ————— رواه البوداد

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدْ مَنِّتُ اَنْ اَكُوْنُ"
 (اے اللہ! میرے سارے گناہ معاف فرما دے جو میں نے پہلے کئے اور جو بعد میں کئے، اور
 جو چھپا کے کئے اور جو علانیہ کئے اور جو مجھ میں نے زیادتی کی، اور وہ گناہ بھی معاف فرما دے
 جن کا تجھ کو مجھ سے زیادہ علم ہے، تو آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے
 تیرے سوا کوئی مالک و معبود نہیں) ————— (سنن ابی داؤد)

(۱۱۷) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
 يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ الْفَجْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا
 وَعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَرِزْقًا طَيِّبًا ————— رواہ رزین

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نماز فجر کے بعد (کبھی کبھی) یہ دعا کیا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ عِلْمًا
 نَافِعًا وَعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَرِزْقًا طَيِّبًا" (اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں
 اُس علم کا جو نفع مند ہو، اور ایسے اعمال کا جو تیری نگاہ میں قابل قبول ہوں، اور تجھ سے
 سائل ہوں حلال طیب روزی کا) ————— (جامع رزین)

(۱۱۸) عَنْ مُسْلِمِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ اَسْتَدَّ اِلَيْهِ فَقَالَ اِذَا نَصَرْتُ مِنْ صَلَوةِ الْمَغْرِبِ
 فَقُلْ "اَللّٰهُمَّ اجْزِنِيْ مِنَ النَّارِ سَبْعَ مَرَّاتٍ قَبْلَ اَنْ
 تُكَلِّمَ اَحَدًا فَاِنَّا نَاكَ اِذَا قُلْتَ ذَا لِكَ ثُمَّ مَتَّ فِيْ لَيْلَتِكَ
 كَتَبَ لَكَ جَوَارٍ مِنْهَا وَاِذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ فَقُلْ ذَا لِكَ
 فَاِنَّا نَاكَ اِذَا مَتَّ يَوْمَ لَكَ كَتَبَ لَكَ جَوَارٍ مِنْهَا۔

————— رواہ ابو داؤد

حضرت مسلم بن الحارث رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان کو خصوصیت کے ساتھ تلقین فرمائی کہ جب تم مغرب کی نماز ختم کرو تو کسی آدمی سے بات کرنے سے پہلے سات دفعہ یہ دعا کرو: ”اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ“ (اے اللہ! مجھے دوزخ سے پناہ دے) تم نے مغرب کے بعد اگر یہ دعا کی اور اُسی رات میں تم کو موت آگئی تو دوزخ سے تمہارے بچاؤ کا فیصلہ کر دیا جائے گا، اور اسی طرح جب تم صبح کی نماز پڑھو تو کسی آدمی سے بات کرنے سے پہلے سات دفعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرو: ”اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ“ (اے اللہ! مجھے دوزخ سے پناہ دے) اگر اُس دن تمہاری موت مقدر ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو دوزخ سے بچانے کا حکم ہو جائے گا۔
(سنن ابی داؤد)

(۱۱۹) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ اخَذَ بِيَدِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ يَا مُعَاذُ وَاللَّهِ لَا حَبْثَكَ أَوْ صِيْكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدْعُهُمْ فِي كُلِّ صَلَوةٍ أَنْ تَقُولَ ”اَللّٰهُمَّ اَعِزَّنِيْ عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ“

رواہ ابو داؤد والنسائی

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کے فرمایا: اے معاذ! مجھے تجھ سے محبت ہے، میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا ضرور کیا کر: ”اَللّٰهُمَّ اَعِزَّنِيْ عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ“ (اے اللہ! میری مدد فرما اور مجھے توفیق دے اپنے ذکر کی، اپنے شکر کی اور اپنی اچھی عبادت کی)۔
(سنن ابی داؤد، سنن نسائی)

(تشریح) نہایت مختصر ہونے کے باوجود یہ بڑی عظیم اور اہم دعا ہے۔ اس کی عظمت اور اہمیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو اپنی محبت کا واسطہ دے کر تاکید کے ساتھ اس کی وصیت اور تلقین فرمائی۔ اسی طرح

اس سے پہلی حدیث کی دُعا ”اَللّٰهُمَّ اَجِزْنِي مِنَ التَّأَنُّ“ کی تلقین بھی آپ نے مسلم بن الحارث کو خصوصیت اور اہتمام سے فرمائی تھی اور وہ بھی نہایت مختصر ہے۔ اس غیر معمولی اہتمام کیساتھ حضور کی تعلیم و تلقین کے بعد ان دُعاؤں کا اہتمام نہ کرنا بڑی ناقدری اور کم نصیبی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

ختم تہجد پر آپ کی ایک نہایت جامع دُعا: —————

(۱۲۰) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيْلَةً حِينَ فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِكَ تَهْدِيْ بِهَا
قَلْبِي وَتَجْمَعُ بِهَا اَمْرِي وَتَكْمُلُ بِهَا شَعْنِي وَتُصَلِّحُ بِهَا
غَايِبِي وَتَرْفَعُ بِهَا شَاهِدِي وَتُزَكِّيْ بِهَا عَمَلِي وَ
تُمِیْنِيْ بِهَا رَشْدِي وَتَرْزُقُنِيْ بِهَا نَفْسِي وَتَقْضِيْ بِهَا مِنْ كُلِّ سُوْءٍ
اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ اِيْمَانًا وَیَقِيْنًا لَیْسَ بَعْدَهُ كُفْرٌ وَرَحْمَةً
اَنْتَالُ بِهَا شَرَفَ كَرَامَتِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْفَوْزَ فِي الْقَضَاءِ وَنُزُلَ الشَّهَادَةِ
وَعِیْشَ السَّعَادَةِ وَالْقَصْرَ عَلٰی الْاَعْدَاءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ
اُنْزِلْ بِكَ حَاجَتِيْ وَاِنْ قَصُرَ رَاۤیِیْ وَضَعُفَ عَمَلِيْ
اَفْعَزْتُ اِلٰی رَحْمَتِكَ فَاَسْئَلُكَ يَا قَاضِيَ الْاُمُوْرِ
وَيَا شَافِيَ الصُّدُوْرِ كَمَا تَحْدِثُ بَيْنَ الْبُحُوْرِ اَنْ تَحْدِثَ لِيْ
مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ وَمِنْ دَعْوَةِ النَّبُوْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ
الْقُبُوْرِ اَللّٰهُمَّ مَا قَصُرَ عَنْهُ رَاۤیِیْ وَلَمْ يَبْلُغْهُ

نِيَّتِي وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْأَلَتِي مِنْ خَيْرٍ وَعَدَّتْهُ أَحَدًا
 مِنْ خَلْقِكَ أَوْ خَيْرًا أَنْتَ مُعْطِيهِ أَحَدًا مِنْ عِبَادِكَ فَإِنِّي
 أَرْغَبُ إِلَيْكَ فِيهِ وَأَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ
 اللَّهُمَّ ذَا الْحُبْلِ الشَّدِيدِ وَالْأَمْرِ الشَّدِيدِ أَشْثَلُكَ الْإِيْمَنَ
 يَوْمَ الْوَعْدِ وَالْجَنَّةِ يَوْمَ الْخُلُودِ مَعَ الْمُقَرَّرِينَ الشُّهُودِ
 الرُّكَّعِ الشُّجُودِ الْمُؤَوِّفِينَ بِالْعَهْدِ إِنَّكَ رَحِيمٌ وَدُودٌ
 وَإِنَّكَ تَفْعَلُ مَا تُرِيدُ اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا هَادِينَ مُهْتَدِينَ
 غَيْرَ ضَالِّينَ وَلَا مُضِلِّينَ سَلَامًا لَا ذِلَّةَ لَكَ وَعَدٌ وَآ
 لَا عُدَايَكَ يُحِبُّ بِحُبِّكَ مَنْ أَحْبَبَكَ وَتُعَادِي بِعَدَاوَتِكَ
 مَنْ خَالَفَكَ اللَّهُمَّ هَذَا الدُّعَاءُ عَلَيْكَ الْإِجَابَةُ
 وَهَذَا الْجَهْدُ وَعَلَيْكَ التَّكْلَانِ اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي نُورًا
 فِي قَلْبِي وَنُورًا فِي قَبْرِي وَنُورًا مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَنُورًا
 مِنْ خَلْفِي وَنُورًا عَنْ يَمِينِي وَنُورًا عَنْ شِمَالِي وَنُورًا
 مِنْ فَوْقِي وَنُورًا مِنْ تَحْتِي وَنُورًا فِي سَمْعِي وَنُورًا فِي بَعْضِي
 وَنُورًا فِي شَعْرِي وَنُورًا فِي بَشْرِي وَنُورًا فِي لَحْيِي وَنُورًا
 فِي دَمِي وَنُورًا فِي عَظَامِي اللَّهُمَّ أَعْظِمْ لِي نُورًا وَأَعْظِمْ نُورًا
 وَاجْعَلْ لِي نُورًا سُبْحَانَ الَّذِي تَعَطَّفَ الْعِزُّ وَقَالَ بِهِ
 سُبْحَانَ الَّذِي لَيْسَ الْمُسْجَدُ وَتَكْرَمُ سُبْحَانَ ذِي الْجَلَالِ
 وَالْإِكْرَامِ

رواه الترمذی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ایک رات کاہرہ سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا:

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِكَ تَهْدِیْ بِهَا قَلْبِیْ اِنَّ“
 (اے اللہ! میں تجھ سے دعا دوں گا کہ تیرا فضل و کرم سے مجھ پر ایسی وسیع اور
 ہم گیر رحمت فرما جس سے میرا قلب تیری ہدایت سے بہرہ یاب ہو اور اپنے سارے معاملات
 میں مجھے تیری اس رحمت سے تمہیں نصیب ہو اور میری ظاہری و باطنی پر لاگندگی اور
 ابتیری دور ہو اور مجھ سے تعلق رکھنے والی جو چیزیں میرے پاس نہیں دور اور غائب ہیں
 تیری رحمت سے ان کو مصالح و فلاح حاصل ہو اور جو میرے پاس حاضر و موجود ہیں ان کو تیری
 رحمت سے رفعت اور قدر افزائی نصیب ہو اور خود میرے اعمال کا تیری اس رحمت سے ترمیم ہو
 اور تیری طرف سے میرے قلب میں دہی ڈالا جائے جو میرے لئے صحیح اور مناسب ہو اور جس
 چیز سے مجھے رغبت اور الفت ہو وہ مجھے تیری اس رحمت سے عطا ہو اور ہر بُرائی سے تو میری
 حفاظت فرما۔

اے میرے اللہ! میرے دل کو وہ ایمان و یقین عطا فرما جس کے بعد کسی درجہ کا بھی
 کفر نہ ہو (یعنی کوئی بات بھی تجھ سے ایمان کے خلاف سرزد نہ ہو) اور مجھے اپنی اس رحمت سے
 نواز جس کے طفیل دنیا اور آخرت میں مجھے عزت و شرف کا مقام حاصل ہو۔
 اے اللہ! میں تجھ سے التجا کرتا ہوں قضا و قدر کے فیصلوں میں کامیابی کی اور تجھ سے
 مانگتا ہوں تیرے شہید بندوں و ملاحہ از اور تیرے نیک بخت بندوں والی زندگی اور دشمنوں
 کے مقابلے میں تیری حمایت اور مدد۔

اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں اپنی حاجتیں لے کر حاضر ہوا ہوں، اگرچہ میری عقل و
 دماغ کمزور اور میرا عمل اور جہد و جدوجہد ضعیف ہے۔ اے حیم و کریم! میں تیری رحمت کا محتاج ہوں
 پس اے سارے امور کا فیصلہ فرمانے والے اور قلوب کے روگ دور کر کے ان کو نفاختے والے
 مالک و مولا! جس طرح تو اپنی قدرتِ کاملہ سے (ایک ساتھ بہنے والے) سمندر کو ایک
 دوسرے سے جدا رکھتا ہے (کہ کھادی شیریں سے الگ رہتا ہے اور شیریں کھادی) اسی طرح

تو مجھے آتشِ دوزخ سے اور اُس خدا بے جُدا اور دُور رکھ جس کو دیکھ کے آدمی موت کی دُعا مانگے گا، اور اسی طرح مجھے عذابِ قبر سے بچا۔

اے میرے اللہ! تو نے جس خیر اور نعمت کا اپنے کسی بندے کے لئے وعدہ فرمایا ہو، یا جو چیز اور نعمت تو کسی کو بغیر وعدے کے عطا فرمانے والا ہو اور میری عقل و رائے اس کے شعور اور اس کی طلب سے قاصر رہی ہو اور میری نہت بھی اس تک نہ پہنچی ہو اور میں نے تجھ سے اس کی استدعا بھی نہ کی ہو، تو اے میرے اللہ! تیری رحمت سے میں اُس کی بھی تجھ سے التجا کرتا ہوں، اور تیرے کرم کے بھر دے اُس کا بھی طالب اور شائق ہوں، تو اپنے رحم و کرم سے وہ خیر و نعمت بھی مجھے عطا فرما۔

اے میرے وہ اللہ! جس کا رشتہ مضبوط و محکم ہے اور جس کا ہر حکم اور کام صحیح اور درست ہے، میں تجھ سے استدعا کرتا ہوں کہ ”یوم الوعدہ“ یعنی قیامت کے دن مجھے اُن صُلیب عطا فرما، اور ”یوم الخلود“ یعنی آخرت میں میرے لئے جنت کا فیصلہ فرما اپنے اُن بندوں کے مقابل جو تیرے مقرب اور تیری بارگاہ کے حاضر باش ہیں اور رکوع و سجود یعنی نماز و عبادت میں مشغول رہنا جن کا وظیفہ حیات ہے اور وفاتے عہد جن کی خاص صفت ہے۔

اے میرے اللہ! تو بڑا مہربان اور بڑی عنایت و محبت فرمانے والا ہو اور ”خَلَّالٌ لِّمَا یَرِیدُ“ تیری شان ہے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا کر دے کہ ہم دوسروں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنیں، اور خود ہدایت یاب ہوں۔ نہ خود گم کردہ راہ ہوں اور نہ دوسروں کے لئے گمراہ کن۔ تیرے دوستوں سے ہماری صلہ ہو، تیرے دشمنوں کے ہم دشمن ہوں۔ جو کوئی تجھ سے محبت رکھے، ہم تیری اس محبت کی وجہ سے اُس سے محبت کریں، اور جو تیرے خلاف چلے اور عداوت کی راہ اختیار کرے، تیری عداوت کی وجہ سے ہم بھی اُس سے عداوت اور بغض رکھیں۔

اے اللہ! یہ میری دُعا ہے، اور قبول فرماتا تیرے ذمہ ہے، اور یہ میری حقیر کوشش ہے،

اور اعتماد و بھروسہ اپنی کوشش اور دُعا پر نہیں بلکہ صرف تیرے کرم پر ہے۔

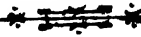
اے اللہ! میرے قلب میں نور پیدا فرما، اور میری قبر کو نورانی کر دے اور نور کر دے
میرے آگے اور میرے پیچھے اور میرے دائیں اور میرے بائیں اور میرے اوپر اور میرے نیچے
(یعنی میرے ہر طرف تیرا نور ہی نور ہو) اور اے اللہ! نور پیدا فرما میری شنوائی اور بینائی میں۔
اور میرے بال بال اور رُوئیں رُوئیں میں اور میرے گوشت و پوست میں اور میری رگوں میں
دوڑنے والے میرے خون میں اور میری ہڈیوں میں۔ اے اللہ! میرے نور کو بڑھا اور مجھے نور
عطا فرما، اور نور کو میرا اور میرے ساتھ کر دے۔

پاک ہے وہ پروردگار جس نے عزت و جلال کی چادر اوڑھ لی ہے اور مجد و کرم اس کا
لباس و شعار ہے، پاک ہے وہ ربّ قدوس جس کے سوا کسی کو تسبیح و سزاوار نہیں، پاک ہے
بندوں پر فضل و انعام فرمانے والا، پاک ہے جس کی خاص صفت عظمت و کرم ہے، پاک ہے
ربّ ذوالجلال و الاکرام (جامع ترمذی)

(تشریح) سبحان اللہ! کتنی بلند اور کس قدر جامع ہے یہ دُعا۔ تنہا اسی ایک دُعا ہے (اور
اس سے پہلے جو دعائیں درج ہوئیں اُن سے بھی) اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے مُسَوَّن و صفات کی کتنی معرفت حاصل تھی، اور عبدیت جو بند کا سب سے بڑا
کمال ہے اُس میں آپ کا کیا مقام تھا، اور ربّ العالمین اور محبوب ربّ العالمین ہونے کے باوجود
اپنے کو آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے کرم کا کتنا محتاج سمجھتے تھے، اور بندگی و نیاز مندی کی
کس فقیرانہ شان کے ساتھ اس سے اپنی حاجتیں مانگتے تھے نیز یہ بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دُعا
کے وقت آپ کے قلب مبارک کی کیا کیفیت ہوتی تھی، اور اللہ تعالیٰ نے انسانی حاجتوں کا کتنا فیصلی
اور عمیق احساس آپ کو عطا فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ جیسے رؤف اور رحیم و کریم ہیں اُس کو ہمیشہ نظر رکھتے ہوئے
یہ بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دعاؤں کے ایک ایک فقرے پر

اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں کیسا تلاطم اور دُعا مانگنے والے پر کتنا پیارا آتا ہوگا۔
 پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں اُمت کے لئے آپ کا عظیم ترین
 ورثہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس ورثہ کی قدر و قیمت سمجھیں اور اس سے
 پورا حصہ لینے کی کوشش کریں۔



مختلف اوقات و احوال کی دعائیں

اب تک جو دعائیں مذکور ہوئیں وہ سب نماز کے اندر کی یا نماز کے بعد کی تھیں، اور نماز چونکہ اپنی روح و حقیقت کے لحاظ سے خود دعا و مناجات بلکہ اس کی مکمل ترین صورت ہے، اور اس کا موضوع ہی اللہ تعالیٰ کے حضور میں اظہارِ عجز و نیاز اور دعا و سوال ہے، اس لئے اس میں اس طرح کی دعائیں کامل معرفت اور کمال عبدیت کی علامت ہونے کے باوجود کوئی انجوبہ نہیں لیکن جو دعائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے اوقات خاص کر کھانے پینے سونے جاگنے اور دوسرے بشری و حیوانی تقاضوں والے اعمال و اشغال کے اوقات کے لئے تعلیم فرمائی ہیں جن کے ذریعہ یہ اعمال و اشغال بھی سراسر دُعا و نورانی اور اللہ تعالیٰ کے تقرب کا وسیلہ بن جاتے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و تعلیم کا حاصل خاص مجرب و ذیل میں انہی دعاؤں کا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔

صبح اور شام کی دعائیں:

ہر آدمی کے لئے رات کے بعد صبح ہوتی ہے اور دن ختم ہونے پر شام آتی ہے، گویا ہر صبح اور ہر شام زندگی کی ایک منزل طے ہو کر اگلی منزل شروع ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات اور اپنے عملی نمونے سے امت کو ہدایت فرمائی کہ وہ ہر صبح و شام اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو تازہ و مستحکم کرے، اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرے، اپنے قصوروں کے اعتراف کے ساتھ

معانی ملے، اور سائل اور بھکاری بن کر بہت کم سے مناسب وقت دعائیں کرے۔

(۱۲۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
مُرْنِي بِكَلِمَاتٍ أَقُولُهُنَّ إِذَا أَصْبَحْتُ وَلَا إِذَا امْسَيْتُ قَالَ
قُلْ "اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ
وَالشَّهَادَةِ رَبِّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِكُهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا
أَنْتَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشَرِّكَهِ"
قَالَ قُلْهَا إِذَا أَصْبَحْتَ وَلَا إِذَا امْسَيْتَ وَلَا إِذَا أَخَذْتَ
مَضْجَعَكَ

رواہ ابو داؤد و الترمذی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: مجھے ذکر و دعا کے وہ کلمے تعلیم فرمادیجئے
جن کو میں صبح اور شام کہہ لیا کروں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کیا کرو
"اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّيْطَانِ وَ شَرِّكَهِ"
(یعنی میں و آسمان کے پیدا کرنے والے، غیب و شہود کا پورا علم رکھنے والے، ہر چیز کے مالک و
پروردگار۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی قابل پرستش نہیں، میں تیری پناہ چاہتا
ہوں، اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے (یعنی اس بات سے کہ
وہ مجھے شرک میں مبتلا کرے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! تم اللہ سے یہ دعا کیا کرو صبح کو
اور شام کو اور سونے کے لئے بستر پر بیٹھے وقت۔

(سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

(۱۲۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُعَلِّمُ أَصْحَابَهُ يَقُولُ إِذَا أَصْبَحَ أَحَدُكُمْ فَلْيُحْسِنِ

”اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوتُ
وَمَا لَيْكَ الْمَصِيْرُ وَاِذَا اَمْسَى فَلَيْقُلْ اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا
وَبِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوتُ وَمَا لَيْكَ النُّشُوْرُ۔
رواہ ابو داؤد و الترمذی و اللفظ لہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے
اصحاب کو تلقین فرماتے تھے کہ جب رات ختم ہو کر تمہاری صبح ہو تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا
کرو، ”اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا۔ تا۔ وَمَا لَيْكَ الْمَصِيْرُ“
(اے اللہ! تیرے ہی حکم سے ہماری صبح ہوتی ہے، اور تیرے ہی حکم سے ہماری شام، تیرے ہی
فیصلہ سے ہم زندہ ہیں، اور تیرے ہی حکم سے ہم وقت آجانے پر مریں گے، اور پھر تیری ہی طرف
لوٹ کر جائیں گے)۔ اسی طرح جب شام ہو تو عرض کرو: ”اَللّٰهُمَّ بِكَ
اَمْسَيْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا۔ تا۔ وَمَا لَيْكَ النُّشُوْرُ“ (اے اللہ! تیرے ہی حکم سے
ہماری شام ہوتی ہے، اور تیرے ہی حکم سے ہماری صبح، اور تیرے ہی فیصلہ سے ہم زندہ ہیں،
اور تیرے ہی فیصلہ سے مریں گے، اور پھر اٹھ کر تیرے ہی حضور حاضر ہوں گے)۔

(جامع ترمذی و سنن ابی داؤد)

(تشریح) رات کے اندھیرے کے بعد صبح کے اُجالے کا نمودار ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔
انسان عموماً دن ہی میں اپنے سارے کام کاج کرتے ہیں، اگر رات کے بعد صبح نہ ہو تو گویا قیامت
ہو جائے۔ اسی طرح دن کے ختم پر شام کا آنا اور رات کا شروع ہونا بھی بڑی نعمت ہے، شام
اُس کاموں سے چھٹی دلاتی اور آرام و راحت کا پیام لاتی ہے، اگر ایک دن شام نہ آئے، تو
اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عام انسانوں پر کیا گزر جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
حدیث میں ہدایت فرمائی ہے کہ جب صبح یا شام ہو تو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا احساس و احترام
کیا جائے۔ اسی کے ساتھ اس کو بھی یاد کیا جائے کہ جس طرح اللہ کے حکم سے دن کی عمر ختم ہو کر رات

آتی ہے، اور رات کی عمر ختم ہو کر دن نکلتا ہے۔ اسی طرح اس کے حکم سے ہماری زندگی چل رہی ہے، اور اُسی کے حکم سے مقررہ وقت پر موت آجائے گی، اور پھر اللہ کے حضور میں پیشی ہوگی۔ الغرض روزانہ صبح و شام اللہ کی نعمت کا اعتراف اور موت اور آخرت کو یاد کیا جائے۔ نہ صبح کو اس سے غفلت ہو نہ شام کو۔

(۱۲۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَسْنَى قَالَ "أَمْسَيْنَا وَآمَسَى الْمَلِكُ لِلَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ اللَّیْلَةِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَاعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَسُوءِ الْكِبَرِ وَفِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَابْرِ"۔ وَإِذَا أَصْبَحَ قَالَ ذَلِكَ أَيْضًا أَتَسَبَّحُنَا وَأَصْبَحَ الْمَلِكُ لِلَّهِ الْحَمْدُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب شام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتے: "اَمْسَيْنَا وَآمَسَى الْمَلِكُ لِلَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ"۔ یہ شام اس حال میں ہو رہی ہے کہ ہم اور یہ ساری کائنات اللہ ہی کے ہیں۔ ساری حمد و ثناء اسی اللہ کے لئے ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک سا بھی نہیں، راجع ہو ملک اسی کا ہے، وہی لائق حمد و ثناء ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! یہ آنے والی رات اور یہ کچھ اس رات میں ہونے والے اللہ ہی میں اس کے خیر کا تجھ سے سائل ہوں، اور اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ پروردگار! تیری پناہ سستی اور کاہلی سے (جو ابوہریرہ سے مروی کا سبب بنتی ہے) تیری پناہ بالکل نکتا کر دینے والے بڑھاپے سے، اور کبر سن کے بڑے اثرات سے، تیری پناہ دنیا کے ہر فتنہ سے (اور جہاں کی ہر آزمائش سے) تیری پناہ قبر کے عذاب سے۔

اور جب صبح ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بس ایک لفظ کی تبدیلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں یوں عرض کرتے: ”أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمَلَكُ لِلَّهِ الْخَيْرُ“ (ہماری صبح اس حال میں ہو رہی ہے کہ ہم اور یہ ساری کائنات اللہ ہی کے ہیں ان)۔

(صبحِ مسلم)

(تشریح) اس دعا میں اپنی ذات اور ساری کائنات کے اوپر اللہ تعالیٰ کی ملکیت کا اقرار اور اس کی حمد و ثناء کے ساتھ اس کی توحید کا اعلان ہے۔ پھر رات یا دن میں جو خیر اور برکتیں ہوں ان کا سوال ہے، اور جو کمزوریاں خیر و سعادت سے محرومی کا سبب بن جاتی ہیں ان سے پناہ طلبی ہے۔ اور آخر میں دنیا کے ہر فتنہ اور عذابِ قبر سے پناہ مانگی گئی ہے۔ سبحان اللہ! کیسی جامع دعا ہے اور اس میں اپنی بندگی اور نیاز مندی کا کیسا اظہار ہے۔

(۱۲۴) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ حِينَ يُسَبِّحُ وَحِينَ يُصْبِحُ
”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُمَيَّاسِي وَ
أَهْلِي وَمَالِي اللَّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي وَآمِنْ رَوْعَاتِي اللَّهُمَّ
أَحْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيْ وَمِنْ خَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي
وَمِنْ ذَوْقِي وَأَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي“

رواہ ابو داؤد

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب شام یا صبح ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے: ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ“ انہی کے لئے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں معافی اور نجات کا طالب و سائل ہوں۔ اے میرے اللہ! میں اپنے دین اور دنیا اور اپنے اہل و عیال اور مال کے

ہائے میں معافی اور عافیت کا طلبگار ہوں۔ اے اللہ! میری شرم و عار والی باتوں کی پردہ دہی فرما، میرے دل کی گھبراہٹ اور تشویشات دور فرما کر مجھے امن و اطمینان نصیب فرما۔ اے اللہ! میری حفاظت فرما میرے آگے سے اور پیچھے سے اور میرے دائیں بائیں اور میرے اوپر کی جانب سے۔ اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ نیچے کی جانب سے مجھ پر کوئی آفت آئے، مجھے ہمیشہ اس سے محفوظ رکھ۔ (سنن ابی داؤد)

(تشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صبح شام کی دعاؤں میں یہ دعا بھی بڑی جامع ہے، انسانی ضرورت کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو ان چند لفظوں میں نہ آگیا ہو۔ اللہ تعالیٰ قدر شناسی عطا فرمائے، اور عمل کی توفیق دے۔

(۱۲۵) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَقُولُ إِذَا أَمْسَى وَإِذَا أَصْبَحَ شَكَائًا رَضِيئًا يَا اللَّهُ رَبَّائِي يَا إِلَهَ سَلَامٍ دِينًا قَرِيبًا مُحَمَّدًا نَبِيًّا إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُرْضِيَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔

رواہ احمد و الترمذی

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بندہ صبح اور شام تین دفعہ کہے: ”رَضِيئًا يَا اللَّهُ رَبَّائِي يَا إِلَهَ سَلَامٍ دِينًا قَرِيبًا مُحَمَّدًا نَبِيًّا“ (میں رضی ہوں اللہ کو اپنا مالک و پروردگار مان کر اور اسلام کو اپنا دین بنا کر اور محمدؐ کو نبی مان کر) تو اللہ نے اس بندے کے لئے اپنے ذمہ کر لیا ہے کہ قیامت کے دن اس کو ضرور خوش کر دے گا۔ (مسند احمد، جامع ترمذی)

(تشریح) سبحان اللہ! کتنی عظیم بشارت ہے کہ جو مومن و مسلم بندہ اس مختصر کلمہ کو صبح شام تین تین دفعہ کہے اللہ و رسول اور ان کے دین کے ساتھ اپنے ایمانی تعلق کو تازہ اور مستحکم کرے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ ہے کہ میں قیامت کے دن اس کو رضی اور خوش کر دوں گا۔

اس بشارت کے معلوم ہو جانے کے بعد اس دولت کو حاصل کرنے سے غافل رہنا کتنا عظیم خسارہ اور کتنی بڑی محرومی ہوگی۔

(۱۲۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَتَّامٍ الْبَيَّاضِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ "اللَّهُمَّ مَا أَصْبَحَ بِي مِنْ نِعْمَةٍ أَوْ بِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ فِيمَنْكَ وَحَدَاكَ لَكَ شَرِيكَ لَكَ - لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ" فَقَدْ أَذَى شُكْرُ يَوْمِهِ وَمَنْ قَالَ مِثْلَ ذَلِكَ حِينَ يُمَسِّي فَقَدْ أَذَى شُكْرُ لَيْلَتِهِ ————— رواه أبو داود

عبد اللہ بن عتّام بیاضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ صبح ہونے پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرے کہ: "اللَّهُمَّ مَا أَصْبَحَ بِي مِنْ نِعْمَةٍ أَوْ بِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ فِيمَنْكَ وَحَدَاكَ لَكَ شَرِيكَ لَكَ - لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ" (اے میرے اللہ! اس صبح جو بھی نعمت مجھے نصیب ہے یا تیری مخلوق میں سے کسی کو بھی میسر ہے وہ تمہا تیرے ہی کرم کا نتیجہ ہے، تیرا کوئی شریک سامھی نہیں، تیرے ہی لئے ساری حمد و ثنا اور لئے کرم صرف تیرا ہی شکر ہے) تو اس نے اس دن کی ساری نعمتوں کا شکر ادا کر دیا، اور جس نے شام ہونے پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں اسی طرح عرض کیا تو اس نے پوری رات کی نعمتوں کا شکر ادا کر دیا۔

(سنن ابی داؤد)

(تشریح) حق یہ ہے کہ بندہ اللہ کی نعمتوں کا کسی طرح شکر ادا نہیں کر سکتا۔ یہ رب کریم کا صفت کرم ہے کہ ایسے حقیر سے شکر کو بھی وہ کافی قرار دیتا ہے۔ منقول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ: اے پروردگار! آپ کی نعمتیں بہ شمار میں کیسے ان کا شکر ادا کروں۔ ارشاد ہوا کہ: تمہارا یہ محسوس کرنا کہ وہ نعمتیں میری ہی طرف سے ہیں بس یہی شکر کافی ہے۔ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ۔

(۱۲۷) عَنْ أَبِي مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصْبَحَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ "أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمَلِكُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ هَذَا الْيَوْمِ وَفَتْحَهُ وَنَصْرَهُ وَنُورَهُ وَبَرَكَتَهُ وَهُدَاهُ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيهِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهُ" ثُمَّ إِذَا أَمْسَى فَلْيَقُلْ مِثْلَ ذَلِكَ _____ رواه ابوداؤد

حضرت ابومالک اشجری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب صبح ہو تو کہو: "أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمَلِكُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ تا أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيهِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهُ" (صبح اس حالت میں ہوئی کہ ہم اور ساری کائنات اللہ رب العالمین کی ملک اور اس کے قبضہ میں ہیں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس دن کی خیر اور فتح و نصرت، نور و برکت اور ہدایت کا سائل ہوں، اور اس دن اور اس کے بعد کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں)۔ پھر جب شام ہو تو اسی طرح کہو۔

(سنن ابی داؤد)

(۱۲۸) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ "سُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ. وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ. يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَمِيتِ وَ يُخْرِجُ الْمَمِيتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَلِكَ تُخْرَجُونَ" أَذْرَكَ مَا قَاتَهُ يَوْمَهُ ذَلِكَ وَمَنْ قَالَ هُنَّ حِينَ يُمَسِّي أَذْرَكَ مَا قَاتَهُ فِي لَيْلَتِهِ۔

_____ رواه ابوداؤد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو کوئی (سورہ روم کی یہ تین آیتیں) صبح ہونے پر تلاوت کرے وہ اس دن کی وہ ساری خیر اور برکتیں پالے گا جو اس سے فوت ہوئی ہوں گی۔ اور اسی طرح جو کوئی شام آنے پر یہ تین آیتیں تلاوت کرے وہ اس رات کی وہ ساری خیر و برکت پالے گا جو اس سے فوت ہوئی ہوں گی۔ ————— وہ آیات یہ ہیں: —————

فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ	اللہ کی پاکی بیان کرو جب تم آٹے لے، صبح ہو
وَحِينَ تُصْبِحُونَ وَلَهُ الْحَمْدُ	اور جب شام آئے۔ اور زمین آسمان میں
فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ	ہر وقت اس کی حمد و ثنا ہوتی ہے۔ اور
وَعِشَاءً وَحِينَ تُظْهِرُونَ	جو تھکے پہراورد و پہر کے وقت بھی اس کی پاکی
يُخْرِجُ النُّجْمَ مِنَ الْمَيِّتِ	بیان کرو، وہی قادر مطلق زندہ کو مردہ سے
وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ النُّجْمِ	اور مردہ کو زندہ سے برآمد کرتا ہے، اور زمین پر
وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا	مردگی طاری ہو جانے کے بعد اپنی رحمت سے
وَكَذَٰلِكَ تُخْبِرُونَ۔	اسے حیات تازہ بخشتا ہے۔ اور تم بھی

اسی طرح مرنے کے بعد زندہ کر دیے جاؤ گے۔

(سنن ابی داؤد)

(۱۲۹) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَقُولُ فِي صَبَاحٍ كُلِّ يَوْمٍ وَمَسَاءٍ كُلِّ لَيْلَةٍ "بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ رَأْسِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ" ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَا يَضُرُّهُ شَيْءٌ

رواہ الترمذی والبوداؤد

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: جو شخص ہر دن کی صبح اور ہر رات کی شام کو تین دفعہ یہ دُعا پڑھ لیا کرے اُسے کوئی
حضرت نہیں پہونچے گی اور وہ کسی حادثہ سے دوچار نہیں ہوگا۔ دُعا یہ ہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یُضَرُّمَعْرَضُهُ
شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَکَلَا فِی السَّمَاءِ
اِسْمِ اللّٰهِ کے نام سے جس کے نام پاک کے ساتھ
زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی ضرر نہیں پہونچ سکتی
اور وہ سب سننے والا اور جاننے والا ہے۔

(جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

(تشریح) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے راوی ان کے صاحبزادے
ابان ہیں۔ ان پر فالج کا حملہ ہو گیا تھا جس سے ان کا جسم متاثر تھا۔ ایک دفعہ جب وہ یہ حدیث
بیان کر رہے تھے ایک آدمی خاص طرح کی نظر سے ان کی طرف دیکھنے لگا، وہ سمجھ گئے کہ اس کے
دل میں یہ اعتراض پیدا ہو رہا ہے کہ جب آپ یہ حدیث اپنے والد ماجد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
سے سُن چکے تھے تو پھر آپ پر فالج کا حملہ کیسے ہو گیا، اس حدیث میں تو اس دُعا کے صبح و شام
پڑھنے والے کے لئے ہر حادثہ سے حفاظت کی ضمانت بتائی گئی ہے۔ ابان نے اُس آدمی
سے کہا: میاں دیکھتے کیا ہو، نہ میں غلط بیان کر رہا ہوں نہ حضرت عثمانؓ نے مجھ سے غلط بیان
کیا تھا، حدیث بالکل صحیح ہے، اور اس میں جو وعدہ ہے وہ بھی برحق ہے، اصل واقعہ یہ ہے کہ
ایک دفعہ کسی معاملہ کی وجہ سے مجھے سخت نعت تھی، اُس غصہ کی حالت میں اُس دن وقت پر یہ دُعا
پڑھنا بھول گیا، اسی دن یہ فالج کا حملہ ہوا۔ چونکہ تقدیر انہی میں فالج ہونا مقرر تھا اس لئے اُسی
دن بھلا دیا گیا۔ حضرت ابان کا یہ بیان بھی حدیث کے ساتھ سنن ابی داؤد اور
جامع ترمذی میں مروی ہے۔ صبح شام تین دفعہ اس دُعا کا پڑھنا اللہ کے نیک
بندوں کے معمولات میں سے ہے، اور بلاشبہ اس میں آفاتِ ارضی و سماوی سے حفاظت کی
ضمانت ہے۔

(۱۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُبَّیْبٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَأْ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، وَالْمَعْوَذَتَيْنِ حِينَ
تَمْسِي وَحِينَ تُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔

رواہ ابو داؤد

حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:۔ شام کو اور صبح کو یعنی دن شروع ہونے پر اور رات شروع ہونے پر تم قل هو الله احد اور قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس تین بار پڑھ لیا کرو۔۔۔ یہ ہر چیز کے واسطے تمھارے لئے کافی ہوں گی۔ (سنن ابی داؤد)

(تشریح) قل هو الله اور معوذتین قرآن مجید کی بہت چھوٹی سورتوں میں ہیں، لیکن اپنے مضمون کے لحاظ سے بہت فائق اور بالاتر ہیں، جیسا کہ فضائل تلاوت قرآن کے سلسلہ میں کچھ ہی پہلے بیان بھی کیا جا چکا ہے۔ حدیث کا مفاد یہ ہے کہ جو لوگ اور زیادہ نہ پڑھ سکیں وہ صبح شام کم از کم یہی تین سورتیں تین بار پڑھ لیا کریں، جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے، یہی انشاء اللہ کافی ہوں گی، ہر مسلمان کو یہ یاد بھی ہوتی ہیں۔

خاص سونے کے وقت کی دعائیں:

نیند کو موت سے بہت مشابہت ہے۔ سونے والا مُردے ہی کی طرح دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے نیند بیداری اور موت کے درمیان کی ایک حالت ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تاکید کے ساتھ ہدایت فرماتے تھے کہ جب سونے لگو تو اس سے پہلے دھیان اور اہتمام سے اللہ کو یاد کرو، گناہوں سے معافی مانگو اور اس سے مناسب وقت دعائیں کرو۔۔۔ اس سلسلہ میں جو دعائیں آپ نے تلقین فرمائیں اور جو آپ کے معمولات میں سے تھیں وہ ذیل میں پڑھی جائیں۔

(۱۳۱) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ أَمَرَ رَجُلًا قَالَ إِذَا أَخَذْتَ مَصْبَعَكَ
 قُلْ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَ نَفْسِيْ وَ اَنْتَ تَوْفَّاهَا لَكَ مِمَّا تُهَمُّ
 وَ عَنَّا هَا اِنْ اَحْيَيْتَهَا فَاَحْفَظْهَا وَاِنْ اَمَتَهَا فَاغْمِرْ لَهَا
 اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ "فَقِيلَ لَهُ سَمِعْتَ
 هَذَا مِنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُهُ مِنْ خَيْرٍ مِنْ عُمَرَ مِنَ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رواہ سلم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو بتایا کہ جب تم سونے کے لئے بستر پر لیٹ جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کرو: "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَ نَفْسِيْ"۔ تا۔ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ" (اے میرے اللہ! تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے اور تو ہی جب چاہے گا میری روح قبض کر لے گا، میرا مرنا اور جینا تیرے ہی اختیار میں ہے، اگر تو مجھے زندہ رکھے تو دہر بلا اور گناہ سے اور شر و فتنہ کی ہر بات سے) میری حفاظت فرما، اور اگر تیرا فیصلہ میری موت کا ہو تو میری مغفرت فرما، اور مجھے بخش دے، اے میرے اللہ! میں تجھ سے معافی اور عافیت کا سائل ہوں (تو میرے لئے معافی کا اور دنیا و آخرت میں عافیت کا فیصلہ فرما)۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جب یہ دُعا تلقین فرمائی تو کسی نے ان سے کہا کہ۔۔ یہ آپ نے اپنے والد ماجد حضرت عمرؓ سے سنی ہوگی؟۔ انھوں نے فرمایا:۔ میں نے اُس سہتی سے سنا ہے جو حضرت عمرؓ سے بھی بہتر تھی میں نے یہ دُعا براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

(صحیح مسلم)

(تشریح) یہ مختصر دُعا عبدیت کے جذبات سے بھرپور ہے اور اللہ کے حضور میں عبدیتِ نیاز مندی اور اظہارِ عاجزی و بے بسی ہی سب سے زیادہ اس کی رحمت کو کھینچنے والی چیز ہے۔ خاص کر سوتے وقت کسی بستر کو اس طرح کی دُعا کی توفیق ملنا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص نظرِ عنایت

ذکر اس کی طرف متوجہ ہے۔

(۱۳۲) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا آوَى إِلَى فِرَاشِهِ قَالَ "الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَإِذَا أَفَكَمْنَا مَنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤَدِّي لَهُ"

رواہ مسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آرام کے لئے بستر پر تشریف لاتے تو اس طرح اللہ کی حمد اور اس کا شکر ادا کرتے "الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي - تا - وَلَا مُؤَدِّي لَهُ" (اُس اللہ کی حمد اور اس کا شکر جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہماری پوری ضرورتیں عطا فرمائیں اور آرام کے لئے ہمیں ٹھکانا دیا، کتنے ہی ایسے بستر ہیں جن کی نہ کوئی ضروریات پوری کرنے والا ہے نہ کوئی انہیں ٹھکانا دینے والا ہے) (صحیح مسلم)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ ہم جو کھاتے پیتے ہیں، اور جو کچھ ہمیں ملتا ہے وہ سب رب کریم کا عطیہ ہے۔ ہمارے کسی ہنر اور کرتب کو اس میں دخل نہیں، اس لئے وہی لائق حمد و شکر ہے۔ جس نے سوتے وقت یہ دعا کی اس نے کھانے پینے اور اُن سب نعمتوں کا جن سے اس نے فائدہ اٹھایا شکر ادا کر دیا۔

(۱۳۳) عَنْ حَنْبَلٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ يَقُولُ "اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأُحْيَا وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ"

رواہ البخاری ورواہ مسلم عن البراء بن عازب

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو

آرام فرمانے کے لئے بستر پر لیٹے تو اپنا ہاتھ زخار و مہارک کے نیچے رکھ لیتے (یعنی داہنا ہاتھ داہنے زخار کے نیچے رکھ کر دہنی کروٹ پر قبلہ رو لیٹ جاتے جیسا کہ دوسری احادیث میں تفصیل ہے) اور پھر اللہ کے حضور میں عرض کرتے: **اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَ أَسْخِي** (اے اللہ! تیرے ہی نام پہ مجھے مرنا اور تیرے ہی نام پہ مجھے جینا ہے) — اور جب سو کر اٹھتے تو اللہ کا شکر اس طرح ادا کرتے: **أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ** (حمد و شکر اُس اللہ کے لئے جس نے موت طاری کرنے کے بعد ہم کو جلا یا اور بالآخر ہمیں اُسی کے پاس جانا ہے)۔

(صحیح بخاری)

(تشریح) چونکہ نیند میں بہت کچھ مشابہت موت کی ہے اس لئے اس دعا میں نیند کو مرنے اور بیدار ہونے کو زندہ ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اس طرح روزِ مرۃ کے سونے جاگنے کو حیات بعد الموت کی یاد دہانی اور اس کی تیاری کی فکر کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ سونے اور جاگنے کے وقت کی دُعاؤں میں سے یہ دُعا بہت مختصر ہے اور اس کا یاد کرنا بہت آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو توفیق عطا فرمائے۔

(۱۳۴) **عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وَضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ وَقُلْ: اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَابْتَغَيْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَهْبَةً وَرَغْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ أَمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مِتُّ مِتُّ عَلَى الْفِطْرَةِ طَبَعَلَهُنَّ أَحَدٌ مَا تَقُولُ فَعَلْتُ أَسْتَذْكُرُهُنَّ وَبِرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ قَالَ يَنْبِيَّكَ الَّذِي**

أَدَسَلْتُ _____ رواہ البخاری و مسلم

حضرت براہین عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، جب تم بستر پر سونے کا ارادہ کرو تو پہلے وضو کرو جس طرح نماز کیلئے وضو کرتے ہو پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرو: ۱۔ اَللّٰهُمَّ اَسْأَلُكَ وَجْهِيْ اِلَيْكَ۔ ۲۔ وَنِدِيَّتِكَ اَلَّذِيْ اَدَسَلْتُ۔ (اے اللہ! میں نے اپنی ہستی کو بالکل تیرے سپرد کر دیا اور اپنے سب اُمور تیرے حوالہ کر دیئے اور تجھ ہی کو اپنا پشت پناہ بنالیا تیرے جلال سے ڈرتے ہوئے اور تیرے رحم و کرم کی طلب و امید کرتے ہوئے میرے مولا کے سوا کوئی جائے پناہ اور سچاؤ کی جگہ نہیں، میں ایمان لایا تیری مقدس کتاب پر جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے نبی پاک پر جن کو تو نے پیغمبر بنا کر بھیجا) _____ آپ نے یہ دُعا تلقین فرمانے کے بعد براہین عازب سے ارشاد فرمایا کہ: ۱۔ رات کو سونے سے پہلے یہ دُعا تمہارا آخری بول ہو، یعنی اس دُعا کے بعد کوئی بات نہ کرو اور بس سو جاؤ، اگر اللہ کے حکم سے اسی حال میں تم کو موت آگئی تو تمہاری موت بڑی مبارک اور دینِ نطرت پر ہوگی۔ _____

براہین عازب کہتے ہیں کہ میں حضور کے سامنے ہی اس دعا کو یاد کرنے لگا تو میں نے آخری جملہ میں ”نِدِيَّتِكَ اَلَّذِيْ اَدَسَلْتُ“ کی جگہ ”يَسْأَلُكَ اَلَّذِيْ اَدَسَلْتُ“ کہا، جو بالکل اس کے ہم معنی تھا، صرف ایک لفظ کا فرق تھا، تو آپ نے فرمایا:۔ نہیں ”نِدِيَّتِكَ اَلَّذِيْ اَدَسَلْتُ“ کہو۔ _____ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(نشر صحیح) اس دعا میں اللہ پر اعتماد اور تسلیم و تقویٰ کی رُوح بھری ہوئی ہے، اور ساتھ ہی ایمان کی تجدید بھی ہے۔ اس مضمون کے لئے دنیا کا بڑے سے بڑا ادیب بھی اس سے بہتر الفاظ تلاش نہیں کر سکتا۔ بلاشبہ یہ دُعا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزانہ دُعاؤں میں سے ہے۔

(۱۳۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَأْمُرُنَا إِذَا أَرَادَ أَحَدُنَا أَنْ يَنَامَ أَنْ يَضْطَجِعَ عَلَى شِقْبِهِ

الْاٰیْمٰنِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ
وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ رَبَّنَا وَرَبِّ كُلِّ شَيْءٍ عَلٰقَ الْحَبِّ
وَالنَّوْىِ؄ مُنْزِلَ التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ؄ اَعُوْذُ بِكَ
مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اَخَذْتَ بِنَاصِيَتِهَا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ
فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ
اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ۔۔۔۔۔ رواہ سلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو
ہدایت فرماتے تھے کہ جب ہم میں سے کوئی سونے کا ارادہ کرے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹے اور
اللہ سے یوں دعا کرے: "اَللّٰهُمَّ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ۔۔۔ تا۔
وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ" (اے میرے اللہ! آسمان و زمین کے مالک اور عرش عظیم کے مالک
ہمارے اور ہر چیز کے مالک، دانے اور گٹھلی کو اپنی قدرت سے پھاڑ کر اس سے بودا نکالنے والے
تورات و انجیل اور قرآن کے نازل فرمانے والے! میں تیری پناہ مانگتا ہوں زمین میں چلنے یا
ریگنے والی تیری ہر مخلوق کے شر سے جس پر تیرا کُل قابو ہے۔۔۔۔۔ اے اللہ! تو ہی اول
(سب سے پہلا) ہے، کوئی چیز تجھ سے پہلی نہیں، تو ہی آخر (سب کے بعد باقی رہنے والا) ہے،
کوئی چیز نہیں جو تیرے بعد ہو (اے مالک کُل اور قادر مطلق اور اول و آخر) مجھ پر جو قسم ہو اُسے
ادا کرادے، اور فقر و محتاجی دُور فرما کر مجھے غنی اور خوش حال کر دے)۔

(صحیح مسلم)

(تشریح) اس حدیث میں بھی سونے کے لئے داہنی کروٹ پر لیٹنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے، اور
نود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا۔ اس کروٹ پر لیٹنے کی صورت میں قلب جو بائیں
پہلو میں ہے اوپر معلق رہتا ہے، اور اللہ والوں کا تجربہ ہے کہ لیٹتے وقت ذکر و دعا اور توجہ الی اللہ
کے لئے یہی شکل زیادہ مناسب ہوتی ہے۔۔۔۔۔ یہ دعا اُن بندگانِ خدا کے زیادہ حسبِ حال ہے

جو مقروض اور معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہوں۔ بندہ یہ دُعا کر کے سوئے اور ربِّ کریم سے اُمید رکھے کہ وہ رزق میں کشائش کی کوئی صورت پیدا فرمائے گا۔

(۱۳۶) عَنْ حَفْصَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا ارَادَ أَنْ يَرْقُدَ وَضَعَ يَدَهُ الَّتِي مَنَى تَحْتَ خَدِّهِ ثُمَّ يَقُولُ «اللَّهُمَّ قِنِي عَذَابَ ابْنِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ» ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔
رواہ ابو داؤد

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپ سوئے گا ارادہ فرماتے تو اپنا داہنا ہاتھ رخسارِ مبارک کے نیچے رکھ کر لیٹ جاتے اور تین دفعہ یہ دُعا کرتے: «اللَّهُمَّ قِنِي عَذَابَ ابْنِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ» (اے میرے اللہ! مجھے اپنے عذابِ بجا قیامت کے دن جبکہ سارے بندے دوبارہ زندہ کئے جائیں گے)۔ (سنن ابی داؤد)

(تشریح) خاص سوتے وقت اس دُعا کی ایک کھلی وجہ تو یہی ہے کہ سونے کو موت سے جو ایک خاص مشابہت ہے اس کی وجہ سے آپ سونے کے لئے بستر پر لیٹتے وقت موت اور قیامت اور وہاں کے حساب اور ثواب و عذاب کو یاد کرتے تھے، اور جس بندے کو اللہ کی معرفت حاصل ہوگی اُس کو جب موت و قیامت یاد آئے گی تو قدرتی طور پر اس کی سب سے ہم فکر اور دل کی پکار یہی ہوگی کہ وہاں عذاب سے نجات نصیب ہو۔

(۱۳۷) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ يَأْوِي إِلَى فِرَاشِهِ «أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ» ثَلَاثَ مَرَّاتٍ غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَ عَدَدُ وَرَقِ الْأَشْجَارِ وَإِنْ كَانَتْ عَدَدَ رَمْلِ عَالَمٍ وَإِنْ كَانَتْ عَدَدَ أَيَّامِ الدُّنْيَا۔
رواہ الترمذی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سونے کے لئے بستر پر لیٹے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح توبہ استغفار کرے، اور تین دفعہ عرض کرے: ”اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ“ (میں مغفرت و بخشش چاہتا ہوں اُس اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور وہ ہی قیوم ہے ہمیشہ رہنے والا اور سب کا کارساز ہے، اور اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں) تو اس کے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے، اگرچہ وہ درختوں کے پتوں اور مشہور گیتان علاج کے دھڑوں اور دنیا کے دنوں کی طرح بے شمار ہوں۔

(جامع ترمذی)

(تشریح) اس حدیث میں سوتے وقت مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ توبہ و استغفار کرنے پر سارے گناہ بخش دیئے جانے کا مژدہ جاننا اسنا یا گیا ہے۔ کتنی بڑی محرومی ہوگی اگر حضور کی اس ہدایت پر عمل کا اہتمام نہ کیا جائے۔ ہاں یہ استغفار و توبہ سچے دل سے چھونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کا دیکھنے والا ہے، اس کو زبان سے دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔

(۱۳۸) عَنْ قُرُوَّةَ بِنْتِ نَوْفَلٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ لَا یُنِیْ اَقْدَا قُلْ یَا اَیُّہَا الْکَافِرُوْنَ تَمَنَّوْا عَلٰی خَاتِمَتِہَا فَاِنَّہَا بَرَاءَةٌ مِنَ الشِّرْکِ۔

رواہ ابو داؤد و الترمذی

نورہ بنت نوفل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد نوفل سے فرمایا کہ: (جب تم سونے کا ارادہ کرو) تو سورہ ”قُلْ یَا اَیُّہَا الْکَافِرُوْنَ“ پڑھ لیا کرو، اس کے بعد سو جایا کرو، اس سورت کے مضمون میں شرک سے پوری برأت ہے۔

(مصنف ابی داؤد، جامع ترمذی)

(تشریح) ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ نوفل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں عرض کیا تھا کہ مجھے کوئی چیز بتادیں جو میں سوتے وقت پڑھ لیا کروں، اس کے جواب میں آپ نے ان کو یہ بتلایا کہ: **قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ** پڑھ لیا کرو۔

(۱۳۹) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا فَقَرَأَ فِيهِمَا قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اشْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ يُبَدَأُ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

رواہ ابو داؤد والترمذی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دواوی معمول تھا کہ جب رات کو سونے کے لئے لیٹتے تو ”قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ“ ”قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ“ اور ”قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ“ تینوں سورتیں پڑھ کے دونوں ہاتھوں پر دم کرتے اور جہاں تک کھپ کے ہاتھ پہنچ سکتے ان کو جسم مبارک پر پھیلتے پھلتے سراسر اور تہر پر اور جسم کے سامنے کے حق پر پھیلتے، تین دفعہ عمل کرتے۔

(سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

ترتیب میں حدیث کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ آخری مرحلے میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف زیادہ ہو گئی تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اسی طرح تینوں سورتیں پڑھ کے اور اپنے ہاتھوں پر دم کر کے آپ کے جسم مبارک پر پھیروں، اور میں ایسا ہی کرتی تھی۔

(خاتمہ) ممکن ہے کہ بعض لوگوں کے لئے سونے کے وقت کی بعض دوسری ماثورہ دعائیں یاد کرنا مشکل ہیں وہ کم از کم **قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ**، **قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ**، **قُلْ أَعُوذُ**

یَرْبُتُ الْفَلَکَ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْاَمْنِ " تو پڑھ ہی سکتے ہیں ان کے لئے یہی سب کچھ ہے۔ کم از کم یہ معمول تو مقرر ہی کر لینا چاہئے، جو اتنا بھی اہتمام نہ کر سکے اُس کی محرومی قابلِ عبرت ہے۔

نیند نہ آنے کی شکایت کی دُعا:

(۱۳۰) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ سَكَى خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَا يَنَامُ اللَّيْلَ مِنَ الْأَرَقِ فَقَالَ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاسِكَ فَقُلْ "اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَخْلَقْتَ وَرَبَّ الْأَرْضَيْنِ وَمَا أَفَلَتَ كَذَبَتِ الشَّيَاطِينِ وَمَا أَضَلَّتْ كُنْتُ لِي جَارًا مِنْ شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِيعًا أَنْ يَفْرُطَ عَلَيَّ أَحَدٌ أَوْ أَنْ يَبْغِيَ عَلَيَّ عَدُوٌّ جَارِكٌ وَجَلَّ تَعَاوُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ "

رواہ الترمذی

حضرت بريدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ مجھے رات کو نیند نہیں آتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم بستر پر لیٹو تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کر لیا کرو: "اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ - مَا لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ" (اے اللہ! ساتوں آسمانوں کے اور ان سب چیزوں کے مالک جو اس کے نیچے واقع ہیں اور سب شیعوں کے اور ان سب چیزوں کے مالک جو اس پر واقع ہیں اور شیاطین اور ان کی گراہ کن مخلوق کے مالک، اپنی ساری مخلوق کے شر سے مجھے اپنی پناہ اور حفاظت میں لے لے، کوئی مجھ پر زیادتی اور ظلم نہ کرے۔)۔ باعزت اور محفوظ ہے وہ جس کو تیری پناہ حاصل ہے۔

تیری ہر دُعا کا مقام بلند ہے، تیرے ہوا کوئی لائق پرستش نہیں، پس تو ہی معجزاتی ہو۔

(جامع ترمذی)

نیند میں ڈر جانے کی دُعا:

(۱۴۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ أَحَدُكُمْ فِي التَّوْبِ فَلْيَقُلْ
 ”أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعَذَابِهِ وَ
 مِنْ شَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَخْضَرُونَ“
 فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُلَقِّنُهَا مَنْ يَلْعَمُ مِنْ
 أَوْلَادِهِ وَمَنْ لَمْ يَلْعَمْ مِنْهُمْ كَتَبَ فِي صَاحِقٍ دَعَلَقَهَا
 فِي عُنُقِهِ۔۔۔۔۔ رواه ابو داود و الترمذی

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جب تم میں سے کوئی (ڈراؤنا خواب دیکھ کر) سوتے میں ڈر جائے تو یوں دُعا کرے: ”أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ۔۔۔ تا۔۔۔ وَأَنْ يَخْضَرُونَ“ (میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے کلماتِ تامات کے ذریعہ خود اس کے غضب اور عذاب سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانی وساوسِ شرارت سے اور اس بات سے کہ شیاطین میرے پاس آئیں اور مجھے متائیں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ پھر شیاطین اُس نبیؐ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔۔۔ (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے یہ حدیث ان کے صاحبزادے شعیبؓ نے روایت کی ہے) ان کا بیان ہے کہ ہمارے والد ماجد عبداللہ بن عمروؓ کا یہ دستور تھا کہ ان کی اولاد میں جو بڑے بزرگ بالغ ہو جاتے وہ یہ دُعا ان کو تلقین فرماتے تاکہ وہ اس کو اپنا معمول بنالیں،

اور جو بچے پھوٹے ہوئے تو یہی دُعا ایک کاغذ پر لکھ کر اُن کے گلے میں (بطور تنوید کے)

ڈال دیتے۔ (سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

(تشریح) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ڈراؤنے اور پریشان کن خواب شیطانی اثرات سے ہوتے ہیں، اور اگر اس دُعا کو معمول بنالیا جائے تو انشاء اللہ ان اثرات سے حفاظت ہوگی۔ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے اس عمل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا نام یا اس کا کلام یا کوئی دُعا کاغذ پر لکھ کر بطور تنوید گلے وغیرہ میں ڈال دینا کوئی غلط کام نہیں ہے۔

سوکر اُٹھنے کے وقت کی دُعا:

(۱۴۲) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا اسْتَبَقَّظَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ "لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ
سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَسْتَغْفِرُكَ لِدَنِّي
وَأَسْأَلُكَ رَحْمَتَكَ اللَّهُمَّ زِدْنِي عِلْمًا وَلَا تَزِغْ قَلْبِي
بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِي وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ
أَنْتَ الْوَهَّابُ" رواه ابو داؤد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نیند سے بیدار ہوتے تو اللہ کے حضور میں عرض کرتے: "لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ۔ تا۔ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ" (اے اللہ تو ہی معبودِ برحق ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، ہر حمد و ثنا کا تو ہی سزاوار ہے، میں اپنے گناہوں کی تم سے معافی چاہتا ہوں اور تیری رحمت کا سائل ہوں، اے میرے اللہ! میرے علم و معرفت میں اضافہ فرما اور میرے دل کی حفاظت فرما کہ تیری طرف سے ہدایت ملنے کے بعد وہ گمراہی نہ لے سکے۔)

اختیار نہ کرے، اور اپنے کرم سے مجھے اپنی رحمت سے نواز تو بڑی بخشش والا اور بہت عطا

فرمانے والا ہے۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح: یہ دعا مختصر ہونے کے باوجود کتنی جامع ہے اور اس کے ایک ایک جز میں عبت کی کسی روح بھری ہوئی ہے، اس کا کچھ اندازہ ہر وہ شخص کر سکتا ہے جو بندہ کے اور اللہ کے تعلق کو کچھ جانتا سمجھتا ہو۔ بلاشبہ جب بندہ نیند سے بیدار ہو کر اخلاص اور حضورِ طہ کے شہادۃ اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ عرض کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت و عنایت و واس کے بڑے پیار کا مستحق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی اس عنایت و رحمت کی سچی طلب اور اس کے حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۱۴۳) عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَادَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ أَلْحَمْدُ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي أَوْ دَعَا اسْتَجِيبَ فَإِنْ تَوَصَّاهُ قَبِلْتَ صَلَوَتَهُ۔ رواہ البخاری

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جب رات کو سو کر کسی کی آنکھ کھلے اور وہ اس وقت کہے:۔
”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ اس کے بعد کہے ”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي“ (اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھے بخش دے) یا کوئی

دعا کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی یہ دعا و التجا قبول فرمائی جائے گی۔ اس کے بعد اگر وہ جنت کر کے اٹھ جائے اور وضو کر کے نماز پڑھے تو اس کی یہ نماز بھی ضرور قبول ہوگی۔ (صحیح بخاری)

(تشریح) حدیث کا مندرجہ بالا متن صحیح بخاری سے نقل کیا گیا ہے۔ اس میں کلمہ ”اللہ“ ”سبحان اللہ“ سے پہلے ہے لیکن امام بخاریؒ کے علاوہ امام ابو داؤد و امام ترمذی وغیرہ جن ائمہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے ان سب کی روایات میں ”سبحان اللہ“ پہلے اور ”اللہ“ بعد میں ہے، جیسا کہ کلمہ تمجید میں ہے۔ اسی لئے حافظ ابن حجرؒ وغیرہ شراحین بخاری نے کہا ہے کہ بخاری کی روایت میں ”اللہ“ کا مقدم ہو جانا کسی راوی کا تصرف ہے۔ بہر حال ان شارحین کے نزدیک بھی ان کلمات کی صحیح ترتیب وہی ہے جو سنن ابنی داؤد اور ترمذی کی روایت میں ہے۔ اسی بنا پر ترجمہ میں اسی ترتیب کے مطابق لکھ دیا گیا ہے۔

اس حدیث میں بشارت سنائی گئی ہے کہ جو بندہ رات کو آنکھ کھلنے پر اللہ تعالیٰ کی توحید و تمجید اور تسبیح و تحمید اور اس کی مدد کے بغیر اپنی عاجزی و بے بسی کے اعتراف کے یہ کلمے پڑھے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت و بخشش کی دعا مانگے، یا کوئی اور دعا کرے تو وہ ضرور قبول فرمائی جائے گی۔ اسی طرح اس وقت وضو کر کے جو نماز پڑھی جائے گی وہ بھی قبول ہوگی۔ بعض اکابر کا یہ ارشاد ہے کہ جس بندہ کو یہ حدیث پہونچے وہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص انخاص عطیہ سمجھے اور آپ کی اس بشارت پر یقین کرتے ہوئے اس کے مطابق عمل کر کے استغفار و دعا کی مقبولیت کی یہ دولت حاصل کرنے کی پوری کوشش کرے۔ بلاشبہ حضورؐ کے ایسے عطیات کی ناقدری بڑی محرومی ہے۔ امام بخاری سے صحیح بخاری کو روایت کرنے والے امام ابو عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ:۔ ایک دن رات کو سوتے سے میری آنکھ کھلی اور میں نے اللہ کی توفیق سے یہ کلمے اپنی زبان سے ادا کئے، اس کے بعد پھر میری آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی میرے پاس آیا اور اس نے یہ آیت تلاوت کی: وَهَذَا

إِلَى الطَّلَبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهَذَا وَالْإِثْمُ صِرَاطُ الْمُحْتَمِلِ (اور ان کو توفیق و ہدایت ملی
بہت اچھی بات کی، اور وہ لگا دیتے گئے اللہ کے راستے پر)۔

استنجا کے وقت کی دعائیں:۔

سونے اور کھانے پینے کی طرح بول و براز بھی انسانی زندگی کے لوازم میں سے ہے، اور
بلاشبہ وہ خاص وقت (جبکہ آدمی اس گندگی کے اخراج میں مشغول ہو) ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت
اللہ کا نام لینا اور اس سے دعا کرنا بے ادبی کی بات ہوگی۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ہدایت فرمائی کہ جب کوئی بندہ قضاے حاجت کو جائے تو مشغول ہوتے سے پہلے اللہ سے یہ دعا
کرے، اور فارغ ہونے کے بعد اس کے حضور میں یہ عرض کرے:۔

(۱۳۳) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَدْفَمَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الْحَشُوشُ مَخْضَرَةٌ فَإِذَا آتَى
أَحَدُكُمْ الْخَلَاءَ فَلْيَقُلْ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ۔

رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: یہ قضاے حاجت کے مقامات (شیاطین اور نوزی چیزوں کے) آڈے ہیں، لہذا
جب تم میں سے کوئی قضاے حاجت کے لئے ان میں جانا چاہے تو اللہ کے حضور میں پہلے
عرض کرے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ"
(اے اللہ! میں تیرے ہی پناہ چاہتا ہوں جہاں خبیثوں سے اور خبیثیوں سے)۔

(سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

(تشریح) جس طرح مکھیاں اور دوسرے غلاظت پسند کیڑے مکوڑے غلاظت پر گرتے ہیں اسی طرح خبیث شیاطین اور بعض دوسری موذی مخلوقات غلاظت کے مقامات سے غاص نہیں اور مناسبت رکھتے ہیں۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مقامات میں جانے کے وقت کے لئے یہ دعا تعلیم فرمائی۔ اور صبح بخاری و صبح مسلم میں آپ کے خادم خاص حضرت انس سے مروی ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی تھا کہ بیت الخلا جانے کے وقت دعا کرتے: ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْنِ وَالْخُبْنَانِ“

(۱۳۵) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذَى وَعَافَانِي

رواہ ابن ماجہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حاجت سے فارغ ہو کر بیت الخلا سے باہر آتے تو کہتے: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذَى وَعَافَانِي“ (حمد و شکر اُس اللہ کے لئے جس نے میرے اندر سے گندگی اور تکلیف والی چیز دور فرمادی اور مجھے عافیت و راحت دی)۔

(سنن ابن ماجہ)

(تشریح) پیشاب یا پاخانہ خدا نخواستہ رک جائے اور فطری طریقے سے خارج نہ ہو تو اللہ کی پناہ! کیسی تکلیف ہوتی ہے اور اس کے خارج کرنے کے لئے ہسپتالوں میں کیا کیتھیریں لگائی جاتی ہیں! اگر بندہ اس کا دھیان کرے تو محسوس کرے گا کہ فطری طریقے سے پیشاب یا پاخانہ کا خارج ہو جائیگا اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت اور کتنا عظیم احسان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی احساس اور دھیان کے تحت اس موقع پر اس کلمہ کے ذریعہ اللہ کی حمد ادا کر کے اس کا شکر ادا کرتے تھے: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذَى وَعَافَانِي“ سبحان اللہ! کیسی برعل اور کتنی عارفانہ دعا ہے۔

گھر سے نکلنے اور گھر میں آنے کے وقت کی دعا: —

آدمی کے لئے صبح شام کے آنے جانے اور سونے جاگنے کی طرح گھر سے باہر نکلنا اور باہر سے گھر میں آنا بھی زندگی کے لوازم میں سے ہے اور بندہ قدم قدم پر اللہ کے رحم و کرم اور اس کی حفاظت و نگہبانی کا محتاج ہے، اس لئے جب گھر سے باہر قدم نکالے یا باہر سے گھر میں آئے تو برکت و استعانت کے لئے خدائے پاک کا نام لے اور اس سے دعا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع کے لئے ذکر و دعا کے جو کلمے تعلیم فرمائے وہ مندرجہ ذیل حدیثوں میں پڑھے۔

(۱۳۶) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ الرَّجُلُ مِنْ بَيْتِهِ فَقَالَ "بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" يُقَالُ لَهُ حَسْبُكَ، هُدًى وَكَفَيْتَ وَوُقِيْتَ وَيَخْفَى عَنْهُ الشَّيْطَانُ۔

رداد البوداؤد و الترمذی واللفظہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی آدمی اپنے گھر سے نکلے اور نکلتے وقت کہے: "بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ" (میں اللہ کا نام لے کر نکل رہا ہوں، اللہ ہی پر میرا بھروسہ ہے، کسی خیر کے حاصل کرنے یا کسی شر سے بچنے میں کامیابی اللہ ہی کے حکم سے ہو سکتی ہے) تو عالم غیب میں اس آدمی سے کہا جاتا ہے (یعنی فرشتے کہتے ہیں): — "اللہ کے بند تیرا یہ عرض کرنا تیرے لئے کافی ہے، تجھے پوری رہنمائی مل گئی، اور تیری حفاظت کا فیصلہ ہو گیا"۔ اور شیطان یا دوسرے ناماد بھوک اس سے دُور ہو جاتا ہے۔ (جامع ترمذی و سنن ابی داؤد)

(تشریح) اس مختصر حدیث کا پیغام اور دُوح یہ ہے کہ جب بندہ گھر سے باہر قدم نکالے تو

اپنی ذات کو بالکل عاجز و ناتواں اور خدا کی حفاظت و مدد کا محتاج سمجھتے ہوئے اپنے کہ اس کی پناہ میں دے دے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی پناہ اور حفاظت میں لے لے گا اور شیطان اسے کوئی گزند نہ پہنچا سکے گا۔

(۱۲۷) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا خَدَجَ مِنْ بَيْتِهِ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ
اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ نَبْذَلَ أَوْ نُفْضَلَ أَوْ نُظْلِمَ أَوْ
يُظْلَمَ عَلَيْنَا أَوْ نَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا۔

رواہ احمد و الترمذی و النسائی

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب گھر سے باہر نکلتے تو کہتے: بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ۔ تا۔ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا۔ (میں اللہ کا نام لے کر نکل رہا ہوں، اللہ ہی پر میرا بھروسہ ہے۔ لے اللہ! ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ ہمارے قدم جھکیں اور ہم غلط راہ پر چلیں (یا ہم دوسروں کی گمراہی اور غلط روی کا ذریعہ بنیں) یا ہم کسی پر ظلم و زیادتی کریں، یا ہمارے ساتھ ظلم و زیادتی کی جائے یا ہم کسی کے ساتھ جہالت سے پیش آئیں یا کوئی ہمارے ساتھ جہالت سے پیش آئے)۔

(مسند احمد، جامع ترمذی، سنن نسائی)

(تشریح) آدمی جب کسی کام سے گھر سے باہر نکلتا ہے تو مختلف حالات اور مختلف لوگوں سے اس کا سابقہ پڑتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق اس کے شامل حالی نہ ہو اور اس کی دستگیری اور حفاظت نہ کی جائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ ظلم و جہول بہک جائے اور کسی ناکردنی میں مبتلا ہو جائے، یا کسی دوسرے بزدل کی گمراہی اور بے راہ روی کا سبب بن جائے، یا کسی سے کوئی جھگڑا ہو جائے اور اس میں وہ کوئی ظالمانہ یا جاہلانہ حرکت کر بیٹھے، یا خود کسی کے ظلم و ستم اور جہل و نادانی کا نشانہ بن جائے۔۔۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلتے وقت

اللہ کا نام پاک لینے اور اس پر اپنا ایمان اور اعتماد و توکل تازہ کرنے کے علاوہ ان سب خطرات سے بھی اس کی پناہ مانگتے تھے اور اپنے عمل سے گویا اس کی شہادت دیتے تھے کہ آپ بھی قدم پر اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق اور حفاظت و دستگیری کے حاجت مند ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس سے پہلی حدیث میں مختصر کلمہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ بھی ان سب خطرات سے پناہ جوئی کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے، اس لئے اس مقصد کے لئے وہ بھی کافی ہے۔

(۱۳۸) عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَلَجَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَلْيَقُلْ
”اَللّٰهُمَّ اسْأَلْكَ خَيْرَ الْمَوْتِمْ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ
وَبِحَنَّا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا“ ثُمَّ
يُسَلِّمُ عَلَى أَهْلِهِ _____ رواه ابو داؤد

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب کوئی آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ عرض کرنا ہو اور داخل ہو۔ ”اَللّٰهُمَّ اسْأَلْكَ _____“ تا _____ تَوَكَّلْنَا“ (اے خدا میں تجھ سے مانگتا ہوں گھر میں داخل ہونے اور گھر سے نکلنے کا خیر (یعنی میرا گھر میں داخل ہونا اور باہر نکلنا میرے واسطے خیر اور بھلائی کا وسیلہ بنے) ہم اللہ کا نام پاک لے کر داخل ہوتے ہیں اور اسی طرح اس کا نام پاک لے کر باہر نکلتے ہیں، اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے، وہی کارساز ہے) _____ اللہ کے حضور میں یہ عرض کرنے کے بعد داخل ہونے والا آدمی گھر والوں کو سلام کرے اور کہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ!۔

(سنن ابی داؤد)

ر (تشریح) اس تعلیم و ہدایت کی روح یہی ہے کہ گھر میں آنے اور گھر سے نکلنے کے وقت بھی

بندے کے دل کی نگاہ اللہ تعالیٰ پر ہو، زبان پر اس کا بابرکت نام ہو، اور یہ یقین کرتے ہوئے کہ ہر خیر و برکت اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اس سے دعا اور سوال ہو اور اسی کی کرمی کارساری پر بھروسہ اور اعتماد ہو۔ پھر گھر کے بڑوں اور چھوٹوں پر سلام ہو، جو درحقیقت ان کیلئے اللہ تعالیٰ ہی سے خیر اور سلامتی کی دعا ہے۔

مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا:

مسجد گویا خانہ خدا اور دربار الہی ہے۔ آنے والے وہاں اس لئے آتے ہیں کہ عبادت کے ذریعہ ان کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت حاصل ہو۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ کوئی بندہ غفلت کے ساتھ نہ مسجد میں جائے اور نہ مسجد سے نکلے، بلکہ جانے کے وقت بھی اور آنے کے وقت بھی اس کے دل و زبان پر مناسب دعا ہو۔ اللہ کے دربار کی حاضری کا یہ لازمی ادب ہے۔

(۱۴۹) عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ فَإِنْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلْ "اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" وَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ "اللَّهُمَّ لَا تَغْلِقْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" مِنْ فَضْلِكَ۔

رواہ مسلم۔
حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے :
"اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" (اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے) اور جب مسجد سے باہر آنے لگے تو عرض کرے : "اللَّهُمَّ لَا تَغْلِقْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" (اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں)۔ (صحیح مسلم)

(تشریح) قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ ”رحمت“ کا لفظ خاص طور سے روحانی اور اخروی نعمتوں کے لئے بولا جاتا ہے، جیسے کہ نبوت، ولایت، مقام قرب و رضا اور نعماء جنت وغیرہ۔ چنانچہ سورہ زخرف میں فرمایا گیا ہے: ”وَرَحْمَةُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ“ اور ”فصل“ کا لفظ خصوصیت کے ساتھ دنیوی نعمتوں کے لئے بولا جاتا ہے، جیسے رزق کی وسعت اور خوشحالی کی زندگی وغیرہ۔ چنانچہ سورہ جمعہ میں فرمایا گیا ہے: ”فَإِذَا أَقْبَضَتِ الْمَلَائِكَةُ خَائَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ“۔ پس مسجد چونکہ ان اعمال کی مخصوص جگہ ہے جن کے صلہ میں روحانی اور اخروی نعمتیں ملتی ہیں اس لئے مسجد میں داخلہ کے وقت کیلئے فتح ابواب رحمت کی اور مسجد سے نکلنے کے وقت کے لئے اللہ سے اس کا فضل مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

کسی مجلس سے اٹھنے کے وقت کی دعا:

جب آدمی کسی مجلس میں بیٹھتا ہے تو بسا اوقات اس میں ایسی باتیں کہتا یا سنتا ہے جو ایک مومن کے لئے مناسب نہیں ہوتیں اور ان پر مؤاخذہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ جب مجلس سے اٹھو تو اللہ کی حمد و تسبیح، شہادت توحید اور توبہ و استغفار کا کلمہ پڑھو، یہ مجلس کی بے احتیاطیوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

(۱۵۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا كَثُرَ فِيهِ لَعَطُهُ

۱۔ اور تیرے پروردگار کی رحمت اُس مال و دولت سے کہیں بہتر ہے جس کو یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔ ۱۱۔
۲۔ جب نماز سے فراغت ہو جائے تو اللہ کی زمین میں چل پھر کر اللہ کے فضل کی تلاش و جستجو میں لگ جاؤ
(جس سے تمہاری دنیوی اور معاشی ضرورتیں پوری ہوں)۔ ۱۲۔

فَقَالَ قَبْلَ أَنْ يَقُومَ مِنْ مَجْلِسِهِ ذَاكَ «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ
وَعَمْدُكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ
إِلَيْكَ» إِلَّا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا كَانَ فِي مَجْلِسِهِ ذَاكَ۔

رواہ الترمذی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا جس میں اُس سے بہت سی قابل مواخذہ فضول یعنی باتیں سرزد ہوئیں، مگر اس نے اس مجلس سے اٹھتے وقت کہا: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَعَمْدُكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ (اے اللہ! میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں، گو اہی دیتا ہوں کہ صرف تہی معبود برحق ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں اپنے گناہوں کی تجھ سے بخشش چاہتا ہوں، اور تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں) تو اللہ تعالیٰ اس کی ان سب لغزشوں کو مٹا کر دے گا جو اُس مجلس میں اس سے سرزد ہوئیں۔ (جامع ترمذی)

(۱۵۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَاتٌ لَا يَتَكَلَّمُ بِهِنَّ أَحَدٌ فِي مَجْلِسِهِ عِنْدَ قِيَامِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ إِلَّا كَفَّرَ بِهِنَّ عَنْهُ وَلَا يَقُولُهُنَّ فِي مَجْلِسٍ خَيْرًا وَجَلِيسَ ذِكْرٍ إِلَّا خُتِمَ لَهُ بِهِنَّ عَلَيْهِ كَمَا يُخْتَمُ بِالْخَاتَمِ عَلَى الصَّرِيفَةِ «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَعَمْدُكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ»

رواہ ابو داؤد

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ چند مختصر سے کلمے ہیں اگر کوئی بندہ کسی مجلس سے اٹھتے وقت اخلاص سے کہہ لے تو وہ اس مجلس کی ساری لغزشوں کا کفارہ ہو جائیں گے، اور اگر یہی کلمے کسی مجلس خیر یا مجلس ذکر کے خاتمے پر کہے جائیں تو اس مجلس کی روئداد کے نوشتہ پران کلموں کی ہر لگادی جائے گی، جس طرح اہم کاغذات اور دستاویزوں پر ہر لگادی جاتی ہے، وہ کلمے یہ ہیں: ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ“

رواہ ابو داؤد

(تشریح) یہ بڑا ہی مختصر اور جامع کلمہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و حمد بھی ہے، اس کی توحید کی شہادت بھی ہے اور اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار بھی ہے۔ اللہ کے بعض مقبول بندوں کو دیکھا کہ ہر تھوڑی دیر کے بعد اور خاص کر ہر سلسلہ کلام کے ختم پر دل کی ایسی گہرائی سے جو اس وقت ان کے چہرے پر اور ان کی آواز میں بھی محسوس کی جاتی تھی یہی کلمے کہتے تھے، جس سے سُننے والوں کے دل بھی متاثر ہوتے تھے۔

بلاشبہ یہ کلمہ اپنی معنویت اور خاص ترتیب کے لحاظ سے ایسا ہی ہے کہ جب احلاس کے ساتھ بندہ اللہ کے حضور میں یہ عرض کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت اس کی طرف ضرور بالضرور متوجہ ہوگی۔ یہ کلمہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا فرمائے ہوئے خاص تحفوں میں سے ہے اللہ تعالیٰ اس کی قدر اور استفادہ کی توفیق دے۔

(۱۵۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَلَّمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ مِنْ مَجْلِسٍ حَتَّى يَدْعُو بِهَؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ لِأَصْحَابِهِ "اللَّهُمَّ أَقِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحْوُلُ بِهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعْصِيَتِكَ، وَمِنْ طَاعَتِكَ مَا تَبْلِغُنَا بِهِ جَنَّتِكَ وَمِنَ الْيَقِينِ مَا نَهَوْنُ

بِهِ عَلَيْنَا مُصِيبَاتِ الدُّنْيَا، وَمَتَّعْنَا بِأَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَ
قُوتِنَا مَا أَحْيَيْنَا، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا، وَاجْعَلْ ثَأْرَنَا
عَلَى مَنْ ظَلَمَنَا وَانصُرْنَا عَلَى مَنْ عَادَانَا، وَلَا تَجْعَلْ
مُصِيبَتَنَا فِي دِينِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا أَكْبَرَ هَمِّنَا
وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَا يَرْحَمُنَا -

والله المتزندق

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:۔ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس سے اٹھیں اور اپنے ساتھ اپنے اصحاب کے لئے بھی یہ دُعا نہ فرمائیں۔

”اَللّٰهُمَّ اَقِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ - تا - وَلَا تَسْلِطْ عَلَيْنَا مِنْ لَا يَنْحُمُّ“ (اے اللہ! ہمیں اپنے خوف اور خشیت سے اتنا محفوظ ہو جائے درمیان اور تیری نافرمانیوں کے درمیان حائل ہو جائے) (یعنی تیرے اس خون کی وجہ سے ہمارے قدم تیری نافرمانیوں کے لئے نہ اٹھ سکیں)۔

اور اپنی طاعت و عبادت سے اتنا حصہ عطا فرما جس سے تو ہمیں اپنی جنت میں پہنچا دے (یعنی جو ہمارے لئے داخلہ جنت کا وسیلہ بن جائے)۔

اور (قضا و قدر) کے یقین سے اتنا حصہ دے جو ہمارے لئے دنیاوی مصائب کو ہلکا کرے، اور جب تک تو ہمیں زندہ رکھے اس لائق رکھ کہ اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں اور اپنی دوسری قوتوں سے کام لیتے رہیں (یعنی مرتے دم تک ہم آنکھ کان وغیرہ تیری بخشی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے رہیں) اور ان کو ہمارے مرنے کے بعد بھی باقی رکھ (یعنی ان سے ہم کچھ ایسے کام کر جائیں جو ہمارے مرنے کے بعد بھی کام آئیں)۔

اور اے ہمارے مالک و مولا! جو کوئی اہم پر (یعنی تیرے ایمان والے بندوں پر) ظلم

ڈھائے تو تو اس سے ہمارا بدلہ لے اور جو کوئی ہماری دشمنی پر کمر بستہ ہو تو تو اس کے مقابلے میں ہماری مدد فرما اور ہمیں اس کے مقابلے میں غالب بنا دے۔ (مضمون فرما) اور ہم پر ہمارے دین میں کوئی مصیبت نہ آئے (یعنی دینی مصائب اور فتنوں سے خاص طور پر ہماری حفاظت فرما) اور اے اللہ ایسا نہ ہو کہ دنیا ہمارا مقصدِ عظم اور ہمارے علم و نظر کا مٹنا بن جائے اور اے اللہ! ہم پر کبھی بے رحم دشمنوں کو مسلط نہ فرما) (جامع ترمذی)

(تشریح) یہ دُعا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت جامع و بلیغ خاص بمعمرانہ دعاؤں میں سے ہے۔ حق یہ ہے کہ اپنے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن کے ذریعہ ان دعاؤں کی قدر و قیمت ظاہر کی جاسکے۔

اللہ تعالیٰ اُن صحابہ کرامؓ اور زمانہ مابعد کے ان سب بزرگوں کی قبروں کو منور فرمائے جنہوں نے اہتمام سے ان دعاؤں کو محفوظ رکھا اور اُمت کو پہونچایا، اور ہمیں قدر و استفادہ کی توفیق دے۔

بازار جانے کی دُعا:

انسان اپنی ضروریات اور خرید و فروخت کے لئے بازار بھی جاتا ہے جہاں اس کے لئے نفع اور نقصان دونوں کے امکانات ہیں اور ہر دوسری جگہ سے زیادہ خدا سے غافل کرنے والی چیزیں ہیں، اور اسی واسطے اس کو ”سُكْرُ الْبَقَاعِ“ (بدرین جگہ) قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ضرورت سے بازار تشریف لے جاتے تو اللہ کے ذکر اور اس دُعا کا خاص اہتمام فرماتے۔

(۱۵۳) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ السُّوقَ قَالَ ”بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَ

هَذِهِ السُّوقُ وَخَيْرُ مَا فِيهَا وَاعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ
شَرِّ مَا فِيهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُصِیْبَ فِيْهَا
صَفْقَةً خَاسِرَةً“ _____ رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
معمول تھا کہ جب آپ بازار جاتے تو کہتے: ”بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ
— تا۔ صَفْقَةً خَاسِرَةً“ (میں اللہ کا نام لے کر بازار جاتا ہوں۔ اے اللہ
اس بازار میں اور اس کی چیزوں میں جو خیر اور بھلائی ہو اس کا میں تجھ سے سائل ہوں
اور اس میں اور اس کی چیزوں میں جو شر ہو میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور
اس بات سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں اس بازار میں کوئی گھٹے کا سودا کروں)۔
(دعوات کبیر للبیہقی)

بازار کی ظلمانی فضاؤں میں اللہ کے ذکر کا غیر معمولی ثواب: —

(۱۵۴) عَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَنْ دَخَلَ السُّوقَ فَقَالَ ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ
لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ
وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ“
كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَةٍ وَحَاقَتْهُ اَلْفُ اَلْفِ
سَيِّئَةٍ وَرَفَعَ لَهُ اَلْفَ اَلْفِ دَرَجَةٍ وَبَنَاهُ بَيْتًا
فِي الْجَنَّةِ _____ رواہ الترمذی وابن ماجہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جو بندہ بازار گیا اور اس نے بازار کی غفلت اور شور و شر سے بھرپور فضا میں دل کے

اخلاص سے) کہا: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ"۔ تا۔
وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" تو اللہ کی طرف سے اس کے لئے ہزاروں ہزار نیکیاں
لکھی جائیں گی، اور ہزاروں ہزار گناہ محو کر دیئے جائیں گے، اور ہزاروں ہزار درجے اس کے
بلند کر دیئے جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے جنت میں ایک شاندار محل

تیار ہوگا۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

(تشریح) بازار بلاشبہ غفلت اور مصیبات کے مراکز اور شیاطین کے اڈے ہیں۔ پس اللہ کا
جو باتوفیق بندہ وہاں کی ظلمانی اور شیطانی فضاؤں میں ایسے طریقے پر اور ایسے کلمات کے ساتھ
اللہ کا ذکر کرے جن کے ذریعہ وہاں کی ظلمتوں کا پورا توڑ ہوتا ہو، وہ بلاشبہ اس کا مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ
کی اس پہلے حد و حساب عنایت ہو۔ اس کیلئے ہزاروں ہزار نیکیوں کا لکھا جانا، ہزاروں ہزار
گناہوں کا محو کیا جانا، اور ہزاروں ہزار درجے بلند ہونا، اور جنت میں ایک شاندار محل عطا ہونا
اسی عنایتِ الہی کی تفصیلی تعبیر ہے۔

بازار میں آدمی کی نگاہ کے سامنے طرح طرح کی وہ چیزیں آتی ہیں جن کو دیکھ کر وہ خدا کو
اور اپنے اور ساری دنیا کے فانی ہونے کو بھول جاتا ہے۔ یہ چیزیں اس کے دل کو اپنی طرف
کھینچنے لگتی ہیں کسی چیز کو وہ سمجھتا ہے کہ یہ بڑی دلکش اور بڑی حسین ہے، کسی کو سمجھتا ہے کہ
یہ بڑی نفع بخش ہے کسی بڑے کامیاب تاجر یا صاحبِ دولت و حکومت کو دیکھ کر دل سوچنے
لگتا ہے کہ اگر اس سے تعلق قائم کر لیا جائے تو سارے کام بن جائیں گے۔ بازار کی فضاؤں میں
یہی وہ خیالات اور وسوسے ہوتے ہیں جو دلوں اور نگاہوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس کے علاج اور تحفظ کے لئے ہدایت فرمائی کہ بازار جاؤ تو یہ کلمہ توحید تھامی
زبانوں پر ہو:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ اللہ کے سوا کوئی قابلِ پرستش نہیں، اکیلا
لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وہی مہربان و رحیم، کوئی اس کا شریک نہ

وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي
وَيُمِيتُ وَهُوَ سَخِي
لَا يَمُوتُ بِيَدِ الْخَيْرِ
وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرٌ

ساجی نہیں، صرف اسی کا راج اور اسی کی
فرمانروائی ہے، وہی حمد و ستائش کے لائق ہے
سب کی زندگی اور موت اسی کے قبضہ میں ہے
اور وہ زندہ جاوید ہے، اسے کبھی فنا نہیں،
ساری خیر اور بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے

اور سب کچھ اُسی کی قدرت میں ہے۔

یہ کلمہ ان گمراہانہ خیالات اور اُن شیطانی وسوسوں پر براہِ راست ضرب لگاتا ہے جو بازار میں
انسان کے دل و دماغ کو متاثر کرتے ہیں۔ اس کلمہ میں ان حقائق پر یقین کو تازہ کیا جاتا ہے:-
(۱) الٰہی جو اس کا مستحق ہے کہ اس کو دل و جان سے چاہا جائے، اس کی عبادت
کی جائے اور اپنا مطلوب و مقصود حقیقی بنایا جائے صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس استحقاق میں
کوئی چیز اور کوئی ہستی اس کی شریک نہیں۔

(۲) ساری کائنات میں صرف اسی کی فرمانروائی ہے، بلا شریک و غیرے اسی کا حکم
چلتا ہے، وہی ساری کائنات کا مالک اور حاکم حقیقی ہے۔

(۳) حمد و ستائش کے لائق بھی صرف وہی ہے، اس کے علاوہ اس کی مخلوق میں جو چیزیں
دل یا نگاہ کو اچھی اور قابلِ تعریف نظر آتی ہیں وہ اس کی مخلوقات اور مہنوعات ہیں، ان کا
حُسن و جمال اسی کا عطیہ ہے۔

(۴) اس کی اور صرف اسی کی شان ”سَخِي لَّا يَمُوتُ“ ہے، اس کے علاوہ ہر چیز
فانی ہے، اور ہر ایک کی موت و حیات اور فنا و بقا اُسی کے ہاتھ میں ہے۔

(۵) ہر خیر اور بھلائی اُسی کے ہاتھ میں ہے، اس کے سوا کسی کے اختیار اور قبضہ میں کچھ نہیں۔

(۶) وہ اور صرف وہی قادرِ مطلق ہے، ہر چیز اور ہر تبدیلی اُسی کی قدرت میں ہے۔

بازار کی فضاؤں میں جو بندہ اللہ کو اس طرح یاد کرتا ہے وہ گویا شیاطین کی سرزمین میں اللہ

کے نام کا علم بلند کرنا ہے اور اگر ابھی کی گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ہدایت کی شمع بجلا جاتا ہے، اس لئے بلاشبہ وہ اس غیر معمولی عنایت اور رحمت کا مستحق ہے جس کا اس حدیث پاک میں ذکر کیا گیا ہے۔
 حدیث کے لفظ ”الف الف“ کا ترجمہ ہم نے بجائے دس لاکھ کے ”ہزاروں ہزار“ کیا ہے۔ ہمارے نزدیک ان شارحین کی رائے زیادہ قرین قیاس ہے جنہوں نے کہا ہے کہ یہاں یہ لفظ معین عدد کے لئے استعمال نہیں کیا گیا ہے بلکہ غیر معمولی کثرت کے لئے کنایہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

کسی کو مصیبت میں مبتلا دیکھنے کے وقت کی دعا:

بسا اوقات ہماری نگاہ اللہ کے ایسے بندوں پر پڑتی ہے جو بیچارے کسی دکھ اور مصیبت میں مبتلا اور بُرے حال میں ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے وقت کے لئے ہدایت فرمائی کہ بندہ ایسا کوئی منظر دیکھے تو اس بات پر اللہ کی حمد اور اس کا شکر کرے کہ اس نے مجھے اس مصیبت میں مبتلا نہیں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس حمد و شکر کی برکت سے وہ اس مصیبت سے محفوظ رکھا جائے گا۔

(۱۵۵) عَنْ عَمْرِو بْنِ الْخَطَّابِ وَابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ رَجُلٍ رَأَى مُمْتَلًى فَقَالَ ”أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَاثَنِي مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهِ وَفَضَّلَنِي عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا“ إِلَّا لَمْ يُصِْبْهُ ذَلِكَ الْبَلَاءُ كَأَنَّمَا كَانَ -

رواہ الترمذی ورواہ ابن ماجہ عن ابن عمرؓ

امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس آدمی کی نظر کسی مبتلائے مصیبت اور دکھی پر

پڑے اور وہ کہے: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ۔ تا۔ تَفَضَّلَا“ (حمد اُس اللہ کیلئے جس نے مجھے عافیت دی اور محفوظ رکھا اس بلا اور مصیبت سے جس میں تجھ کو مبتلا کیا گیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر اس نے مجھے فضیلت بخشی) تو وہ اس بلا اور مصیبت سے محفوظ رہے گا خواہ کوئی بھی مصیبت ہو۔ (جامع ترمذی)

(اور سنن ابن ماجہ میں یہی حدیث حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی گئی ہے)

(تشریح) امام ترمذی نے اس حدیث کے ساتھ ہی گویا اس کی تشریح کے طور پر امام زین العابدینؓ کے صاحبزادے امام باقرؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ: جب بندہ کسی مبتلائے مصیبت کو دیکھے تو پہلے اس مصیبت سے اللہ کی پناہ چاہے اس کے بعدیہ عا اس طرح آہستہ پڑھے کہ وہ بیچارہ مبتلائے مصیبت سُن سکے۔ ظاہر ہے کہ اگر سُن لے گا تو اس سے اُس کا دل دکھے گا۔

حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ: جب وہ کسی ایسے آدمی کو دیکھتے جو خدا غافل اور آخرت سے بے فکر ہو کر دنیا میں پھنسا ہو تو یہی دُعا پڑھتے: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَاَفَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ رَبِّہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْتَ تَفَضَّلَا“

کھانے پینے کے وقت کی دُعا:

کھانا پینا انسان کے لازم حیات میں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کچھ کھانے یا پینے کو میسر ہوتا تو آپ اس کو اللہ کی طرف سے اور اس کا عطیہ یقین کرتے ہوئے اس کی حمد اور اس کا شکر ادا کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت فرماتے۔

(۱۵۶) عَنْ اَبِی سَعِیْدٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِذَا کَلَّ اَوْ شَرِبَ قَالَ ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَظْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ“ رواہ ابوداؤد والترمذی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کچھ کھاتے پیتے تو کہتے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَظْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" (حمد و شکر اُس اللہ کے لئے جس نے ہمیں کھانے اور پینے کو دیا اور (اس سے بھی بڑا کرم یہ فرمایا کہ) ہمیں اپنے مسلم بندوں میں سے بنایا)۔

(سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

(۱۵۷) عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ طَعَامًا ثُمَّ قَالَ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَظْعَمَنِي هَذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةَ" غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ رواه الترمذی

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو بندہ کھانا کھائے اور پھر کہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَظْعَمَنِي هَذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةَ" (ساری حمد اُس اللہ کے لئے جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا، اور میری اپنی سعی و تدبیر اور قوت و طاقت کے بغیر جس نے اپنے فضل سے مجھے یہ عطا فرمایا) تو اس حمد و شکر کی برکت سے اس کے پہلے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (جامع ترمذی)

(تشریح) بعض اعمال بظاہر بڑے چھوٹے سے ہوتے ہیں لیکن اللہ کی نگاہ میں وہ بہت بڑے اور اس کی میزان میں بہت بھاری ہوتے ہیں اور ان کا نتیجہ بڑا غیر معمولی نکلتا ہے۔ اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جو بندہ کھانے کے بعد صدق دل سے یہ اعتراف کرے کہ یہ کھانا مجھے میرے پروردگار اور پالنے والے نے عطا فرمایا میرے کسی ہمنوا و کسی صلاحیت و استحقاق کو اس میں کوئی دخل نہیں تھا، جو کچھ عطا فرمایا وہ اس نے صرف اپنے کرم سے عطا فرمایا، اور ساری حمد و ستائش کا مستحق وہی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی اس حمد کی اتنی قدر فرمائے گا کہ اس کے سارے پہلے گناہ اس کی

برکت سے بخشدے گا۔ اور سنن ابی داؤد کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جس بندے نے کپڑا پہنا اور پھر اس طرح اللہ کی حمد کی:۔۔۔۔۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ساری حمد و ستائش اُس اللہ کے لئے جس نے
هَذَا وَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ مجھے یہ کپڑا پہنایا اور بغیر میری سعی و تدبیر
حَوْلِیْ مِیْتِیْ وَکَلَّ قُوَّةَ اور قوت و طاقت کے مجھے یہ عطا فرمایا۔ تو
غُفِرَ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ غُفِرَ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ
ذَنْبِیْهِ وَ مَا تَاَخَّرَ۔ اس کے پہلے اور پچھلے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

در اصل بندے کا یہ اعتراف و احساس کہ اس کے پاس جو کچھ ہے اُس کے رب کا علیہ ہے وہ خود کسی لائق بھی نہیں ہے، عبدیت کا جوہر ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی قدر و قیمت رکھتا ہے اور اُن اعمال میں سے ہے جن کے صدقہ میں عمر بھر کی خطائیں معاف کر دی جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان حقائق کا فہم اور ان پر یقین نصیب فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔

کسی کے یہاں کھانا کھا کر کھلانے والے کے لئے دُعا:۔۔۔۔۔

(۱۵۸) عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَنَعَ اَبُو الْهَيْثَمِ بْنِ الْيَتِّهَانَ طَعَامًا
فَدَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصْطَابَهُ فَلَمَّا
فَرَغُوا قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْبَبُوا اَخَاكُمْ قَالُوا
يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا اِثَابَتُهُ؟ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا
دُخِلَ بَيْتُهُ وَ اُكِلَ طَعَامُهُ وَ شُرِبَ شَرَابُهُ فَلَدَعُوا
لَهُ فَدَالَا اِثَابَتُهُ۔۔۔۔۔ رواہ ابو داؤد

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو الہیثم بن الیہان نے اپنے ہاں کھانا تیار کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی دعوت کی جب

سب کھانا کھا کے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :- اپنے بھائی کو بدلہ دو۔
 عرض کیا گیا کہ :- حضور! ان کو کیا بدلہ دیا جاسکتا ہے؟ :- آپ نے فرمایا :- جب کسی بھائی کے
 گھر جائیں اور وہاں کھائیں پیئیں اور پھر اس کے لئے خیر و برکت کی دعا کریں تو بس یہی بندوں
 کی طرف سے اس کا بدلہ ہے۔ (سنن ابی داؤد)

(۱۵۹) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ إِلَى
 سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ بِجَاءَةٍ مَخْخُوزَةٍ وَزَيْتٍ فَأَكَلَ ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ، وَأَكَلَ طَعَامَكُمْ
 الْإِنْبَرَاءُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ"۔ رواه ابوداؤد

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد
 بن عبادہ کے ہاں تشریف لائے انھوں نے آپ کی خدمت میں کئی بخوفی روٹی اور دو فین زیتون
 پیش کیا۔ آپ نے اس کو تناول فرمایا اور پھر ان کے لئے اس طرح دعا فرمائی :-

أَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ اللہ کے روزہ دار بندے تمھارے ہاں افطار
 وَأَكَلَ طَعَامَكُمْ الْإِنْبَرَاءُ کیا کریں اوبار و صالحین تمھارے ہاں
 وَصَلَّتْ کھانا کھایا کریں اور اللہ کے فرشتے تمھارے لئے
 عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ۔ دعائے خیر کیا کریں۔

(سنن ابی داؤد)

(۱۶۰) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسْرِ قَالَ نَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنِي فَقَرَّبْنَا إِلَيْهِ طَعَامًا وَطَبَّةً
 فَأَكَلَ مِنْهَا ثُمَّ أَتَى بِتَمْرٍ فَكَانَ يَأْكُلُهُ وَيُلْقِي التَّوَى
 بَيْنَ إصْبَعَيْهِ وَيَجْمَعُ السَّبَابَةَ وَالْوُسْطَى ثُمَّ أَتَى
 بِشَرَابٍ فَشَرِبَهُ فَقَالَ ابْنِي وَآخَذَ بِلِجَامِ دَابَّتِهِ

أَدْعُ اللَّهَ لَنَا فَقَالَ «اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ
وَاعْفِرْ لَهُمْ وَادِّمْهُمْ» ————— رواہ مسلم

جدید الشہ بن بسر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد بسرؓ کی
مہمان ہوئے تو میرے والد نے آپ کی خدمت میں کھانا اور وُطْبَہ (ایک قسم کا ایسہ)
پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے تناول فرمایا۔ پھر آپ کی خدمت میں کھجوریں پیش کی گئیں،
آپ ان کو کھاتے تھے اور کلمہ الی انگلی اور دربیانی انگلی دونوں کو ملا کر کھجور کی گٹھلیاں میں
لے کر پھینکتے جاتے تھے۔ پھر آپ کی خدمت میں پینے کے لئے کوئی مشروب پیش کیا گیا تو آپ نے
اس کو بھی نوش فرمایا۔ پھر آپ تشریف لے جانے لگے تو میرے والد نے آپ کی سواری کی
لگام تھام کے عرض کیا کہ ہمارے لئے دُعا فرمادیجئے تو آپ نے دُعا کی: —————

اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ لَعَلَّ اللَّهُ أَنْ تَنْزِلَ اللَّهُمَّ
فِيمَا رَزَقْتَهُمْ وَاعْفِرْ لَهُمْ
وَادِّمْهُمْ۔
فرمایا ہے اس میں ان کے لئے برکت ہے اور
ان کو اپنی مغفرت اور رحمت سے نواز۔

(صحیح مسلم)

(تشریح) ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جس طرح کھانے پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد اور اُس کا
شکر ادا کرنا چاہئے، اُسی طرح جب اللہ کا کوئی بندہ کھلائے پلائے تو اس کے لئے بھی دُعا کرنی
چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے یہاں کھانا کھانے کے
بعد اُن کے لئے جو دُعا فرمائی جس کا حضرت انسؓ کی اوپر والی حدیث میں ذکر ہے، یعنی: —
«أَفْطَرَ عِنْدَكَ اللَّهُمَّ الصَّائِمُونَ الْحَمْدُ» اور بسرؓ کی ہاں کھانے کے بعد اُن کے لئے
آپ نے جو دُعا فرمائی جس کا عبد اللہ بن بسرؓ والی اس حدیث میں ذکر ہے، یعنی: — اللَّهُمَّ
بَارِكْ لَهُمْ فِيمَا رَزَقْتَهُمْ الخ۔ ان دُعاؤں کے معنوں میں فرق غالباً حضرت سعد
بن عبادہؓ اور بسرؓ کے دینی مقام اور درجہ کے لحاظ سے ہے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ آپ کے

خاص فیض یافتہ اور صفت اول کے مصاب کرام میں سے تھے، ان کو آپ نے دُعا دی کہ: —
 ”اللہ تعالیٰ ایسا کرے کہ ہمیشہ تمہارے ہاں اللہ کے روزہ دار بندے افطار کیا کریں، اور اس کے
 صالح اور متقی بندے کھانا کھایا کریں اور فرشتے تمہارے لئے دعائے خیر کریں“ حضرت سعد
 بن عبادہ کے دینی مقام کے لئے ایسی ہی دُعا زیادہ مناسب تھی — اور بُسرِ اسلمیؓ جو
 اس درجہ کے نہیں تھے ان کے لئے خیر و برکت اور مغفرت و رحمت کی وہی دُعا زیادہ مناسب تھی
 جو آپ نے ان کو دی۔ واللہ اعلم۔

نیا لباس پہننے کے وقت کی دُعا: —

لباس بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اور کھانے پینے ہی کی طرح انسان کی بنیادی
 ضرورتوں میں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ: جب اللہ تعالیٰ
 اپنے کسی بندے کو نیا کپڑا نصیب فرمائے اور وہ اس کو زیب تن کرے تو اللہ تعالیٰ کے احسان
 کے استحضار کے ساتھ اس کی حمد اور اس کا شکر ادا کرے، اور جو پہنا ہوا کپڑا اس نے پُرانا کر کے
 اتارا ہے اس کو صدقہ کرے، ”آپ نے بشارت دی کہ ایسا کرنے والے بندے کو زندگی میں
 اور مرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پردہ داری نصیب رہے گی۔

(۱۶۱) عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيدًا فَقَالَ ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَسَانِي
 مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَانْجَمَلُ بِهِ فِي حَيَاتِي“ ثُمَّ عَمِدَ
 إِلَى الثَّوْبِ الَّذِي أَخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِهِ كَانِ فِي كَنْفِ اللَّهِ
 وَفِي حِفْظِ اللَّهِ وَفِي سَائِرِ اللَّهِ حَيًّا وَمَيِّتًا۔

رواہ احمد و الترمذی و ابن ماجہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

جو بندہ نیا کپڑا پہنے اور کہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اَدْرِیْ بِہِ
عَوْرَتِیْ وَ اَجْمَلُ بِہِ فِیْ حَیَاتِیْ (حمد و شکر اُس اللہ کے لئے جس نے مجھے
وہ لباس عطا فرمایا جس سے میں اپنی پردہ داری کرتا ہوں اور زندگی میں وہ میرے لئے
مسلمان زینت بنتا ہے)۔ پھر وہ بندہ اپنا وہ لباس جو اُس نے پرانا کر کے اتار دیا ہے مقدّم
کر دے، تو وہ زندگی میں اور مرنے کے بعد اللہ کی حفاظت و نگہبانی میں رہے گا اور اللہ تعالیٰ
اس کی پردہ داری فرمائے گا۔ (مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

آئینہ دیکھنے کے وقت کی دُعا:

(۱۴۳) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
إِذَا نَظَرَ فِی الْمِرْآةِ قَالَ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَوَّیْ عَالَمِیْ
وَ أَحْسَنَ صُوْرَتِیْ وَ زَانَ مِیْثِیْ مَا شَاءَ مِنْ غَیْرِیْ"

رواہ البزار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا
کہ جب آپ آئینہ دیکھتے تو کہتے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَوَّیْ عَالَمِیْ"۔ تا۔ مِنْ غَیْرِیْ (حمد و شکر اُس اللہ کے لئے جس نے میرے جسم کو برابر موندوں بنایا اور مجھے اچھی شکل و صورت
عطا فرمائی اور مجھے اس خوشنالی سے نوازا جس سے دوسرے بہت سے بندوں کو نہیں ملا گیا)۔

(مسند بزار)

(تشریح) دوسری اکثر دعائوں کی طرح اس دُعا کی روح بھی یہی ہے کہ بندہ اپنے اندر جو
خُسن و خوبی اور جو جمال و کمال محسوس کرے وہ اس کو اللہ کی دین یقین کرتے ہوئے اس کی حمد
اور اس کا شکر کرے، اس طرزِ عمل سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی محبت اور جذبہِ عبودیت میں
برابری برتی جاتی رہے گی اور وہ خود پسندی اور کبر نفس جیسے ہلک امرات سے محفوظ رہے گا۔

نکاح اور شادی سے متعلق دعائیں :-

نکاح اور شادی بھی انسانی زندگی کے لوازم میں سے ہے اور بظاہر اس کا تعلق انسان کے صرت ایک جسمی اور نفسانی تقاضہ سے ہے اور اس وقت خدا فراموشی کا بڑا امکان ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو ہدایت فرمائی کہ اس موقع پر بھی تمہاری نگاہ خدا پر رہے اور یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اس سلسلہ کا خیر و شر بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، اس سے دعا کیا کرو، اس طرح آپ نے زندگی کے اس شعبہ کو بھی خدا پرستی کے رنگ میں رنگ دیا۔

(۱۶۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَزَوَّجَ أَحَدُكُمْ امْرَأَةً أَوْ اشْتَرَى خَادِمًا فَلْيَقُلْ "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ" رواه البوداد و ابن ماجه

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو اپنے نکاح میں لائے اور بیوی بنائے یا خدمت کے لئے غلام یا باندی خریدے تو یہ دعا کرے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ۔۔۔ تا۔۔۔ وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ" (اے اللہ! اس میں اور اس کی فطرت میں جو خیر اور بھلائی ہو جس سے تجھ سے اس کی استدعا کرتا ہوں، اور اس میں اور اس کی فطرت میں جو شر اور بُرائی ہو اُس سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں)۔

(سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

(۱۶۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا زَكَاَ الْإِنْسَانَ إِذَا تَزَوَّجَ قَالَ "بَارَكَ اللَّهُ لَكَ وَلَكَ وَ

بَارَكَ عَلَيْكُمَا وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ

رواہ احمد و الترمذی و ابو داؤد و ابن ماجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شادی کرنے والے آدمی کو ان الفاظ کے ساتھ دعا اور مبارکباد دیا کرتے تھے۔ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ وَنَارَكَ عَلَيْكُمَا وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ (اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بُنا لک کرے اور تم پر برکتیں نازل کرے اور تم دونوں (میاں اور بیوی) کو خیر اور بھلائی پر جوڑے رکھے)۔ یعنی دنیا اور آخرت کی ہر چیز اور بھلائی کے معاملہ میں تم دونوں کے درمیان باہم اتفاق اور تعاون رہے، اور شیطان کوئی فتنہ انگیزی نہ کر سکے۔

(مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

مباشرت کے وقت کی دعا:

(۱۶۵) عَنْ ابْنِ عَمَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوْنَنَّ أَحَدَكُمَا إِذَا ارَادَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ قَالَ "بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ حَبِّبْنَا لِلشَّيْطَانِ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْنَا فَإِنَّهُ إِنْ يُقَدَّرَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِي ذَلِكَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْطَانٌ أَبَدًا

رواہ البخاری و مسلم

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی بیوی کے پاس جاتے وقت اللہ کے حضور میں یہ عرض کر لیا کرے: بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ حَبِّبْنَا لِلشَّيْطَانِ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْنَا (اللہ! تو شیطان کے شر سے ہم کو بچا، اور ہم کو جو اولاد دے اس کو بھی بچا) تو اگر اس مباشرت کے نتیجہ میں ان کے لئے بچہ مقدر ہو گا تو شیطان اس کو

کبھی نقصان نہ پہنچا سکے گا، اور وہ ہمیشہ شر شیطان سے محفوظ رہے گا۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

(تشریح) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ "اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر مباشرت کے وقت اللہ تعالیٰ سے اس طرح کی دُعا نہ کی (اور خدا کی طرف سے بالکل غافل ہو کر بہائم کی طرح بس اپنے نفس کا تقاضہ پورا کر لیا) تو ایسی مباشرت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد شر شیطان سے محفوظ نہیں رہے گی۔"

اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

"ازینجاست فساد احوال اولاد و تباہ کاری ایشان" (یعنی اس زمانہ میں پیدا ہونے والی نسل کے احوال، اخلاق و عادات جو عام طور سے خراب و برباد ہیں تو اس کی خاص بنیاد یہی ہے)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہدایات کی قدر شناسی اور ان سے فائدہ اٹھانے کی پوری توفیق دے۔

سفر پر جانے اور واپس آنے کے وقت کی دُعاؤں:۔

دیس سے پردیس جانے والے کے لئے بہت سے خطرات اور طرح طرح کے امکانات ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ: سفر کے لئے روانہ ہوتے وقت اللہ سے کیا کیا مانگنا چاہئے۔ نیز یہ کہ ہر سفر کے موقع پر یقینی پیش آنے والے آخرت کے سبب اہم سفر کو بھی یاد کرنا چاہئے، اور اس کی تیاری سے غافل نہ ہونا چاہئے۔

(۱۶۶) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اسْتَوَى عَلَى بَعِيرٍ خَرَجًا إِلَى السَّفَرِ

كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ "سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا أَوْ

مَا كُنَّا لَهُ مُقَرَّبِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ اللَّهُمَّ
إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هَذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوَى وَمِنَ الْعَمَلِ
مَا تَرْضَى اللَّهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هَذَا وَاطْوِلْنَا
بَعْدَهُ اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ
فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ
السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْظَرِ وَسُوءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْأَهْلِ
وَالْمَالِ — وَإِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيهِنَّ أَهْبُونَ
تَأْتِبُونَ، عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ — رواه مسلم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا دستور تھا کہ جب آپ سفر پر جاتے وقت اونٹ پر سوار ہوتے تو پہلے تین دفعہ
”اللہ اکبر“ کہتے، اس کے بعد کہتے: ”سُبْحَانَ الَّذِي — تا —
فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ“ (پاک اور مقدس ہے وہ ذات جس نے ہماری سواری کیلئے
اپنی اس مخلوق کو مسخر اور ہمارے قابو میں کر دیا ہے، اور خود ہم میں اس کی طاقت نہ تھی کہ
اپنی ذاتی تدبیر و طاقت سے اس طرح قابو یافتہ ہو جاتے بلکہ اللہ ہی نے اپنے فضل و کرم
سے ایسا کر دیا ہے) اور ہم بالآخر اپنے اس مالک کے پاس لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ!
ہم استدعا کرتے ہیں تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکو کاری اور پرہیزگاری کی، اور اُن اعمال کی
جو تیری رضا کا باعث ہوں۔ اے اللہ! اس سفر کو ہم پر آسان کرنے اور اس کی طوالت کو سہا
قدت و رحمت سے مختصر کر دے۔ اے اللہ! بس تو ہی ہمارا رفیق اور ساتھی ہے اس سفر میں
(اور صبر بڑا سہارا تیری ہی رفاقت کا ہے) اور ہمارے پیچھے تو ہی ہمارے اہل و عیال
اور مال و جائیداد کی دیکھ بھال اور نگرانی کرنے والا ہے (اس سلسلہ میں بھی ہمارا اعتماد او
بھروسہ بس تجھ ہی پر ہے)۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سفر کی مشقت اور زحمت سے

ہو اس بات سے کہ اس سفر میں کوئی رنج و ہمت نہ دیکھوں، اور اس سے کہ سفر سے لوٹ کر اہل و عیال یا مال و جائیداد میں کوئی بُری بات پاؤں۔ اور جب آپ سفر سے واپس ہوتے تب بھی اس کے حضور میں یہی دعا کرتے۔ اور آخر میں ان کلمات کا اضافہ کرتے ”اٰیْبُوْنَ، تَاٰیْبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، لَوْ تَبَا حَامِدُوْنَ“ (ہم واپس لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، اپنے پروردگار کی حمد و ستائش کرنے والے ہیں)۔ (صحیح مسلم)

(تشریح) اس دعا کا ایک ایک جز اپنے اندر بڑی معنویت رکھتا ہے۔ پہلی بات اس حدیث میں یہ بتائی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار ہونے کے بعد سب سے پہلے تین دفعہ ”اللہ اکبر“ کہتے تھے۔ اُس زمانہ میں خاص کر اونٹ چلیسی سواری پر سوار ہونے کے بعد خود سوار کو اپنی بلندی و برتری کا جو احساس یا دوسوسہ پیدا ہو سکتا تھا۔ اسی طرح دیکھنے والوں کے دلوں میں اس کی عظمت و بڑائی کا جو خیال آ سکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دفعہ ”اللہ اکبر“ کہہ کر اُس پر تین ضربیں لگاتے تھے، اور خود اپنے کو اور دوسروں کو جتاتے تھے کہ عظمت و کبریا ہی بس اللہ کے لئے ہے۔ اس کے بعد آپ کہتے تھے: ”سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِدِیْنَ“ (پاک اور مقدس ہے وہ ذات جس نے ہمارے لئے اس سواری کو مسخر کر دیا، ورنہ ہم میں وہ طاقت نہ تھی کہ ایسا کر سکتے) اس میں اس کا اعتراف اور اظہار ہے کہ اس سواری کو ہمارے لئے مسخر کر دینا اور ہم کو اس طرح اس کے استعمال کی قدرت دینا بھی اللہ ہی کا کرم ہے، ہمارا کوئی کمال نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ فرماتے ہیں: ”وَمَا نَارِیْ رَیْبًا لِّمُنْقَلِبِیْ“ یعنی جس طرح آج ہم یہ سفر کر رہے ہیں، اسی طرح ایک دن اس دنیا سے سفر کر کے ہم اپنے خدا کی طرف جائیں گے جو اصل مقصود و مطلوب ہے، وہی سفر حقیقی سفر ہو گا اور اس کی فکر اور تیاری سے بندے کو کبھی غافل نہ رہنا چاہئے۔ اس کے بعد سب سے

پہلی دُعا آپ یہ کرتے کہ: ”اے اللہ! اس سفر میں مجھے نیکی اور پرہیزگاری کی اور اُن اعمال کی توفیق دے جن سے تو راضی ہو۔“ بلاشبہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے بندوں کیلئے سب اہم مسئلہ یہی ہے، اس لئے ان کی اولین دُعا یہی ہونی چاہئے۔ اس کے بعد آپ سفر میں سہولت کی اور سفر جلدی پورا ہو جانے کی دُعا کرتے۔ اس کے بعد آپ اللہ کے حضور میں عرض کرتے: ”اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصّٰحِبُّ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ“ یعنی اے اللہ! تو ہی سفر میں میرا حقیقی رفیق و ساتھی ہے اور تیری ہی رفاقت و مدد پر میرا اعتماد ہے اور گھر بار اور اہل و عیال جن کو میں چھوڑ کے جا رہا ہوں ان کا نگہبان اور نگراں بھی تو ہی ہے اور تیری ہی نگہبانی پر بھروسہ ہے۔ ان مثبت دعاؤں کے بعد آپ سفر کی مشقت سے یاد و اُن سفر میں یا واپسی پر کسی تکلیف دہ حادثہ کے سامنے آنے سے پناہ مانگتے جس کا ماحصل یہی ہے کہ سفر میں بھی تیری رحمت سے عافیت و سہولت نصیب رہے اور واپس آکر بھی خیر و عافیت دیکھوں۔

حدیث کے آخر میں بیان کیا گیا ہے کہ جب واپسی کے لئے آپ سفر شروع فرماتے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ یہی سب کچھ عرض کرتے اور آخر میں یہ کلمات مزید کہتے: ”اَتَّبِعُونَ، تَابِعُونَ، عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ“ یعنی اب ہم واپس ہو رہے ہیں، اپنے قصوروں اور لغزشوں سے توبہ کرتے ہیں، ہم اپنے پروردگار اور مالکِ مولا کی عبادت اور حمد و ثنا کرتے ہیں۔ ذرا غور کیا جائے کہ جب سفر کے لئے سواری سوار ہوتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک کی یہ واردات ہوتی تھیں، جو ان کلمات کے قالب میں زبانِ مبارک پر جاری ہوتی تھیں، تو خلوتوں کے خاص اوقات میں کیا حال ہوتا ہوگا۔

کیسی خوش نصیبی ہے اُس اُمت کی جس کے پاس اس کے نبی کا چھوڑا ہوا ایسا خزانہ محفوظ ہے، اور کیسی قابلِ عبرت بد نصیبی ہے اُس اُمت کی جس کے ۹۹ فی صد افراد یا اس سے

بھی زیادہ اس سے بے خبر اور اس لئے استفادہ سے محروم ہیں۔

(۱۶۷) عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ يُرِيدُ سَفَرًا أَوْ غَيْرَهُ فَقَالَ حِينَ يَخْرُجُ «أَمَنْتُ بِاللَّهِ، اِعْتَصَمْتُ بِاللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ» إِلَّا رَزَقَ خَيْرَ ذَلِكَ الْمَخْرَجِ وَمُصْرَفَ عَنْهُ شَرُّ ذَلِكَ الْمَخْرَجِ۔

رواہ احمد

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو مسلمان اپنے گھر سے نکلے خواہ بارادہ سفر یا بغیر ارادہ سفر، اور گھر سے روانگی کے وقت کہے: اَمَنْتُ بِاللَّهِ۔ تا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ (میں اللہ پر ایمان لایا، میں نے اللہ کو مضبوطی سے تھام لیا، میں نے اللہ پر بھروسہ کر لیا، او میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی سعی و حرکت اور کوئی قوت و طاقت کام نہیں کر سکتی اللہ کے حکم کے بغیر) تو اس مسلمان کو گھر سے اس نکلنے کا خیر ضرور حاصل ہوگا، اور اس کے شر سے وہ محفوظ رکھا جائے گا۔

(مسند احمد)

سفر میں کسی منزل پر اترنے کے وقت کی دُعا:۔

(۱۶۸) عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيمٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ نَزَلَ مِنْ نَزْلٍ أَوْ قَالَ «أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ» لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتَّى يَنْتَحِلَ مِنْ مَنَازِلِهِ۔

رواہ مسلم

نولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے سنا آپ فرماتے تھے: جو شخص اثنائے سفر میں کسی منزل پر اترے اور اس وقت یہ دعا کرے: ”اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ“ (میں اللہ کے کلماتِ تامہ کی پناہ لیتا ہوں اس کی ساری مخلوقات کے شر سے) تو جب تک وہ اس منزل سے روانہ نہ ہو جائے گا اس کو کوئی چیز ضرر نہ پہونچا سکے گی۔ (صحیح مسلم)

کسی بستی میں داخل ہونے کے وقت کی دعا:

(۱۶۹) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَأَى قَرْيَةً يُرِيدُ اَنْ يَدْخُلَهَا قَالَ ”اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا“ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ”اَللّٰهُمَّ اَرْزُقْنَا حَيَاَهَا وَحَبِّبْنَا اِلَى اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِيْ اَهْلِهَا اِلَيْنَا“
رواہ الطبرانی فی الاوسط

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ جب وہ بستی دکھائی دیتی جو میں آپ جانے کا ارادہ رکھتے تو پہلے تین دفعہ کہتے: ”اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا“ (اے اللہ ہمارے لئے اس بستی کو مبارک کر دے) اس کے بعد یہ دعا فرماتے: ”اَللّٰهُمَّ اَرْزُقْنَا حَيَاَهَا۔ تا۔ وَحَبِّبْ صَالِحِيْ اَهْلِهَا اِلَيْنَا“ (اے اللہ! اس بستی کی اچھی پیداوار کو ہمارا رزق بنا، اور ہماری محبت اس بستی والوں کے دل میں ڈال دے) اور اس میں جو تیرے صالح بندے ہوں ان کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دے۔

(معجم الاوسط للطبرانی)

(تشریح) کسی نئی بستی میں جانے والے کے لئے سب سے اہم یہی تین باتیں ہو سکتی ہیں۔ سبحان اللہ! کتنی مختصر، بر عمل اور جامع دعا ہے۔

سفر پر جانے والے کو وصیت اور اس کے لئے دُعا: —

(۱۶۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَاقَ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَسَافِرَ فَأَوْصِنِي قَالَ عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللَّهِ
وَالْكَفِّيرِ عَلَى كُلِّ شَرِّ فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ "اللَّهُمَّ
أَطْوِلْهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ"

رواہ الترمذی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ: میرا ارادہ سفر کا ہے، حضور مجھے کچھ وصیت اور نصیحت فرمائیں؟ آپ نے فرمایا: پہلی وصیت تو یہ ہے کہ اللہ کا خوف اور اس کی ناراضی سے بچنے کی فکر کو لازم پکڑ لو (اس بارے میں ادنیٰ تاہل اور غفلت نہ ہو) اور دوسری بات یہ یاد رکھو کہ اثناء سفر میں جب کسی بلندی پر پہنچنا ہو تو "اللہ اکبر" کہو۔

پھر جب آدمی روانہ ہو گیا تو آپ نے دعا دی: "اللَّهُمَّ أَطْوِلْهُ الْبُعْدَ وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ" (اے اللہ! اس کے لئے طولِ مسافت کو سمیٹ کر مختصر کر دے، اور سفر کو اس کے واسطے آسان فرما دے) (جامع ترمذی)

(۱۶۱) عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُرِيدُ سَفِيرًا فَرَوِّدْنِي فَقَالَ رَوِّدَكَ اللَّهُ التَّقْوَى قَالَ زِدْنِي قَالَ وَغَفَرَ ذَنْبَكَ قَالَ زِدْنِي بِأَبْنِي أَنْتَ وَأُمِّي قَالَ وَيَسِّرْ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُ مَا كُنْتَ

رواہ الترمذی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا ارادہ سفر کا ہے، آپ مجھے ”زادِ سفر“ عنایت فرمادیجئے؟ (یعنی ایسی دعائیں کر دیجئے جو سفر میں میرے کام آئیں) آپ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کو تمہارا زادِ سفر بنائے (اور تمہیں پورے سفر میں یہ دولت نصیب رہے)۔ اُس شخص نے عرض کیا: حضرت! اس میں اور اضافہ فرمائیے؟ آپ نے فرمایا: اور تمہارے گناہوں کی اللہ مغفرت فرمائے۔ اُس نے پھر عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! اس میں اور اضافہ فرمائیے؟ آپ نے فرمایا: اور جہاں بھی تم پہنچو، اللہ تعالیٰ خیر اور بھلائی تمہارے لئے میسر فرمائے۔ (جامع ترمذی)

(۱۷۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ الْخَطَمِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَدَا أَنْ يَسْتَوِيَّ عَ الْجَيْشِ قَالَ أَسْتَوِيَّ اللَّهُ دِينَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيمَ أَعْمَالِكُمْ

رواہ ابو داؤد

حضرت عبداللہ الخطمیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ لشکر کو رخصت کرتے وقت فرماتے: ”أَسْتَوِيَّ اللَّهُ دِينَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيمَ أَعْمَالِكُمْ“ (میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تمہارے دین کو اور تمہاری صفتِ امانت کو، اور تمہارے آخری اعمال کو)۔ (سنن ابی داؤد)

(تشریح) یہاں ”امانت“ سے مراد انسان کے دل کی وہ خاص صفت اور کیفیت ہے جو اس سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ اللہ کے اور اس کے بندوں کے حقوق صحیح طور پر ادا کرے۔ مختصر لفظوں میں اس کو ”بندگی کی ذمہ داریوں کے احساس“ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

مومن کی خاص پونجی اس کی یہ صفتِ امانت اور اس کا دین اور دینی اعمال ہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کو رخصت کرنے وقت مجاہدین کی ان چیزوں کو خاص طور سے اللہ کی سپردگی میں دیتے تھے اور دعا فرماتے تھے کہ وہ ان کی حفاظت فرمائے۔ اسی طرح کسی شخص

دن گزرے ہیں اُن میں غزوہ خندق کے بعض ایام بھی تھے، جن کا ذکر قرآن مجید میں بھی اس طرح کیا گیا ہے: —————

اِذْ جَاؤُكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ
مِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَمِنْ
زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ
الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَنُظِّتُونَ
بِاللَّهِ الظُّلُمَاتُ نَاهٍ هَذَا لَكَ ابْتِلَاءُ
الْمُؤْمِنِينَ وَذُلُّ لِرِجَالٍ لَا
سَبِيلَ لَهُمْ ————— (الاحزاب: ۲۴)

جب آگے دشمنوں کے لشکر تمہارے اوپر کی
جانب سے اور نیچے کی طرف سے اور جب
آنکھیں پھر گئیں اور دل مائے دہشت کے
گلوں تک پہنچ گئے اور تم خدا کی نسبت
طرح طرح کے گمان کرنے لگے اُس وقت
اہل ایمان بڑی آزمائش میں پڑے اور
سخت طریقہ سے ہلا ڈالے گئے۔

انہی حالات میں ایک دن حضرت ابوسعید خدریؓ نے حضورؐ سے وہ درخواست کی تھی جس کا حدیث میں ذکر کیا گیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مختصر دعا تلقین فرمائی تھی:-
”اللَّهُمَّ اسْتَوْعِرْنَا وَارْزُقْنَا“ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی سخت آندھی بھیجی گئی جس نے سارے لشکر کو تتر بتر کر دیا، اور وہ بھاگنے پر مجبور ہوئے۔

(۱۶۴) عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا خَافَ قَوْمًا قَالَ ”اللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ
وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ“ ————— رواه احمد وابوداؤد

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو جب کسی دشمن گروہ کے حملہ کا خطرہ ہوتا تھا تو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے:-
”اللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ“
(اے اللہ! ہم تجھے ان دشمنوں کے مقابلہ میں کرتے ہیں تو ان کو دفع فرما، اور ان کے شر سے
تیری پناہ مانگتے ہیں) ————— (مسند احمد - سنن ابی داؤد)

(۱۶۷) عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أُعْلِمُكُمْ كَلِمَاتٍ تَقُولُنَّهِنَّ عِنْدَ الْكَرْبِ :
 "اللَّهُ اللَّهُ رَبِّي لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا" _____ رواه أبو داود

حضرت اسماء بنت عُمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: میں تمہیں ایسے کلمے بتا دوں جو پریشانی اور فکر کے وقت تم کہا کرو۔
 (انشاء اللہ وہ تمہارے لئے باعث سکون ہوں گے) : "اللَّهُ اللَّهُ رَبِّي لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا" (اللہ اللہ وہی میرا رب ہے، میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتی)۔

_____ (سنن ابی داؤد)

(۱۶۸) عَنْ رَافِعِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَثَرَتْ هَمَّتُهُ خَلِقُ قُلٍّ "اللَّهُمَّ رَافِعِي عَبْدَكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ وَفِي قَبْضَتِكَ نَاصِيَّتِي بِبَيْدِكَ مَا ضِيقَ فِي حُكْمِكَ عَدْلٌ فِي قَضَائِكَ أَسْأَلُكَ بِحُلِّ اسْمِهِ هُوَ لَكَ سَكَنِيَّتٌ بِهِ نَفْسُكَ أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوْ اسْتَأْثَرْتَهُ بِهِ فِي مَكْنُونِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ رِبِيْعَ قَلْبِي وَجِلَاءَ هَيْبَتِي وَغِيَّتِي" مَا قَالَهَا عَبْدٌ قَطُّ إِلَّا أَذْهَبَ اللَّهُ هَمَّهُ وَابْدَلَهُ بِهِ فَرْجًا _____ رواه زرير

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی کو پریشانی اور فکر زیادہ ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ کے حضور میں اس طرح عرض کرے: "اللَّهُمَّ رَافِعِي عَبْدَكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ وَفِي قَبْضَتِكَ نَاصِيَّتِي بِبَيْدِكَ مَا ضِيقَ فِي حُكْمِكَ عَدْلٌ فِي قَضَائِكَ أَسْأَلُكَ بِحُلِّ اسْمِهِ هُوَ لَكَ سَكَنِيَّتٌ بِهِ نَفْسُكَ أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوْ اسْتَأْثَرْتَهُ بِهِ فِي مَكْنُونِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ رِبِيْعَ قَلْبِي وَجِلَاءَ هَيْبَتِي وَغِيَّتِي" _____

(اے اللہ! میں بندہ ہوں تیرا، اور بیٹا ہوں تیرے ایک بندے کا اور تیری ایک بندی کا، اور بالکل تیرے قبضہ میں ہوں اور ہمہ تن تیرے دستِ قدرت میں ہوں، ناخن ہے میرے

بابے میں تیرا حکم اور میں عدل ہے میرے بارے میں تیرا ہر فیصلہ، میں تجھ سے تیرے ہر اس
 اہم پاک کے واسطے سے جس سے تو نے اپنی مقدس ذات کو موسوم کیا ہے یا اپنی کسی کتابتیں
 اس کو نازل فرمایا ہے، یا اپنے خاص مخفی خزانہ غیب ہی میں اس کو محفوظ رکھا ہے۔ استدعا کرتا
 ہوں کہ قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار بنادے، اور میری فکروں اور میرے غلوں کو اس کی برکت
 دُور فرمادے۔ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو بندہ بھی ان
 کلمات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی فکروں اور پریشانیوں کو دُور
 فرما کر ضرور بالضرور اس کو کشادگی عطا فرمائے گا۔ (ذہین)

(تشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمودہ اس دُعا کا ایک ایک کلمہ عبادت کی
 کیفیت سے لبریز ہے۔ سب سے پہلے اپنی اور اپنے ماں باپ کی بندگی اور عبادت کا اظہار
 و اعتراف کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں، میرا باپ بھی تیرا بندہ اور میری ماں بھی تیری
 بندی تھی یعنی میں تیرا پیشینی بندہ ہوں، تو میرا مالک و رب ہے اور میرے ماں باپ کا بھی مالک و رب ہے۔
 اور میں ہر تیرے قبضہ میں ہوں، میرے لئے جو بھی تیرا فیصلہ ہے وہ برحق ہے اور نافذ ہو گا۔
 مجھے اور کسی کو بھی چون و چرا کی مجال نہیں ہے۔ اس کے بعد کہا گیا ہے کہ میرے پاس کوئی ایسا
 عمل اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی بنا پر تجھ سے کچھ مانگنے کا مجھے حق ہو، اس لئے تیرے ہی اُن اسماء
 پاک کے واسطے سے جن سے تو نے اپنی ذات پاک کو موسوم کیا ہے، یا جو تیری کتابوں میں بتائے گئے ہیں
 یا جو صورت تیرے ہی علم میں ہیں اور جنہیں تیرے سوا کوئی نہیں جانتا، تجھ سے استدعا کرتا ہوں کہ
 اپنے قرآن پاک کو میرے دل کی بہار بنادے اور میری فکریں اور پریشانیاں اس کی برکت سے دُور
 فرمادے۔ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جب بندہ اس طرح دُعا کرے گا
 تو اس کی فکریں اور پریشانیاں ضرور بالضرور دُور فرمادی جائیں گی۔

مصائب اور مشکلات کے وقت کی دعائیں :-

اس دنیا میں انسانوں کو بعض اوقات بڑے مصائب اور مشکلات سے سابقہ پڑتا ہے اس میں خیر کا خاص پہلو یہ ہے کہ ان ابتلاؤں اور مجاہدات کے ذریعہ اہل ایمان کی تربیت ہوتی ہے اور یہ ان کے لئے انابت الی اللہ اور تعلق باللہ میں ترقی کا وسیلہ بنتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مواقع کے لئے جو دعائیں تعلیم فرمائی ہیں وہ مصائب و مشکلات سے نجات کا وسیلہ بھی ہیں اور قرب خداوندی کا ذریعہ بھی۔ ان میں سے چند دعائیں ذیل میں پڑھئے :-

(۱۷۹) عَنْ سَعْدِ بْنِ ابْنِ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةُ ذِي الشُّونِ الَّذِي دَعَا بِهَا وَهُوَ فِي بَطْنِ النُّحُوتِ "لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ" لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا اسْتَجَابَ اللَّهُ لَهُ۔

رواہ احمد، الترمذی والنسائی

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذوالنون (اللہ کے پیغمبر یونس علیہ السلام) جب سمندر کی ایک چھلی کا نفعہ بن کر کھنس پھنس میں پھونچ گئے تھے تو اس وقت اللہ کے حضور میں ان کی دعا اور پکار یہ تھی: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔ (میرے مولا تیرے ہوا کوئی معبود نہیں جس سے رحم و کرم کی درخواست اور مدد کی التجا کروں) تو پاک اور مقدس ہے [تیری طرف سے کوئی ظلم و زیادتی نہیں] میں ہی ظالم اور پاپی ہوں۔ جو مسلمان بندہ اپنے کسی معاملہ اور مشکل میں ان کلمات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو قبول ہی فرمائے گا۔ (مسند احمد، جامع ترمذی، سنن نسائی)

(تشریح) حضرت یونس علیہ السلام کی یہ دعا قرآن مجید (سورہ انبیاء) میں انہی الفاظ میں

مذکور ہوئی ہے۔ بظاہر تو اس میں صرف اللہ کی توحید و تسبیح اور اپنے قصور وار، خطا کار ہونے کا اعتراف ہے، لیکن فی الحقیقت یہ اللہ کے حضور میں اظہارِ ندامت اور استغفار و انابت کا بہترین انداز ہے، اور اس میں اللہ کی رحمت کو پہنچ لینے کی خاص تاثیر ہے۔

(۱۸۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَقَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ الْعَظِيمِ فَقُولُوا «حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ»
رواہ ابن مردویہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی بھاری اور بہت مشکل معاملہ پیش آجائے تو کہو: «حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ» (ہم کو اللہ کافی ہے، اور وہی سب کام سپرد کرنے کیلئے اچھا ہے)۔

(ابن مردویہ)

(تشریح) یہ بھی قرآن مجید کا خاص کلمہ ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اُن کی قوم کے بت پرستوں نے آگ کے ڈھیر میں ڈالنا تو ان کی زبان مبارک پر یہی کلمہ تھا: «حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ»
صائب و مشکلات کے موقع پر ہر بندہ مومن کا یہی نعرہ ہونا چاہئے!۔

(۱۸۱) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ «اللَّهُمَّ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ كُفِّنِي كُلَّ مِحْرَةٍ مِنْ حَيْثُ شِئْتَ مِنْ أَيْنِ شِئْتَ»
إِلَّا أَذْهَبَ اللَّهُ تَعَالَى هَمَّهُ
رواہ ابوالخلی فی مکام الاخلاق

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو بندہ (کسی سخت مشکل اور پریشانی میں مبتلا ہو اور) اللہ کے حضور میں عرض کرے: «اللَّهُمَّ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ»

اَكْفِنِي كُلَّ مَهْمٍ مِنْ حَيْثُ شِئْتُ مِنْ اَيْنَ شِئْتُ (اے میرے اللہ! ساتوں آسمانوں اور پرتش عظیم کے مالک! میری ہمت و مشکلات حل کرنے کے لئے تو کافی ہو جا اور حل کر دے جس طرح تو چاہے اور جہاں سے تو چاہے) تو اللہ اس کی مشکل کو حل کر کے پریشانی سے اس کو نجات عطا فرما دے گا۔ (مکالم الاخلاق للفرغانی)

(۱۸۲) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ إِذَا حَزَبَكَ أَمْرٌ فَقُلْ "اَللّٰهُمَّ اَخْرِسْنِيْ بِعَيْنَيْكَ الَّتِي لَا تَنَامُ وَ اَكْثِفْنِيْ بِكَتِفِكَ الَّذِي لَا يَزَامُ وَ اغْفِرْ لِيْ بِقُدْرَتِكَ عَلَيَّ فَلَا اَهْلِيَّ وَ اَنْتَ رَجَائِيْ رَبِّ كُمْ مِنْ نِعْمَةٍ اَنْعَمْتَهَا عَلَيَّ قُلْ لَكَ عِنْدَ هَا شُكْرِيْ وَ كُمْ مِنْ بَلِيَّةٍ اَبْتَلَيْتَنِيْ بِهَا قُلْ لَكَ عِنْدَ هَا صَبْرِيْ قِيَامَنْ قُلْ عِنْدَ نِعْمَتِهِ شُكْرِيْ فَكَمْ يَحْدِثُنِيْ وَ يَا مَنْ قُلْ عِنْدَ بَلِيَّتِهِ صَبْرِيْ فَكَمْ يَحْدِثُنِيْ وَ يَا مَنْ رَانِيْ عَلَيَّ الْخَطَايَا فَكَمْ يَقْضِيْنِيْ يَا ذَا الْمَعْرِوْفِ الَّذِي لَا يَنْقُضِيْ اَبَدًا وَ يَا ذَا النِّعَمَاءِ الَّتِي لَا تُخْصِيْ اَبَدًا اَسْأَلُكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَ عَلَيَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَ بِكَ اَذَرْتُ فِيْ نَحْوِيْ بِالْاَعْدَاءِ وَ الْمُجْبَارِيْنَ -

رواہ الدہلی فی مسند الفردوس

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا اے علی! جب تمہیں کسی بڑی پریشانی اور مصیبت کا سامنا ہو تو اللہ سے اس طرح دعا کرو: اَللّٰهُمَّ اَخْرِسْنِيْ بِعَيْنَيْكَ الَّتِي لَا تَنَامُ۔ تا۔
فِيْ نَحْوِيْ بِالْاَعْدَاءِ وَ الْمُجْبَارِيْنَ (اے اللہ! اپنی اُس آنکھ سے میری نگہبانی فرما جو کبھی
نیند اور اونکھ سے آشیا نہیں ہوتی، اور مجھے اپنی اُس حفاظت میں لے لے جس کے قریب جانے کا

بھی کوئی ارادہ نہیں کر سکتا، اور مجھ مسکین و گناہگار بندے پر تجھے جو قدرت اور دسترس حاصل ہے اس کے صدقہ میں تو میرے گناہ معاف فرما دے کہ میں ہلاکت و بربادی سے بچ جاؤں۔ تو ہی میری امیدوں کا مرکز ہے۔ اے میرے مالک و پروردگار! تو نے مجھے کتنی ہی ایسی نعمتوں سے نوازا جن کا شکر مجھ سے بہت ہی کم ادا ہو سکا، اور کتنی ہی آزمائشوں میں مبتلا کیا گیا اور ان آزمائشوں کے وقت مجھ سے صبر میں بڑی کمی اور کوتاہی ہوئی پس اے میرے دوہ کریم رب جس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں میں نے کوتاہی کی تو اس نے مجھے نعمتوں سے غروم کرنے کا فیصلہ نہیں کیا بلکہ میری اس کوتاہی کے باوجود اپنی نعمتیں مجھ پر بڑھاتا رہا (اور آزمائشوں میں صبر سے میرے قاصر رہنے کے باوجود اس نے مجھے اپنی مٹکاؤں و کرم سے نلین لگا دیا) بلکہ میری بے صبری کے باوجود مجھ پر کرم فرماتا رہا (اور اے میرے دوہ کریم رب جس نے مجھے بھیجیں کرتے ہوئے خود دیکھا مگر اپنی مخلوق کے سامنے مجھے رسوا نہیں کیا) بلکہ مجھ گنہگار کی پردہ داری فرمائی اے ہمیشہ ادا و تابا ابداحسان و کرم فرمانے والے اور بے شمار بے حساب نعمتوں سے فائدہ دالے پروردگار! میں تجھ سے استعا کرتا ہوں کہ اپنے بندے اور پیغمبر حضرت محمد پر اور ان کے خاص متعلقین پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ خداوند! میں تیرے ہی زور پر اور تیرے ہی بھروسے پر

مقابلہ میں آتا ہوں دشمنوں اور جباروں کے۔ (مسند فردوس و ملی)

(تشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمائی ہوئی اس دھلکے ایک ایک کلمہ پر غور کیا جائے، اس کا ہر جملہ عبدیت کی روح سے بھر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حقائق کا فہم ادا ان کی قدر اور نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

حاکم وقت کے ظلم سے حفاظت کی دعا۔

بسا اوقات انسان خاص کر حق پرست انسان کو ایسے مواقع پیش آتے ہیں کہ وہ دھکے ارباب اقتدار کے غصہ اور ناراضی کا نشانہ بن جاتا ہے، اور ان کے ظلم و تعدوان کا خطرہ فطری طور پر

اس کے لئے فکر و پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے مستقل طور سے دُعا تعلیم فرمائی۔

(۱۸۳) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَوَّفَ أَحَدُكُمْ السُّلْطَانُ فَلْيَقُلْ "اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ كُنْ لِي جَارًا مِنْ شَرِّ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ وَ شَرِّ نَائِحٍ وَالْإِنْسِ وَ أَتْبَاعِهِمْ مَا أَنْ يَقْرَظَ عَلَيَّ أَحَدٌ مِنْهُمْ أَوْ أَنْ يَطْعَنِي عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ" رواه الطبرانی في الكبير

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو حاکم وقت کے ظلم و عدوان کا خطرہ ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اللہ سے یوں دُعا کرے: "اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ — تا — لَا إِلَهَ غَيْرُكَ" (اے اللہ! ہفت افلاک اور عرشِ عظیم کے مالک! فلاں بن فلاں (حاکم) کے شر سے اور سارے شریر انسانوں اور جنوں اور ان کے چیلوں کے شر سے میری مخالفت فرما، اور مجھے اپنی پناہ میں لے، کہ ان میں سے کوئی مجھ پر ظلم و زیادتی نہ کر سکے۔ جو تیری پناہ میں ہے وہ باعزت ہے، تیری ثناء و صفت با عظمت ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، صریح تو ہی معبود برحق ہے) (مجم کبیر طبرانی)

قرض اور تنگ حالی سے نجات کی دُعا:

(۱۸۴) عَنْ ابْنِ سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ الْمَسْجِدَ فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ

مِنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ اَبُو اَمَامَةٍ فَقَالَ يَا اَبَا اَمَامَةٍ مَا لِي
 اَرَاكَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ فِي غَيْرِ وَقْتِ الصَّلَاةِ قَالَ هُمْؤُمُ
 لِرَمْتِنِي وَدِيُونُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَفَلَا اُعَلِّمُكَ كَلَامًا اِذَا
 قُلْتَهُ اَذْهَبَ اللّٰهُ هَمَّكَ وَقَضَىٰ عَنْكَ دِيْنَكَ قَالَ قُلْتُ
 بَلَىٰ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ قُلْ اِذَا اَصْبَحْتَ وَاِذَا اَمْسَيْتَ
 ”اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَرَمِ وَالْخُرْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ
 مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ
 وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ“ قَالَ
 فَفَعَلْتُ ذَا لِكَ فَاذْهَبَ اللّٰهُ هَمَّيْ وَقَضَىٰ دِيْنِيْ ۔

رواہ ابو داؤد

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو ایک انصاری کو (جن کا نام ابو امامہ تھا) آپ نے مسجد میں بیٹھ دیکھا، آپ نے اُن سے فرمایا: کیا بات ہے کہ تم اس وقت جبکہ کسی نماز کا وقت نہیں ہے مسجد میں بیٹھ ہو؟ انھوں نے عرض کیا: حضرت! مجھ پر بہت سے قرضوں کا بوجھ ہے اور فکروں نے مجھے گھیر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں ایسا دعائیہ کلمہ بتا دوں جس کے ذریعہ دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں ساری فکر و دُشمنی سے نجات دے دے اور تمہارے قرضے بھی ادا کر دے؟ (ابو امامہ نے بیان کیا کہ) میں نے عرض کیا: حضرت! ضرور بتادیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ: تم صبح و شام اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا کرو: ”اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَرَمِ وَالْخُرْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ“ (اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور نیکے پن اور ٹھول پن سے، اور سستی و کاہلی سے، اور بزدلی و کُنوسی سے، اور پناہ مانگتا ہوں قرضے کے بار کے غالب آجانے سے اور لوگوں کے

دباؤ سے)۔ ابوامامہ نے بیان کیا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت پر عمل کیا (اور اس دُعا کو اپنا صبح و شام کا معمول بنالیا) تو خدا کے فضل سے میری ساری فکریں ختم ہو گئیں، اور میرا قرض بھی مٹا دیا گیا۔ (سنن ابی داؤد)

(تشریح) یہ صاحب واقعہ ابوامامہ، مشہور صحابی ابوامامہ بابلیؓ کے علاوہ دوسرے صحابی ہیں۔

(۱۸۵) عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ جَاءَهُ مُكَاتِبٌ فَقَالَ إِنِّي جَعَلْتُ عَنْ كِتَابَتِي فَأَعِيتَنِي قَالَ أَلَا أَعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيَهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلٍ كَيْسِرٍ دَيْنًا أَدَاكَ اللَّهُ عَنْكَ قُلْ «اللَّهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَنْ سُؤَالِكَ»
رواہ الترمذی والبیہقی فی الدعوات الکبیر

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مُکاتِب ان کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ: میں نے کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو رہا ہوں آپ اس میں میری مدد کر دیجئے؟ آپ نے فرمایا: میں تم کو وہ دُعائیں کلمات نہ بتا دوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائے تھے، اگر تم پر کسی بڑے پہاڑ کے برابر بھی قرضہ ہو گا تو اس دُعا کی برکت سے اور اللہ کے حکم سے وہ ادا ہو جائے گا (وہ مختصر دُعایہ ہے):
«اللَّهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَنْ سُؤَالِكَ» (اے میرے اللہ! مجھے حلال طریقے سے تنہی روزی نے جو میرے لئے کافی ہو اور حرام کی ضرورت نہ ہو، اور اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنے ماسوا سے بے نیاز کرنے)۔ (جامع ترمذی، دعوات کبیر للبیہقی)

(تشریح) ”مُکاتِب“ اس غلام کو کہا جاتا ہے جس کے آقا نے اُس کے بارے میں طے کر دیا ہو کہ

تم اتنی رقم ادا کرو تو آزاد ہو، ایسا غلام جب وہ معینہ رقم ادا کر دے گا تو آزاد ہو جائے گا۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اسی طرح کا کوئی بیچارہ مُکاتِب آیا تھا جو زرِ کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو رہا تھا، آپ اُس وقت رقم سے تو اس کی کوئی مدد نہیں کر سکے لیکن اسی مقصد کے لئے ایک خاص دُعا آپ نے اُس کو تعلیم فرمادی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تعلیم فرمائی تھی۔ معلوم ہوا کہ ضرورت مند سائل کی اگر روپیہ پیسہ سے کسی وقت مدد نہ کی جاسکے تو اس کو اس طرح کی دُعا ہی کی طرف رہنمائی کر دی جائے، یہ بھی اعانت اور مدد کی ایک صورت ہے۔

خوشی اور غم کے وقت کی دُعا:

(۱۸۶) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا رَأَى مَا يَسُرُّهُ قَالَ "الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ
تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ" وَإِذَا رَأَى شَيْئًا مَقَايِكْرُهُ قَالَ "الْحَمْدُ
لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ" رواه ابن النجار

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی ایسی بات دیکھتے جس سے آپ کو مسرت اور خوشی ہوتی تو کہتے: "الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ" (حمد و ستائش اُس اللہ کے لئے جس کے فضل و احسان سے اچھائیاں تکمیل پاتی ہیں)۔ اور جب کوئی ایسی بات دیکھتے جو آپ کو ناپسند اور ناگوار ہوتی تو کہتے: "الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ" (ہر حال میں اللہ کی حمد اور اس کا شکر) (ابن النجار)

(تشریح) اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے چاہے اُس میں ہمارے لئے مسرت اور خوشی کا سامان یا رنج و غم کا وہ سب بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے حکم سے ہوتا ہے، اور وہ حکم مطلق ہے

اس کا کوئی فیصلہ حکمت سے خالی نہیں، اس لئے وہ ہر حال میں حمد و ستائش کا مستحق ہے۔

غصہ کے وقت کی دُعا: —————

(۱۸۷) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ اسْتَبَدَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى عُرِفَ الْغَضَبُ فِي وَجْهِ أَحَدٍ هِمَّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا أَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَ لَذَهَبَ غَضَبُهُ «أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ»

رداء الترمذی

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو آدمیوں کے درمیان کچھ سخت کلامی ہو گئی، یہاں تک کہ ان میں سے ایک کے چہرے پر غصہ کے آثار محسوس ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جانتا ہوں ایک دُعا یہ کلمہ، اگر یہ آدمی اس وقت وہ کہہ لے تو اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے گا، وہ کلمہ ہے ————— «أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ»

(جامع ترمذی)

(تشریح) بلاشبہ اگر آدمی شعور اور دُعا کی کیفیت کے ساتھ سخت غصہ کی حالت میں بھی یہ کلمہ کہے اور اللہ سے پناہ طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے غصہ کی آگ کو ٹھنڈا کر دے گا، اور وہ غصہ کے نتائج بد سے محفوظ رہے گا۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے، —————

وَإِنَّمَا يَنْزَغُكَ الشَّيْطَانُ خَسِرَكَ
مِنَ الشَّيْطَانِ خَسِرَكَ
فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ
هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

اور اگر (کسی وقت) شیطان کی طرف سے
وہوسہ انداز میں ہو (اور اس سے تمھارے
اند غصہ کی آگ بھڑک اٹھے) تو اللہ کی
پناہ مانگو۔ وہ سب کچھ سُننے والا اور

_____ (حَمْدُ السَّجْدَةِ) _____ جاننے والا ہے (وہ تمہیں پناہ دے گا)۔

لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ غصہ کی بھرائی کیفیت میں جب آدمی سنجیدگی اور توازن اور اچھائی بُرائی کا احساس کھو بیٹھتا ہے تو بہت ہی کم ایسا ہوتا ہے کہ یہ باتیں اُسے یاد آئیں۔ ایسے وقت میں خیر خواہوں کو چاہئے کہ وہ حکمت سے اس کو اس طرف متوجہ کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ زمریں ہدایت یاد دلائیں۔

عیادت کے وقت کی دعائیں: _____

بیماروں کی عیادت اور خدمت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچے درجہ کی نیکی اور ایک طرح کی مقبول ترین عبادت قرار دیا ہے اور اس کی بڑی ترغیب دی ہے، نیز اپنے عمل اور ارشادات سے اس کی تعلیم دی ہے کہ جب کسی مریض کی عیادت کی جائے تو اُس کے لئے دُعاے صحت بھی کی جائے۔ ظاہر ہے کہ اس سے اس کو تسلی بھی ہوگی۔ اسی سلسلہ معارف الحدیث کی تیسری جلد میں ”کتاب الجنائز“ کے ذیل میں اس سلسلہ کی متعدد حدیثیں درج کی جا چکی ہیں یہاں کتاب الدعوات میں بھی بعض حدیثوں کے اضافہ کے ساتھ ان کو درج کیا جا رہا ہے۔

(۱۸۸) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُنَّ إِنْسَانٌ مَسَحَهُ بِمِصْنَبِهِ ثُمَّ قَالَ ”أَذْهَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا بِشِفَائِكَ لَا يَعْزُدُ سُقْمًا“ _____ رواه البخاری و مسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم میں سے کوئی آدمی بیمار ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دامن ہاتھ اُس کے جسم پر پھیرتے اور یہ دُعا پڑھتے۔ اَذْهَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ الخ، اے سب آدمیوں کے پروردگار!

اس بندے کی تکلیف دوز فرمادے اور شفا عطا فرمادے، تو ہی شفا دینے والا ہے، پس تیری ہی شفا شفا ہے، ایسی کامل شفا عطا فرما جو بیماری کا اثر بالکل نہ چھوڑے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(۱۸۹) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَبُرْتُكَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اسْتَغْفِرُكَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ "بِسْمِ اللَّهِ أَزِيدُكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ وَحَاسِدٍ، اللَّهُ يُشْفِيكَ بِسْمِ اللَّهِ أَزِيدُكَ"

رواہ مسلم

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ کچھ بیمار ہوئے تو) جبرئیل لائے اور کہا: "اے محمد! تم کو تکلیف ہو گئی ہے؟" آپ نے فرمایا:۔۔ ہاں!۔۔ تو جبرئیل امین نے یہ دعا پڑھ کے بھاڑا:۔۔ بِسْمِ اللَّهِ أَزِيدُكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ وَحَاسِدٍ، اللَّهُ يُشْفِيكَ بِسْمِ اللَّهِ أَزِيدُكَ" (میں اللہ کے نام سے تمہیں بھاڑتا اور دُم کرتا ہوں، ہر اس چیز سے جو تمہیں ایذا پہنچائے، اور ہر نفس اور حاسد کے شر سے، اللہ تم کو شفا دے، میں اللہ کے نام سے تمہیں بھاڑتا پھونکتا ہوں)۔۔۔ (صحیح مسلم)

(۱۹۰) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَغْفَرَكَ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمَعْوَذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهِ فَلَمَّا اسْتَغْفَرَكَ وَجَعَهُ الَّذِي تُوَفِّي فِيهِ كُنْتُ أَنْفُتُ عَلَيْهِ بِالْمَعْوَذَاتِ الَّتِي كَانَ يَنْفُتُ وَأَمْسَحُ بِبَيْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

رواہ البخاری و مسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خود بیمار ہوتے تو مُعوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے اور خود اپنا دست مبارک اپنے جسم پر پھیرتے پھر جب آپ کو وہ بیماری لاحق ہوئی جس میں آپ نے وفات پائی، تو میں وہی مُعوذات پڑھ کر آپ پر دم کرتی جن کو پڑھ کر آپ دم کیا کرتے تھے، اور آپ کا دست مبارک آپ کے جسم پر پھیرتی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) اس حدیث میں ”مُعوذات“ سے مراد بظاہر سورہ ”قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْاَشْيَاءِ“ اور ”قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ“ ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ دعائیں مراد ہوں جن میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی جاتی ہو، اور جو آپ بیماروں پر پڑھ کر اکثر دم کیا کرتے تھے۔ اس طرح کی بعض دعائیں اوپر بھی بعض حدیثوں میں آچکی ہیں۔

چھینک آنے کے وقت کی دعا:

آدمی کو چھینک سہانے کی بظاہر کوئی اہمیت نہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع کے لئے بھی دعا تلقین فرمائی، اور اس کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بڑھانے کا ذریعہ بنا دیا۔

(۱۹۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ وَلْيَقُلْ لَهُ اَخُوهُ اَوْ صَاحِبُهُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ، فَإِذَا قَالَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ فَلْيَقُلْ يَهْدِيكُمْ اللَّهُ وَيُصْلِحْ بَالَكُمْ۔

رواہ البخاری

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اس کو چاہئے کہ کہے، ”اَلْحَمْدُ لِلَّهِ“ (اللہ کی حمد و

اس کا شکر) اور جو بھائی اس کے پاس ہوں انھیں جواب میں کہنا چاہئے، ———
 ”يَرْحَمُكَ اللَّهُ“ (تم پر اللہ کی رحمت ہو) اور جب وہ یہ کہیں تو چھینکنے والے کو چاہئے
 کہ وہ جواب الجواب کے طور پر کہے: ”يَهْدِيْكُمْ اللَّهُ وَيُصْلِحْ بَالَكُمْ“ (اللہ
 تم کو صحیح راہ پر چلائے اور تمہارا حال درست فرمائے) ——— (صحیح بخاری)

(تشریح) چھینک اگر زکام وغیرہ کسی بیماری کی وجہ سے نہ ہو تو دماغ کی صفائی اور اس کے
 ہلکے ہونے کا ذریعہ ہے۔ جو مادہ چھینک کے ذریعہ خارج ہوتا ہے اگر وہ خارج نہ ہو تو طرح طرح کی
 دماغی بیماریاں پیدا ہو سکتی ہیں، اس لئے بندے کو چاہئے کہ چھینک آنے پر اللہ کی حمد اور اس کا شکر
 ادا کرے، اور کم از کم اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے۔ بعض روایات میں اس موقع کے لئے ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی
 كُلِّ حَالٍ“ اور بعض دوسری روایات میں ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ“ بھی وارد ہوا ہے۔
 اس لئے ان میں سے ہر کلمہ کہا جاسکتا ہے۔

سننے والوں کو اس کے جواب میں ”يَرْحَمُكَ اللَّهُ“ کہنا چاہئے۔ یہ چھینکنے والے کے
 حق میں دُعا ہے خیر ہوگی، اس کا جواب چھینکنے والے کو بھی دعائے خیر سے دینا چاہئے۔ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ”يَهْدِيْكُمْ اللَّهُ وَيُصْلِحْ بَالَكُمْ“ تعلیم فرمایا۔
 قربان اس تعلیم کے، ایک چھینک کو خود چھینکنے والے کے لئے اور اس کے پاس والوں کے لئے
 بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کو تازہ کرنے کا اور بڑھانے کا ایسا ذریعہ بنایا۔

اگر کسی کو نزلہ اور زکام کی وجہ سے مسلسل چھینکیں آتی ہوں تو اس صورت میں نہ چھینکنے والا
 ہر دفعہ ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ“ کہنے کا مکلف ہے نہ سننے والے کو ہر دفعہ ”يَرْحَمُكَ اللَّهُ“ کہنے کا حکم ہے۔

(۱۹۲) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَطَسَ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ
 ثُمَّ عَطَسَ أُخْرَى فَقَالَ الرَّجُلُ مَرَّكُمْ ———

_____ رواہ مسلم دنی روایت للترمذی أَنَّهُ قَالَ لَهُ فِي الثَّلَاثَةِ مَرَّكُمْ

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھینک آئی تو آپ نے ”يُزَحِّمُكَ اللَّهُ“ فرمایا۔ وہ پھر پھینکا تو آپ نے فرمایا کہ:۔ اس آدمی کو زکام ہو (اس لئے ہر دفعہ يُزَحِّمُكَ اللَّهُ کہنا ضروری نہیں)۔ (صحیح مسلم)

(تشریح) ابوجامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ یہ بات حضورؐ نے اُس وقت فرمائی جب اُس آدمی کو تیسری دفعہ پھینک آئی۔

ایک دوسرے صحابی عبید بن ابی رفاعہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی مروی ہے:۔

شَبَّتِ الْعَاطِسُ ثَلَاثًا فَمَا زَادَ فَإِنْ شَبَّتْ فَشَبَّتْهُ وَإِنْ شَبَّتْ فَلَا۔
پھینکنے والے کو تین دفعہ تک تو يُزَحِّمُكَ اللَّهُ کہو، اس کے آگے کہو چاہے نہ کہو۔

رواہ ابو داؤد و الترمذی

(۱۹۳) عَنْ نَافِعٍ أَنَّ رَجُلًا عَطَسَ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَا أَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ وَلَيْسَ هَكَذَا، عَلِمْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ نَقُولَ الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر کے خادم نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک شخص بیٹھا تھا اُسے پھینک آئی تو اس نے کہا:۔ ”الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ“ تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:۔ ”میں بھی کہتا ہوں“ ”الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ“ یعنی یہ کلمہ فی نفسہ بڑا مبارک ہے، اس میں اللہ کی حمد ہو اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہے، لیکن اس موقع پر یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع کے لئے تعظیم دی ہے کہ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ كُلِّ حَالٍ کہیں۔

(جامع ترمذی)

(تشریح) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ایک بڑی اہم اور اصولی بات معلوم ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص مواقع کے لئے جواز کا تعلیم فرمائی ہے اُن میں صلوٰۃ و سلام کا اضافہ بھی ٹھیک نہیں ہے اگرچہ وہ فی نفسہ بہت مبارک ہے۔
اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری قدر شناسی و احسان مندی اور کامل اتباع نصیب فرمائے۔

باول گرجے اور بجلی چمکنے کے وقت کی دعا:

بلاشبہ باول کی گرج اور بجلی کی کڑک اور چمک اللہ تعالیٰ کے جلال کے مظہر ہیں، اور جب خدا پرست بندہ ان سے دوچار ہو تو پوری عاجزی کے ساتھ اس کو اللہ نعالے سے رحم و کرم اور عافیت کی دعا کرنی چاہئے۔ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپ کا اسوۂ حسنہ ہے۔

(۱۹۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَمِعَ صَوْتَ الرَّعْدِ وَالصَّوَاعِقِ قَالَ: اَللّٰهُمَّ لَا تُفْقِئْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بَعْدَ اِيَّاكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَٰلِكَ۔

رواہ احمد و الترمذی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بادلوں کی گرج اور بجلیوں کی کڑک سُننے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے: اَللّٰهُمَّ لَا تُفْقِئْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بَعْدَ اِيَّاكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَٰلِكَ۔

(اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے ختم نہ کر، اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر، اور ہمیں اس سے پہلے عافیت دے) ————— (مسند احمد، جامع ترمذی)

آندھی اور تیز و تند ہوا کے وقت کی دُعا:

تیز و تند ہوائیں اور آندھیاں کبھی عذاب بن کر آتی ہیں اور کبھی رحمت الہی (یعنی بارش) کا مقدمہ بن کر، اس لئے خدا شناس اور خدا پرست بندوں کو چاہئے کہ جب اس طرح کی ہوائیں چلیں، تو وہ جلالِ خداوندی کے خطرے کو محسوس کرتے ہوئے دُعا کریں کہ یہ ہوائیں شر اور ہلاکت کا ذریعہ نہ بنیں بلکہ رحمت کا وسیلہ بنیں۔ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔

(۱۹۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا هَبَّتْ رِيحٌ قَطَّ الْأَجْنَافُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَقَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا يَا اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا رِيحًا وَلَا تَجْعَلْهَا رِيحًا

رواہ الشافعی ولبیہقی فی الدعوات الکبیر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کبھی تیز ہوا چلتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زانوؤں کے بل اللہ تعالیٰ کے حضور میں جھک جاتے اور دُعا کرتے تھے کہ: ”اے اللہ! یہ ہوا اہل ایمان کے حق میں رحمت اور سامانِ حیات ہو، عذاب اور سامانِ ہلاکت نہ ہو۔ یہ وہ نہ ہو جس کو قرآن نے ”ریح“ کہا ہے، وہ ہو جس کو ”ریاح“ کہا ہے۔“

(مسند شافعی ولبیہقی فی الدعوات الکبیر)

(تشریح) قرآن مجید کی بعض آیات میں اُس ہوا کو جو کسی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے اللہ کی طرف سے بھیجی گئی ”ریح“ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا، اور بعض دوسری آیات میں اُن ہواؤں کے لئے جو رحمت بن کر آتی ہیں ”ریاح“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیز ہوا کے وقت یہ دُعا بھی فرماتے تھے کہ: ”اے اللہ! یہ ”ریح“، یعنی عذاب والی ہوا نہ ہو

بلکہ ”ریاح“ یعنی رحمت والی ہوا ہو۔

(۱۹۶) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَصَفَتِ الرِّيحُ قَالَ ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أُزِيلَتْ بِهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُزِيلَتْ بِهِ“ فَلَمَّا انْخَبَلَتِ السَّمَاءُ تَغْيَرُ لَوْنُهُ وَخَرَجَ وَدَخَلَ وَأَقْبَلَ وَأَذْبَرَ فَإِذَا امْطَرَتْ سُرِّي عَنْهُ فَعَرَفَتْ ذَلِكَ عَائِشَةُ فَمَسَّ لَهَا فَقَالَ لَعَلَّهُ يَا عَائِشَةُ كَمَا قَالَ قَوْمٌ عَادَ فَلَئِمَّ أَوْدَةٌ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُمِطِرُنَا۔

رواہ البخاری و مسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا جب تیز و تند ہوا چلتی اور آندھی کی کیفیت ہوتی تو اس طرح دعا کرتے۔۔۔
 ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ — تا — وَشَرِّ مَا أُزِيلَتْ بِهِ “
 (اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس ہوا کی خیر و برکت اور اس ہوا میں جو کچھ مضر ہے اور جس کے ساتھ وہ بھیجا جا رہا ہے اس کی خیر و برکت اور میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس ہوا کے شر سے اور جو کچھ اس میں مضر ہے اور جس کے ساتھ وہ بھیجا گئی ہے اس کے شر اور بُرے اثرات سے)۔ اور جب آسمان پر ابرو گھر کے آتا (جس میں غیمہ، شر اور رحمت و عذاب کے دونوں پہلو ہو سکتے ہیں) تو اللہ کے ترو جلال کے خوف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہو جاتا کہ آپ کا رنگ بدل جاتا، کبھی باہر جاتے کبھی اندر آتے، کبھی آگے بڑھتے کبھی پیچھے ہٹتے۔ پھر جب خیریت سے بارش ہو جاتی تو آپ کی یہ کیفیت ختم ہوتی۔۔۔
 ائمہ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کیفیت کو محسوس کیا تو آپ سے

پوچھا کہ :- آپ کا یہ حال کیوں ہو جاتا ہے ؟ - آپ نے فرمایا کہ :- آسمان پر ابرو دیکھ کے مجھے خطرہ ہوتا ہے کہ میں یہ اُس قسم کا ابرو نہ ہو جسے اپنی وادیوں کی طرف بڑھنا دیکھ کر قومِ عا نے کہا تھا کہ یہ بادل ہمارے علاقے پر برس کے ہماری کھیتوں کو شاداب کرے گا (حالانکہ وہ عذاب کا بادل تھا جو ان کی مکمل تباہی و بربادی کا سامان لے کر آیا تھا) -

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

بادل اور بارش کے وقت کی دُعا :-

(۱۹۷) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ابْتَصَرَ نَاشِئًا مِنَ السَّمَاءِ تَغْنِي السَّحَابَ تَرَكَ عَمَلَهُ وَاسْتَقْبَلَهُ وَقَالَ "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيهِ" فَإِنْ كَشَفَهُ حَمِدَ اللَّهَ وَإِنْ مَطَرَتْ قَالَ "اللَّهُمَّ سَقِيْنَا نَافِعًا" _____ رواه ابو داؤد والنسائي وابن ماجه والشافعي واللفظ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم لوگ آسمان پر بادل چڑھنا دیکھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال یہ ہو جاتا کہ جس کام میں پہنچ چکے ہوتے اُس کو چھوڑ کے بادل کی طرف رخ کر لیتے اور اللہ سے دُعا کرتے کہ : "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيهِ" (اے اللہ! اس بادل میں جو شر ہو اُس سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں) پھر اگر وہ بادل بھٹ کر آسمان صاف ہو جاتا تو آپ اللہ کی حمد اور اس کا شکر ادا کرتے، اور اگر وہ بادل برسے لگتا تو دُعا فرماتے کہ : "اللَّهُمَّ سَقِيْنَا نَافِعًا" (اے اللہ! اس بارش سے پوری سیرابی کر دے، اور اس کو نفع مند بنا)۔

(سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مسند شافعی)

(۱۹۸) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ قَالَ "اللَّهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا"

رواہ البخاری

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش ہوتی دیکھتے تو اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے: "اللَّهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا" (اے اللہ! بھر پور اور نفع مند بارش ہو) (صحیح بخاری)

(تشریح) بارش کا حال بھی یہی ہے کہ اس کے ذریعہ تباہیاں اور بربادیاں بھی آتی ہیں اور مخلوق کے لئے وہ سامانِ حیات بن کر بھی بستی ہے، اس لئے جب بارش ہو تو خدا پر ایمان رکھنے والے بندوں کو دعا کرنی چاہئے کہ بارش نفع مند اور رحمت بن کر برے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش کی ضرورت محسوس کر کے اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے جب بھی آپ کی دعا یہی ہوتی۔

بارش کے لئے دعا:

(۱۹۹) عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَاكِبُ فَقَالَ "اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيثًا مُرِيئًا مُرِيئًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍ عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ" قَالَ فَأُطِيعَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ.

رواہ ابو داؤد

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دفعہ ہاتھ اٹھائے بارش کے لئے اس طرح دعا کرتے ہوئے دیکھا، آپ بارگاہِ خداوندی میں عرض کر رہے تھے: "اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيثًا مُرِيئًا مُرِيئًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍ عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ" (اے اللہ! ہم پر ایسی بھر پور بارش نازل فرما جو زمین کیلئے نافع اور سازگار ہو، کھیتوں میں سرسبزی اور شادابی لائے، اس سے نفع ہی نفع ہو نقصان بالکل

نہ ہو۔ اے اللہ! جلدی نازل فرما دیر نہ ہو) ————— حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ آپ کے دُعا کرتے کرتے آسمان پر گھٹا چھا گئی اور بھرپور بارش ہوئی۔ ————— (سنن ابی داؤد)

(۲۰۰) عَنْ عَبْدِ رُوَيْبِ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَسْقَىٰ قَالَ "اللَّهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبِهِيْمَتَكَ وَأَنْشُرْ رَحْمَتَكَ وَأَخْيِ بَلَدَكَ الْيَمِيَّتَ" ————— رواه مالك وابوداؤد

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش کے لئے دُعا فرماتے تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح عرض کرتے: —

"اللَّهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبِهِيْمَتَكَ وَأَنْشُرْ رَحْمَتَكَ وَأَخْيِ بَلَدَكَ الْيَمِيَّتَ" (اے اللہ! اپنے بندوں اور اپنے پیدا کئے ہوئے بے زبان چوپایوں اور جانوروں کو سیراب فرما، اپنی رحمت بھیج اور تیری جو بہتیاں بارش نہ ہونے کی وجہ سے مُردہ ہو گئی ہیں بارش نازل فرما کر ان میں جان ڈال دے) ————— (موطا امام مالک، سنن ابی داؤد)

(تشریح) غور کیا جائے اس دُعا میں کیسی اپیل ہے، اور رحمت الہی کو متوجہ کرنے کی کتنی طاقت ہے۔

مہینہ کانیا چاند دیکھنے کے وقت کی دُعا: —————

(۲۰۱) عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْهَلَالَ قَالَ "اللَّهُمَّ أَهْلَهُ عَلَيْنَا يَا لَأَمِنٍ وَالْإِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ رَبِّي وَرَبُّكَ اللَّهُ" ————— رواه الترمذی

حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مہینہ

چاند دیکھتے تو اس طرح دعا کرتے: ”اَللّٰهُمَّ اِهْلِكْ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ
وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ“ (اے اللہ
یہ چاند ہمارے لئے امن و ایمان اور سلامتی و اسلام کا چاند ہو۔ اے چاند تیرا رب اور میرا
رب اللہ ہے) ————— (جامع ترمذی)

(تشریح) ہر مہینہ زندگی کا ایک مرحلہ ہے۔ جب ایک مہینہ ختم ہو کے دوسرے مہینے کا چاند
آسمان پر نمودار ہوتا ہے تو گویا اعلان ہو جاتا ہے کہ ہر آدمی کی زندگی کا ایک مرحلہ پورا ہو کے آگے کا
مرحلہ شروع ہو رہا ہے، ایسے موقع کے لئے مناسب ترین دعا یہی ہو سکتی ہے کہ: ”اے اللہ!
یہ شروع ہونے والا مرحلہ یعنی مہینہ بھی امن و امان اور ایمان و اسلام کے ساتھ گزرے اور میری
فرمانبرداری نصیب رہے۔“ ————— چونکہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو چاند کو ایک رب و
دیوتا مانتے ہیں، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مندرجہ بالا دعا کے ساتھ یہ بھی اعلان
فرماتے تھے کہ چاند اللہ کی صرف ایک مخلوق ہے، اور جس طرح ہمارا رب اللہ ہے اسی طرح اس کا
رب بھی اللہ ہے۔

(۲۰۲) عَنْ قَتَادَةَ بَلَّغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا رَأَى الْهَلَالَ قَالَ ”هَلَالٌ خَيْرٌ وَرُشْدٌ“ هَلَالٌ
خَيْرٌ وَرُشْدٌ هَلَالٌ خَيْرٌ وَرُشْدٌ ”أَمَنْتُ بِالَّذِي خَلَقَكَ“
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَقُولُ ”أُحَمِّدُ اللَّهَ الَّذِي ذَهَبَ بِشَهْرِ
كَذَا أَوْ جَاءَ بِشَهْرِ كَذَا“ ————— رواه ابو داؤد

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب
مہینہ کا نیا چاند دیکھتے تو تین دفعہ کہتے: ”هَلَالٌ خَيْرٌ وَرُشْدٌ“ (خیر و برکت اور
رشد و ہدایت کا چاند ہے)۔ پھر تین ہی دفعہ کہتے: ”أَمَنْتُ بِالَّذِي خَلَقَكَ“
(میرا ایمان ہے اُس اللہ پر جس نے تجھے پیدا کیا)۔ اس کے بعد فرماتے حمد و شکر اُس اللہ کی

جس کے حکم سے فلاں مہینہ ختم ہوا اور فلاں مہینہ شروع ہوا۔ (سنن ابی داؤد)

(تشریح) رویت ہلال کے وقت کی یہ دوسری دُعا ہے سمجھنا چاہئے کہ آپ نیا چاند دیکھ کے کبھی مندرجہ بالا حدیث والی دُعا کرتے تھے اور کبھی یہ دوسری دُعا۔

تین دفعہ ”هَلَاكُ خَيْرٌ وَرُشْدٌ“ کہنے کا غشاء غالباً یہ تھا کہ بہت سے طبقے بعض جہینوں کو منحوس اور نامبارک سمجھتے ہیں، اس کلمہ سے اس توہم پرستی کی تردید کہہ کے یہ بتانا مقصود ہوتا تھا کہ ہر مہینہ خیر و برکت اور رشد و ہدایت کا مہینہ ہے۔

”اَمَنْتُ بِالْاِزْنِ خَلَقَكَ“ تین دفعہ کہہ کے آپ اُن گمراہوں کے مشرکانہ عقیدہ پر ضرب لگاتے تھے جو چاند کو رب اور دیوتا مانتے ہیں۔

قتادہ، جو اس حدیث کے راوی ہیں یہ غالباً قتاوہ بن دعامہ سدوسی تابعی ہیں انھوں نے یہ حدیث کسی صحابی سے سنی ہوگی، بعض تابعین اور اسی طرح بعض تابعین بھی کبھی درمیانی راوی کا ذکر کئے بغیر اس طرح روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں ایسی حدیثوں کو ”بلاغات“ کہا جاتا ہے۔ امام مالکؒ کی موطائیں انکی ابھی خاصی تھرا رہے۔

لیلة القدر کی دُعا:

قبولیت دُعا کے لحاظ سے شب قدر کو جو امتیاز حاصل ہے اُس کے بارے میں حدیثیں ”معارف الحدیث جلد چہارم“ کتاب الصوم میں درج ہو چکی ہیں۔ اس رات کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمائی ہوئی ایک مختصر ترین دُعا یہاں بھی درج کی جا رہی ہے۔

(۲۰۳) عَنْ عَائِشَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اِنْ وَافَقَتْ لَيْلَةُ

الْقَدْرِ يَمَّا اَذْعُوْهُ، قَالَ قُولِي ”اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ مُّجِيبٌ

الْعُفُوفا عَفُو عَنِّي“ رواہ الترمذی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے عرض کیا:۔ حضرت! اگر میں شب قدر کو پالوں تو کیا دعا کروں؟۔ آپ نے فرمایا:۔
 اللہ کے حضور میں یوں عرض کرو:۔ ”اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ غَفُوْرٌ تُجِيبُ الدُّعَا وَتَقْضِيْهَا“
 عَنِّي“ (اے اللہ! تو حضور والوں کو بہت معاف فرمائے و ملا ہے، اور معاف کر دینا تجھے
 پسند ہے، پس تو مجھے معاف فرما دے)۔ (جامع ترمذی)

عرفات کی دعا:

۹ ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں جب اللہ کے خصوصی مہمان، تہاجج بارگاہ خداوندی میں
 حاضر ہوتے ہیں تو جیسا کہ کتاب الحج میں درج ہونے والی حدیثوں سے معلوم ہو چکا ہے اُس دن
 وہاں رحمت خداوندی کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے، وہ قبولیت دعا کا خاص انخاص موقع ہے۔
 اس موقع کی جو دعائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں وہ ذیل میں پڑھئے:۔

(۲۰۴) عَنْ عَبْدِ بْنِ شَكِيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ بَدِيٍّ قَالَ قَالَ
 رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الدُّعَاءِ يَوْمَ
 عَرَفَةَ وَاَفْضَلُ مَا قُلْتُ اَنَا وَالتَّائِيُوْنَ قَبْلِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
 هُوَ الْحَدُّ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ
 شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ رواہ الترمذی

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا:۔ عرفہ کے دن کی بہترین دعا اور بہترین کلمہ جو میری زبان سے اور مجھ سے پہلے
 نبیوں کی زبان سے ادا ہوا یہ کلمہ ہے:۔ ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
 لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ“ (اللہ کے ہوا کوئی
 معبود نہیں، وہی ایک معبود ہے، کوئی اس کا ساجھی اور شریک نہیں، اسی کی فرمانروائی ہے،
 ہر نئی کئی کے لئے حمد و ستائش سزاواں ہے اور ہر چیز اس کے زیرِ قوت ہے)۔ (جامع ترمذی)

(تشریح) اس کلمہ میں اگرچہ بظاہر دعا اور سوال نہیں ہے لیکن یہ کہنا کہ ”بس وہی رب اور معبود ہے اور ہر چیز پر اس کو قدرت ہے اور اس کی مدد صرف اُسی کی فرمانروائی ہے“ یہ بھی دعا ہی کی ایک صورت ہے اور بڑی بلند صورت ہے اور بلاشبہ بعض حیثیتوں سے اور بعض پہلوؤں سے ہی افضل ترین کلمہ ہے۔ کلماتِ ذکر کے سلسلہ میں جہاں اس کلمہ سے متعلق حدیث درج کی گئی ہے وہاں اس کی کچھ وضاحت بھی کی جا چکی ہے۔

(۲۰۵) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ أَكْثَرُ مَا دَعَا بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي الْمَوْقِفِ ”اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِي تَقُولُ وَخَيْرٌ أَمَّا نَقُولُ اللَّهُمَّ لَكَ صَلَواتِي وَنُسُكِي وَتُحَيَّاي وَمَمَاتِي وَإِلَيْكَ مَا بَيَّ وَلَكَ رَبِّ تُرَاتِي اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَسُوسَةِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْأُمْرِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَحْيِي بِيهِ الدِّنْجُ“ ————— رواہ الترمذی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرفہ کے دن وقوف کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ یہ دعا کی: — ”اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ — تا — مِنْ شَرِّ مَا تَحْيِي بِيهِ الدِّنْجُ“ (اے اللہ! تیرے ہی لئے ساری حمد و ستائش سزاوار ہے، اُس طرح جس طرح تو فرماتا ہے، اُس سے بہتر مجھ ہم تیری حمد و ثنا میں کہتے ہیں اے اللہ! میری نماز اور میرا حج اور میری ساری عبادت اور میرا جینا مرنا سب تیرے ہی لئے ہے، اور مجھے زندہ کی نعمت کو کہ تیرے ہی حضور میں واپس جانا ہے، اور جو کچھ میں چھوڑ کے جاؤں تو ہی اس کا وارث ہے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں عذابِ قبر سے اور اُن کی دوسووں سے اور پرگندہ حالی سے۔ اور پناہ مانگتا ہوں جو اُن کے شر اور اُن کے بُرے اثرات اور حواقب سے) ————— (جامع ترمذی)

(۲۰۶) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ دُعَاءُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ «اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِي وَتَرَى مَكَانِي وَتَعْلَمُ سِرِّي وَعَلَانِيَتِي لَا يَخْفَى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْ أَمْرِي وَأَنَا الْبَائِسُ الْفَقِيرُ الْمُسْتَغِيثُ الْمُسْتَجِيرُ الْوَجِلُ الْمُسْفِقُ الْمُقَرَّبُ الْمُغْتَرَبُ يَدْنِيهِ أَسْأَلُكَ مَسْئَلَةَ الْيَسْكِينِ وَأَبْتَهِلُ إِلَيْكَ ابْتِهَالُ الْمَذْنِبِ الذَّلِيلِ فَادْعُوكَ دُعَاءَ الْخَائِفِ الْخَرِيدِ وَدُعَاءَ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهُ وَفَاضَتْ لَكَ عَبْرَتُهُ وَذَلَّ لَكَ جِسْمُهُ وَرَغِمَ لَكَ أَنْفُهُ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلَنِي بِدُعَائِكَ شَقِيًّا وَكُنْ بِي رَوْفًا رَحِيمًا يَا خَيْرَ الْمَسْئُولِينَ يَا خَيْرَ الْمُعْطِينَ»

رواہ الطبرانی فی الکبیر

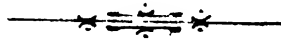
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں عرض کی شام کو میدانِ عرفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص دعا یہ تھی: —
 ”اے اللہ! تو میری بات سننا ہے، اور میں جہاں اور جس حال میں ہوں تو اس کو دیکھتا ہے اور میرے ظاہر و باطن سے توجہ فرماتا ہے، تجھ سے میری کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں میں دکھی ہوں محتاج ہوں، فریادی ہوں، پناہ جو ہوں، ترساں ہوں، ہراساں ہوں، اپنے گناہوں کا اقرار ہی ہوں۔ تجھ سے سوال کروں گا جیسے کوئی عاجز مسکین بندہ سوال کرتا ہے۔ تیرے آگے گود گوداتا ہوں جیسے گھبراہٹ میں ذلیل و خوار گوداتا ہے، اور تجھ سے دعا کرتا ہوں جیسے کوئی خوف زدہ آفت رسیدہ دعا کرتا ہے۔ اور اُس بندے کی طرح مانگتا ہوں جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہو اور آنسو بہہ رہے ہوں اور تن بدن سے وہ تیرے آگے فروتنی کئے

ہوئے ہند اور اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہو۔ اے اللہ! تو مجھے اس دُعا مانگنے میں ناکام اور
نامراد نہ رکھ، اور میرے حق میں پُرانہ زبان نہایت رحیم ہو جا۔ اے اُن سب سے بہتر و بزرگ جن سے
مانگنے والے مانگتے ہیں اور جو مانگنے والوں کو دیتے ہیں۔ (مجم کبیر للطبرانی)

(تشریح) اس دُعا کا ایک دیک لفظ عبدیت کی رُوح سے لہو نزا اور کمالی معرفت کا ترجمان ہے
دنیا بھر کے دینی و مذہبی ادب میں اور کسی بھی زبان کی دُعاؤں اور مُناجاتوں میں اس کی نظیر نہیں
مل سکتی۔ اس عاجز کو زندگی میں کئی دفعہ اس کا موقع ملا کہ بعض خدا پرست غیر مسلموں کو میں نے
رَسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دُعا سنائی اور اس کا ترجمہ کر کے بتایا تو وہ اپنا یہ تاثر ظاہر
کرنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ دُعا اُسی دل سے نکل سکتی ہے جسے اللہ نے اپنے علم کا خاص حصہ دیا ہو
اور اس کو معرفتِ نفس اور معرفتِ رب کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں
رَسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قیمتی ورثہ کی قدر شناسی اور اس سے استفادہ کی
توفیق دے۔

خاص اوقات و مقامات اور خاص مواقع کی دُعاؤں کا

سلسلہ یہاں ختم ہوا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ



جامع اور ہمہ گیر دعائیں

عرض کیا گیا تھا کہ کتب حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعائیں ماثورہ اور منقول ہیں اگر ان کو مضامین اور موقع محل کے لحاظ سے تقسیم کیا جائے تو وہ تین قسم کی ہیں:- ایک وہ جن کا تعلق نماز سے ہے، دوسری وہ جن کا تعلق خاص اوقات یا مواقع اور حالات سے ہے، تیسری وہ جن کا تعلق نہ نماز سے ہے نہ خاص اوقات یا مواقع سے بلکہ وہ عمومی قسم کی ہیں۔ پہلی دو قسم کی دعائیں درج کی جا چکیں تیسری قسم کی اب پیش کیا جا رہی ہیں ان میں سے زیادہ تر مضامین کے لحاظ سے ہمہ گیر اور جامع قسم کی ہیں، اسی لئے ائمہ حدیث نے اپنی مؤلفات میں ان دعاؤں کو ”جامع الدعوات“ کے زیر عنوان درج کیا ہے۔ یہ دعائیں اُمت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص انخاص عطیہ اور بیش بہا تحفہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم امتیوں کو قدر شناسی اور تشکر کی اور ان دعاؤں کو اپنے دل کی آواز اور دھڑکن بنا لینے کی توفیق دے جس سے کہ یہ دولت مل گئی اُسے سب کچھ مل گیا۔

اس تنہید کے بعد اس سلسلہ کی احادیث ذیل میں پڑھئے:-

(۲۰۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ أَصْلِمْنِي دِينِي الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي وَأَصْلِمْنِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي وَأَصْلِمْنِي آخِرَتِي الَّتِي فِيهَا مَعَادِي وَاجْعَلْ لِي حَيَاةً

زِيَادَةً لِّي فِي كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّي مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

رواہ مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بہ دُعا فرمایا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ - ا - رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ -
(اے اللہ! میری دینی حالت درست فرما دے جس پر میری خیریت اور سلامتی کا دارومدار ہے
اور میری دنیا بھی درست فرما دے جس میں مجھے یہ زندگی گزارنا ہے، اور میری آخرت بھی
درست فرما دے جہاں مجھے لوٹ کے جانا اور ہمیشہ رہنا ہے، اور میری زندگی کو خیر اور
بھلائی میں اضافہ اور زیادتی کا ذریعہ بنادے، اور میری موت کو ہر شر سے راحت اور
خفاطت کا وسیلہ بنادے۔" (صحیح مسلم)

(تشریح) جیسا کہ ظاہر ہے یہ بہت ہی جامع دُعا ہے، اس کا پہلا جز یہ ہے:۔

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ اے اللہ! میری دینی حالت درست فرما
دِيْنِيْ الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةٌ جس پر میری خیریت اور میری ہر چیز کی
اَمْرِيْ سلامتی اور تحفظ کا دارومدار ہے۔

در اصل دین ہی وہ چیز ہے کہ اگر وہ درست اور سلامت ہو تو آدمی اللہ تعالیٰ کی ناراضی
ولعنت اور اس کے غضب و عذاب سے مامون و محفوظ ہو کر اس کے لطف و کرم کا مستحق ہو جاتا ہے
اور اسلامی قانون کی رو سے اس کے جان و مال اور عزت و آبرو کو ایک خاص درجہ کی حرمت
و عصمت حاصل ہو جاتی ہے، اس لئے اسی پر آدمی کی سلامتی و خیریت اور صلاح و فلاح کا
دارومدار ہے۔ اسی چیز کو اس دُعا نبوی میں "عِصْمَةُ اَمْرِيْ" کہا گیا ہے۔

دین کی درستگی کا مطلب یہ ہے کہ بندے کا ایمان و یقین صحیح ہو، اس کے افکار و جذبات اور
اعمال و اخلاق درست ہوں، وہ زندگی کے ہر شعبہ میں نفس کی خواہش کے بجائے اللہ کے احکام
پر چلنے والا ہو، اور ظاہر ہے کہ اس کا دارومدار اللہ کی توفیق پر ہے، اس لئے ہر بندہ مومن کے

دل کی اولین مانگ اور پکار یہی ہونا چاہئے ————— اس دُعا کا دوسرا جز ہے :

وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الْتِي
فِيهَا مَعَاشِي۔
اور میری دنیا درست فرما دے جس میں
مجھے یہ زندگی گزارنا ہے۔

دنیا کی درستی کا مطلب یہ ہے کہ یہاں کی رزق وغیرہ کی ضرورتیں حلال اور جائز راستوں سے پوری ہوتی رہیں۔ بلاشبہ ہر مومن بندے کی دوسری مانگ اللہ تعالیٰ سے یہی ہونا چاہئے ————— تیسرا جز دُعا کا یہ ہے :

وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الْتِي
فِيهَا مَعَادِي۔
اور میری آخرت اچھی بنا دے، جہاں
مجھے لوٹ کے جانا اور ہمیشہ رہنا ہے۔

اگرچہ دین کی درستی کا لازمی نتیجہ آخرت کی صلاح و فلاح ہے، اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقل طور سے آخرت کی درستی کی یہ دُعا کی۔ ایک تو غالباً اس لئے کہ آخرت کی غیر معمولی اہمیت کا یہ حق ہے، دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ دینی لحاظ سے اچھی حالت ہونے کے باوجود بندے کو آخرت کے بارے میں مطمئن اور بے فکر نہیں ہونا چاہئے قرآن مجید میں اچھے بندوں کی شان یہی بتائی گئی ہے : ————— وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجَلَةٌ أَتَتْهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَاجِعُونَ (المؤمنون - ۶۰، ۶۱)۔
چوتھا اور پانچواں جز دُعا کا یہ ہے :

وَأَجْعَلِ الْحَيَاةَ زَيَادَةً لِّي
فِي كُلِّ خَيْرٍ وَأَجْعَلِ الْمَوْتَ
رَاحَةً لِّي مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔
اور زندگی کو میرے لئے نیکی اور بھلائی میں اضافہ
اور دنیاوی کاموں کا زلیخہ بنا دے اور موت کو ہر شے کا
برائی سے راحت اور حفاظت کا وسیلہ بنا دے۔

لے اس آیت میں اللہ کے اچھے بندوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ صدقہ اور خیرات کرتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں کہ اللہ کے ہاں یہ قبول ہوتا ہے یا نہیں۔ ۱۲۔

ہر آدمی کو اس دنیا میں اپنی زندگی کا وقت پورا کر کے مرنا یقینی ہے۔ اللہ کی دی ہوئی عمر سے آدمی کی بھی کماسکتا ہے اور بری بھی، وہ اس کے لئے سعادت میں ترقی کا وسیلہ بھی بن سکتی ہے اور شقاوت میں اضافہ کا ذریعہ بھی، اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین و دنیا اور آخرت کی صلاح و فلاح کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا بھی کرتے تھے کہ اے اللہ میری حیات کو خیر اور سعادت میں اضافہ اور ترقی کا وسیلہ بنائے یعنی مجھے توفیق دے کہ میں عمر کے لمحات اور زندگی کے اوقات کو تیری رضا والے کاموں میں صرف کر کے سعادت کے راستہ میں آگے بڑھتا چلوں، اور میری موت کو شرف و توفیق کی اذیتوں سے راحت کا ذریعہ بنائے، یعنی مستقبل کے جو شر اور فتنے میرے لئے اذیت کا باعث ہو سکتے ہیں تیرے حکم سے آنے والی میری موت اُن سے میری حفاظت کا ذریعہ بن کر اُن سے مجھے راحت دے۔ یہ دُعا بھی ”جَوَامِعُ الْکَلَمِ“ اور دریا بکوزہ کی بہترین مثال ہے، الفاظ کتنے مختصر اور مضامین کتنے وسیع!۔

(۲۰۸) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ أَكْثَرُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" _____ رواہ البخاری و مسلم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر یہ دُعا کیا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (اے میرے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما، اور ہمیں آتش و دوزخ کے عذاب سے بچا)۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) سبحان اللہ! کتنی مختصر اور کتنی جامع دُعا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ سے اس دُنویٰ زندگی میں بھی اور آخرت کی کبھی ختم نہ ہونے والی زندگی میں بھی بھلائی مانگی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ

اس میں دنیا اور آخرت کی ساری ہی اچھی مرغوبات و مطلوبات آگئیں۔۔۔۔۔ اور آخر میں عذاب و دوزخ سے بچانے اور محفوظ رکھنے کی استدعا کی گئی ہے۔۔۔۔۔ الغرض دنیا اور آخرت میں ایک بندے کو جو کچھ چاہئے وہ سب ہی اس مختصر ترین دُعایں مانگ لیا گیا ہے۔۔۔۔۔ پھر اس کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ یہ دراصل قرآن مجید کی دُعائے، اس فرق کے ساتھ کہ قرآن پاک میں اس کا پہلا لفظ ”رَبَّنَا“ ہے، اور حدیث میں اس کی جگہ پہلا لفظ ”اَللّٰهُمَّ“ ہے۔ حاصل ایک ہی ہے۔

حضرت انسؓ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ عابہ کثرت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم اُمّیوں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اکثری معمول کی پیروی کی توفیق دے۔

(۲۰۹) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: ”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰی وَالتَّقٰی وَالتَّوْقٰی وَالتَّوْقٰی“۔۔۔۔۔ رواہ مسلم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عافریا کرتے تھے: ”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ۔۔۔۔۔ تا۔۔۔۔۔ وَالتَّوْقٰی“ اے میرے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں ہدایت اور تقویٰ اور پاکہ امنی اور مخلوق کی ناحتاجی۔۔۔۔۔ (بیچ مسلم)

(تشریح) اس دُعایں اللہ تعالیٰ سے چار باتوں کا سوال ہے:۔ ایک ہدایت یعنی راہ حق پر چلنا، اور استقامت کے ساتھ چلنے زہنا۔ دوسرے تقویٰ و پرہیزگاری یعنی اللہ سے ڈرتے ہوئے معاصی و منکرات سے بچنا۔ تیسرے عفت و پاکہ امنی۔ چوتھے غنی، یعنی دل کی یہ حالت کہ ہندہ اپنے اندر کسی مخلوق کی محتاجی اور دست نگرہ محسوس نہ کرے، اپنے مالک کی عطا پر مطمئن ہو۔۔۔۔۔ یہ دُعابھی ”جوامع الکلمہ“ کی اعلیٰ مثال ہے۔

(۲۱۰) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْأَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَى بِالْقَدْرِ" رواه البيهقي في الدعوات الكبير

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُعا فرمایا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الصَّحَّةَ — تا — وَالرِّضٰی بِالْقَدْرِ" (اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں صحت و تندرستی اور عفت و پاکدامنی، اور امانت کی صفت اور اچھے اخلاق اور رضی بہ تقدیر رہنا)۔
(دعوات کبیر للبیہقی)

(تشریح) اس دُعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے صحت مانگی ہے۔ صحت و تندرستی دین و دنیا دونوں کے لحاظ سے بلاشبہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کی قدر اُس وقت معلوم ہوتی ہے جب کسی وقت بندہ اس سے محروم کر دیا جاتا ہے اور کسی بیماری اور تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے، اُس وقت اُسے معلوم ہوتا ہے کہ صحت کا ایک ایک لمحہ کتنی بڑی دولت اور اللہ تعالیٰ کی کتنی عظیم نعمت ہے۔ عارفین کو اس کا احساس اس لئے اور بھی زیادہ ہوتا ہے کہ صحت کی خرابی کی حالت میں اکثر و بیشتر عبادت کا نظام بھی درہم برہم ہو جاتا ہے اور توجہ الی اللہ کا ذوق و کیف بھی متاثر ہوتا ہے، اور یہ چیز ان کے لئے شدید روحانی کرب اور یحیٰی کا باعث بنتی ہے۔

امانت، نفاذی اور دینی زبان کا نہایت اہم اور وسیع المعنی لفظ ہے، اس سے مراد انسان کے اندرون کا یہ حال ہوتا ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی نسبت سے اور بندوں کے تعلق سے جو ذمہ داریاں ہیں وہ ان کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنے کی فکر اور کوشش کرے۔
حُسنِ اخلاق اور رضی بہ تقدیر رہنا کسی تشریح کے محتاج نہیں۔ اس دُعا میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے صحت کے علاوہ عفت، امانت، حُسنِ اخلاق اور رضا بالقدر کا سوال کیا۔ یہ سب ایمانی صفات اور ایمان کے اہم شعبے ہیں اور ان سے محرومی بلاشبہ بڑی محرومی ہے، اور ساری دینی و دنیوی نعمتوں کی طرح یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہی سے کسی کو مل سکتے ہیں۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ❖ گر نہ بخشہ خدائے بخشندہ
(۲۱۱) عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْ "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سِرِّيْ قِيَّ خَيْرًا مِّنْ عَلَانِيَتِيْ وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِيْ صَاحِبَةً اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ صَالِحِ مَا تُؤْتِي النَّاسَ مِنَ الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ غَيْرِ الصَّالِ وَالْمُضِلِّ"

رواہ الترمذی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک دُعا تعلیم فرمائی، اور مجھ سے ارشاد فرمایا:۔۔ اللہ کے حضور میں یوں عرض کیا کرو:۔۔ "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سِرِّيْ قِيَّ - تا - غَيْرِ الصَّالِ وَالْمُضِلِّ" (اے اللہ! میرا باطن میرے ظاہر سے اچھا کر دے اور میرے ظاہر کو بھی صلاح سے آراستہ فرما دے۔ اے اللہ! تو اپنے بندوں کو (اپنے فضل و کرم سے) جو ایسے صالح گھر والے، صالح مال اور صالح اولاد عطا فرماتا ہے جو نہ خود گمراہ ہوں اور نہ دوسروں کیلئے گمراہ کُن ہوں۔ میں بھی تجھ سے ان چیزوں کا سائل ہوں (مجھے بھی اپنے فضل و کرم سے یہ چیزیں عطا فرما)۔

(جامع ترمذی)

(تشریح) اس دُعا پہلا جز یہ ہے کہ اے اللہ! تجھے ایسا بنا دے کہ میرا ظاہر بھی صالح ہو اور میرا باطن بھی صالح ہو، اور باطن کی حالت ظاہر سے بھی بہتر ہو۔ اور دوسرا جز یہ ہے کہ میرے اہل خانہ اور میری اولاد اور میرا مال و منال یہ سب بھی صالح ہوں، نہ خود ان میں ضلال و فساد ہو۔

نہ دوسروں کے لئے یہ باعثِ ضلال و فساد بنیں۔

(۲۱۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ دُعَاءُ حَفِظْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَدْعُهُ "اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي أَعْظَمُ شُكْرَكَ وَ أَكْثَرُ ذِكْرَكَ وَ أَتَمَّ نَصْحَكَ وَ أَحْفَظَ وَصِيَّتَكَ"

رواہ الترمذی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک دُعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر یاد کی تھی (وہ دُعا میں برابر کیا کرتا ہوں) اس کو میں کبھی نہیں چھوڑتا (وہ یہ ہے) "اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي أَعْظَمُ شُكْرَكَ — تا — أَحْفَظَ وَصِيَّتَكَ" (اے اللہ! مجھے ایسا کر دے کہ میں تیری نعمتوں کے شکر کی عظمت و اہمیت کو سمجھوں (تاکہ پھر شکر میں کوتاہی نہ کروں) اور تیرا ذکر کثرت سے کروں اور تیری نصیحتوں کی پیروی کروں اور تیری وصیتوں اور حکموں کو یاد رکھوں (اور ان کی تعمیل سے غفلت نہ برنوں) (جامع ترمذی)

(۲۱۳) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو يَقُولُ رَبِّ اَعِنِّي وَلَا تُعِنِّ عَلَيَّ وَ انصُرْنِي وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ وَ اَمْكُرْنِي وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ وَ اَهْدِنِي يَسِّرِ الْهُدَى لِي وَ انصُرْنِي عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيَّ رَبِّ اجْعَلْنِي لَكَ شَكَارًا لَكَ ذَكَرًا لَكَ رَهَابًا لَكَ مَطْوَا عَا لَكَ مُحِبًّا إِلَيْكَ أَوْ اَهَا مُنِيبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي وَ اغْسِلْ حَوْبَتِي وَ اجِبْ دَعْوَتِي وَ ثَبِّتْ حُجَّتِي وَ سَدِّدْ لِسَانِي وَ اهْدِ قَلْبِي وَ اسْلُلْ سَخِيمَةَ صَدْرِي —

رواہ الترمذی و ابوداؤد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے: ”رَبِّ اَعِیْتِیْ وَ لَا تُعِیْنِ عَلَیَّ — تا —
 وَ اسْأَلْنِیْ خَیْرَ صَلاَۃٍ دَیْ“ دے میرے رب میری مدد فرما، میرے خلاف
 (میرے دشمنوں کی کارروائیوں میں ان کی) مدد نہ فرما، میری حمایت منسوخ (میرے
 مخالفین کی) میرے خلاف حمایت نہ فرما، اپنی لطیف تحفہ تدبیر میرے حق میں استعمال
 فرما، میرے خلاف استعمال نہ فرما۔ مجھے ٹھیک راستے پر چلا دو صراطِ مستقیم پر چلتے رہنا
 میرے لئے آسان فرما جو کوئی مجھ پر ظلم و زیادتی کرے اُس کے مقابلے میں میری مدد فرما۔
 اے پروردگار! مجھے بنادے اپنا خوب شکر کرنے والا، خوب ذکر کرنے والا، اپنے سے بہت
 ڈرنے والا، سراپا اطاعت گزار و فرمانبردار، اپنے حضور میں عاجزی اور نیا زمندی سے
 جھکنے والا، نرم دل، اور تیری بارگاہِ کرم کی طرف رجوع ہونے اور پلٹنے والا —
 اے میرے رب! میری توبہ قبول فرما لے، میرے گناہوں کے ٹیل کچیل کو دھو دے، میری دعا
 قبول فرما، میرا ایمان (جو آخرت میں میری محنت بنے والا ہے اس کو) منسوخ کر دے، میری زبان
 کو ٹھیک چلنے والی بنا دے، میرے دل کو ہدایت بخشدے اور میرے سینہ سے
 کینہ کپٹ اور ہر قسم کی کھوٹ نکال دے۔

(جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

(تشریح) اس دعا کی جامعیت ظاہر ہے — مندرجہ بالا سب ہی دعاؤں کا خاص
 قابل غور پہلو یہ ہے کہ ہر دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں
 اس طرح پیش کیا ہے کہ میں زندگی کے ہر معاملہ میں تیرا محتاج ہوں، خود عاجز اور بے بس ہوں،
 یہاں تک کہ اپنے ظاہر و باطن اور زبان و قلب پر بھی میرا اختیار اور قابو نہیں۔ اپنے اخلاق
 و جذبات اور اعمال و احوال کی اصلاح میں بھی تیری نظرِ کرم کا محتاج ہوں۔ میری صحت و بیماری
 بھی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، دشمنوں اور بدخواہوں کے شر سے تو ہی میری حفاظت فرما سکتا ہے،
 میں اس معاملہ میں بھی عاجز و بے بس ہوں، تو کریم رب اور داتا ہوا اور میں سائل و منگتا ہوں —

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمالِ عبدیت ہے، اور بلاشبہ یہ کمال آپ پر ختم ہے، اور یہ دوسرے تمام کمالات سے بالاتر ہے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔

(۲۱۳) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهَا هَذَا الدُّعَاءَ "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ مَا عَلِمْتُ مِنْهُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ مِنْهَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ، وَأَسْأَلُكَ أَنْ تَجْعَلَ كُلَّ قَضَاءٍ تَقْضِيهِ لِي خَيْرًا"

رواہ ابن ابی شیبہ وابن ماجہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ جامع دعا تعلیم فرمائی: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ" — تا — "كُلَّ قَضَاءٍ تَقْضِيهِ لِي خَيْرًا" (یعنی اے اللہ! میں تجھ سے ہر قسم کی خیر اور بھلائی مانگتی ہوں، دنیا کی خیر بھی اور آخرت کی خیر بھی، وہ خیر بھی مانگتی ہوں جس کو میں جانتی ہوں اور وہ بھی جس کو میں نہیں جانتی، اور میں تیری پناہ چاہتی ہوں ہر قسم کے شر اور بُرائی سے، دنیا کے بھی شر سے اور آخرت کے بھی شر سے اُس شر سے بھی جس کو میں جانتی ہوں اور اس سے بھی جس کو میں نہیں جانتی — اے میرے اللہ! تیرے خاص بندے اور پیارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جس جس خیر کا بھی تجھ سے سوال کیا میں تجھ سے اس کی سائل ہوں، اور جس جس شر سے انھوں نے تیری پناہ چاہی اے اللہ

میں بھی اُس شے سے تیری پناہ چاہتی ہوں — اے اللہ! میں تجھ سے جنت مانگتی ہوں اور اُس قول و عمل کی توفیق کی سائل ہوں جو مجھے جنت سے قریب کرنے، اور میں تجھ سے دوزخ سے پناہ چاہتی ہوں اور ہر اُس قول و عمل سے جو دوزخ سے قریب کرنے والا ہو۔ اور اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ جو فیصلہ تو میرے حق میں فرمائے وہ میرے لئے

خیر اور بھلائی کا ضامن ہو۔ — (مُصَنَّف ابی ابی شیبہ و سنن ابن ماجہ)

(تشریح) اس دُعا کے ایک ایک جز پر غور کیا جائے، انسان کو دنیا اور آخرت میں جس چیز کی بھی ضرورت ہو سکتی ہے یہ اُس سب پر حاوی ہے۔ اسی حدیث کی ایک روایت میں تفصیل بھی بیان کی گئی ہے کہ ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کے گھر پر حاضر ہوئے اور کوئی بات بالکل تنہائی میں کرنا چاہتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اُس وقت وہیں نماز پڑھ رہی تھیں، اور بہت طویل طویل دعائیں مانگ رہی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی تخلیہ کرانے کے لئے اُن سے فرمایا کہ:۔ جامع قسم کی دعائیں کر کے جلدی پوری کر لو۔ انھوں نے عرض کیا کہ:۔ مجھے ایسی جامع دُعا بتا دیجئے؟۔ اُس وقت آپ نے اُن کو یہ دُعا تلقین فرمائی۔

(۲۱۵) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ دَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدُعَاءٍ كَثِيرٍ لَمْ يَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ دَعَوْتَ بِدُعَاءٍ كَثِيرٍ لَمْ تَحْفَظْ مِنْهُ شَيْئًا، قَالَ أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَجْمَعُ ذَلِكَ كُلَّهُ؟ نَقُولُ اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا أَسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ

وَعَلَيْكَ الْبَلَاءُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ

رواہ الترمذی

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی دعائیں فرمائیں جو ہمیں یاد نہیں رہیں، تو ہم نے آپ سے عرض کیا: —
یا رسول اللہ! آپ نے بہت سی دعائیں فرمائی تھیں، ان کو ہم یاد نہیں رکھ سکے، اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے وہ سب دعائیں مانگیں، تو کیا کریں؟ — آپ نے فرمایا: —
میں تھیں ایسی دعا بتائے دیتا ہوں جس میں وہ ساری دعائیں آجائیں! اللہ تعالیٰ کے حضور میں یوں عرض کرو کہ: — ”اے اللہ! ہم تجھ سے وہ سب مانگتے ہیں جو تیرے نبی محمدؐ میں ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ سے مانگا، اور ہم ان سب چیزوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں جن سے تیرے نبی محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تیری پناہ چاہی، بس تو ہی ہے جس سے مدد چاہی جائے، اور تیرے ہی کرم پر موقوف ہے تقاضا اور مرادوں تک پہنچنا۔ اور کسی مقصد کے لئے سعی و حرکت اور اس کو حاصل کرنے کی قوت و طاقت میں اللہ ہی سے مل سکتی ہے۔“ (جامع ترمذی)

(تفسیر) دنیا میں ایسے ہی بندوں کی تعداد زیادہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول شدہ زیادہ دعائیں یاد نہیں رکھ سکے۔ ان کے لئے اس حدیث میں نہایت آسان طریقہ بتا دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح مانگا کریں کہ: — اے اللہ! تجھ سے جو کچھ تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا میں وہ سب تجھ سے مانگتا ہوں، اور جن چیزوں سے انھوں نے تیری پناہ چاہی میں ان سب چیزوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں —
ناچیز راقم بطور عرض کرتا ہے کہ اس میں بھی کوئی خسارہ اور مضائقہ نہیں ہے کہ یہ بات اپنی ہی زبان میں کہی جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے حضور میں دل سے عرض کیا جائے، دراصل دعا وہی ہے جو دل سے ہو۔

(۲۱۶) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ مَرْفُوعًا "اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ
مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَغَضَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالسَّلَامَةَ
مِنْ كُلِّ آثِمٍ وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ وَالْفُوزَ بِالْجَنَّةِ
وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ" ————— رواه الحاكم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا
روایت کی ہے: "اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ ————— تا ————— مِنَ النَّارِ"
ہے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں تیری رحمت کو واجب کر دینے والے، اور تیری
مغفرت کو پتہ کر دینے والے اعمال کا اور ہر گناہ سے محفوظ رہنے کا اور ہر نیکی کی توفیق کا
اور تجھ سے مانگتے ہیں جنت کا حصول اور دوزخ سے نجات۔

(متدرک حاکم)

(۲۱۷) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ مَرْفُوعًا "اللَّهُمَّ احْفَظْنِي
بِالْإِسْلَامِ قَائِمًا وَاحْفَظْنِي بِالْإِسْلَامِ قَاعِدًا
وَاحْفَظْنِي بِالْإِسْلَامِ رَاقِدًا وَلَا تُسَمِّتْنِي عَبْدًا
وَلَا حَاسِدًا اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ
خَزَائِنُهُ بِيَدِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ كُلِّ شَرٍّ خَزَائِنُهُ
بِيَدِكَ" ————— رواه الحاكم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا
روایت کی ہے: "اللَّهُمَّ احْفَظْنِي ————— تا ————— خَزَائِنُهُ بِيَدِكَ"
رہے اللہ! میری حفاظت فرما اسلام کے ساتھ کھڑے ہونے کی حالت میں اور بیٹھے ہونے
کی حالت میں اور سونے کی حالت میں یعنی میں کھڑے بیٹھے اور سوتے ہر حال میں
ایمانی و اسلام کے ساتھ محفوظ رہوں اور میرے دشمنوں اور حاسدوں کو تیرے کسی فیصلے

شہادت کا موقع نہ ملے۔ اے میرے اللہ تیرے ہاتھ میں خیر کے جو خزانے ہیں میں تجھ سے ان کو
مانگتا ہوں یا دیر سے قبضہ میں جو شے ہے اُس سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(مسند رک حاکم)

(۲۱۸) عَنْ يُزَيْدَةَ مَرْفُوعًا "اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مَشْكُورًا
وَاجْعَلْنِي صَبُورًا وَاجْعَلْنِي فِي عِلْمِي صَاحِبًا وَفِي أَعْمَلِي
الْبَاقِي كَبِيرًا" ————— رواه البزار

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا روایت کی ہے
"اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي ————— تا ————— کَبِيرًا" (اے اللہ مجھے اپنا شاکر کرے اور
اور صبر کرنے والا بندہ بنا، اور مجھے اپنی نگاہ میں چھوٹا اور دوسرے لوگوں کی نگاہ میں

(مسند بزار)

(تشریح) اس دعا کا آخری جزو خاص طور سے قابل غور ہے۔ بندے کو چاہیے کہ اپنے کو
وہ چھوٹا اور حقیر و ذلیل سمجھے اور ساتھ ہی اللہ سے دعا کرتا رہے کہ دوسروں کی نگاہ میں وہ
ذلیل نہ ہو۔

(۲۱۹) عَنِ الْإِذْرَاعِيِّ مُرْسَلًا "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ
التَّوْفِيقَ لِمَحَابَّتِكَ مِنَ الْأَعْمَالِ وَصِدْقَ الْخَوَاصِلِ
عَلَيْكَ وَحُسْنَ الظَّنِّ بِكَ" ————— رواه أبو نعیم فی الحلیہ

امام اذراعی نے بطریق ارسال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا روایت
کی ہے۔ "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ ————— تا ————— وَحُسْنَ الظَّنِّ بِكَ"
(اے اللہ میں تجھ سے اللہ عاکرنا ہوں تو مجھے توفیق دے اُن اعمال کی جو تجھے محبوب ہیں
اور عطا فرما مجھے سچا توکل، اور اپنی ذات پاک کے ساتھ حسن ظن)۔

(علیہ ابو نعیم)

(۲۲۰) عَنْ عَلِيٍّ مَرْفُوعًا "اللَّهُمَّ اخْتِمْ مَسَامِعَ قُلُوبِي
لِنِكَرِكَ وَارْزُقْنِي طَاعَتَكَ وَطَاعَةَ رَسُولِكَ وَعَمَلًا
يَكْتَسِبُكَ" رواه الطبرانی فی الاوسط

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا روایت
کی گئی ہے: "اللَّهُمَّ اخْتِمْ مَسَامِعَ قُلُوبِي" تا —————
يَكْتَسِبُكَ اللہ! اپنے دل کے لئے اور اپنی نصیحت کے لئے میرے دل کے کان
بھول دے اور مجھے اپنی فرمانبرداری اور اپنے رسول پاک کی تابعداری نصیب فرما
اور اپنی مقدس کتاب قرآن مجید پر عمل کی توفیق دے۔

(معجم اوسط طبرانی)

(۲۲۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوعًا "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ
صِحَّةً فِي إِيْمَانٍ وَإِيْمَانًا فِي حُسْنِ خُلُقٍ وَنَجَاحًا
تَتَّبِعُهُ فَلَاحًا وَرَحْمَةً مِنْكَ وَعَافِيَةً وَمَغْفِرَةً
مِنْكَ وَرِضْوَانًا"

رواه الطبرانی فی الاوسط والحاکم فی المستدرک

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا روایت
کی گئی ہے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ صِحَّةً" تا ————— وَرِضْوَانًا
دلے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں صحت و تندرستی ایمان کے ساتھ، اور استعدا کرتا
ہوں ایمان کی حُسنِ اخلاق کے ساتھ، اور سوال کرتا ہوں تجھ سے تمقا صحت میں
کامیابی کا آخرت کی صلاح کے ساتھ، اور سائل ہوں تجھ سے رحمت اور
عافیت کا، اور تیری مغفرت اور رضا مندی کا۔

(معجم اوسط الطبرانی و مستدرک حاکم)

(۲۲۴) عَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوهُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ وَإِذَا أَرَدْتَ يَقُومُ فِتْنَةً فَأَقِضْصِي إِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُونٍ“
_____ مالک فی الموطا

امام مالک سے مروی ہے، انھوں نے بیان کیا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ _____ غَيْرَ مَفْتُونٍ“ (اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اچھے عمل کرنے کی توفیق، اور بُرے اعمال کو چھوڑ دینے کی توفیق، اور تیرے مسکین بندوں کے ساتھ محبت کرنے کی توفیق۔ اور اے اللہ! جب تیرا فیصلہ کسی قوم کو فتنہ اور عذاب میں مبتلا کرنے کا ہو تو مجھے اس فتنہ میں مبتلا کئے بغیر اپنی طرف اٹھالے)۔

(موطا امام مالک)

(تشریح) پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو تبع تابعین میں ہیں کبھی کبھی بعض حدیثیں سند کا ذکر کئے بغیر ”بَلَغَنِي“ کے عنوان سے بھی بیان کرتے ہیں ان کو اصطلاح میں ”بَلَاغَاتِ مَالِكٍ“ کہا جاتا ہے، اور محدثین کے نزدیک سب قابل قبول ہیں۔ یہ روایت بھی انھیں ”بلاغات“ میں سے ہے۔

(۲۲۵) عَنْ بُسْرِ بْنِ أَرْطَاةَ (مَرْفُوعًا) اللَّهُمَّ أَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا وَاجْزِنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَنْ أَبِي الْأَخْشَبِ“
_____ رواد احمد وابن حبان والحاکم

حضرت بُسر بن ارطات رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا نقل فرمائی: ”اللَّهُمَّ أَحْسِنْ _____“ _____ وَعَنْ أَبِي الْأَخْشَبِ“

(اے اللہ! ہمارے سارے کاموں کا انجام بہتر کر، اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں بچا، اور ہماری حفاظت فرما)۔

(مسند احمد، صحیح ابن جبران، مستدرک حاکم)

(تشریح) یہ دُعا بھی بہت ہی مختصر اور بہت جامع ہے۔

(۲۲۶) عَنْ أُمِّ مَعْبِدٍ الْخُزَاعِيَّةِ مَرْفُوعًا «اللَّهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِي مِنَ التَّقَاتِ وَعَمَلِي مِنَ الرِّيَاءِ وَلِسَانِي مِنَ الْكُذِبِ وَعَيْنِي مِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورِ» رواه الحكيم الترمذی والخطیب

ام معبد خزاعیہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا روایت کی ہے: "اللَّهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِي — تا — وَمَا تُخْفِي الصُّدُورِ" (اے اللہ! میرے دل کو نفاق سے، میرے اعمال کو ریا کی آمیزش سے، میری زبان کو جھوٹ سے، اور میری آنکھوں کو نظر کی خیانت سے بالکل پاک صاف کرے، تو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے رازوں کو بھی جانتا ہے، تجھ سے میری کوئی چیز مخفی نہیں)۔

(نوادر حکیم ترمذی، تلخیص خطیب)

(تشریح) ان سب دعاؤں کی جامعیت اور ہمہ گیری ظاہر ہے۔ ان کے مضامین بھی کسی خاص تشریح اور وضاحت کے محتاج نہیں۔ غور کرنے والوں اور سمجھنے والوں کے لئے ان کا ہر جز معرفت کا خزانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس محفوظ اور نہایت قیمتی وراثہ کی قدر کریں، اور ان دعاؤں کے ذریعہ دنیا اور آخرت کی برکتیں اور رحمتیں براہ راست مالک الملک کے خزانہ سے حاصل کیا کریں۔

(۲۲۷) عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُنَا أَنْ نَقُولَ "اللَّهُمَّ إِنِّي
أَسْأَلُكَ النَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ وَأَسْأَلُكَ عَزِيمَةَ الرَّشْدِ
وَأَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ وَأَسْأَلُكَ
لِسَانًا صَادِقًا وَقَلْبًا سَلِيمًا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ
وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا تَعْلَمُ
إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ" _____ رواه الترمذی والنسائی

حضرت شہادین اوس رضی اللہ عنہ ہے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہمیں تسلیم فرماتے تھے کہ ہم دعا میں اللہ تعالیٰ سے یہیں عرض کیا کریں: "اللَّهُمَّ
إِنِّي أَسْأَلُكَ النَّبَاتَ _____ تَا _____ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ"
رے اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے استقامت اور ثابت قدمی دین کے معاملہ میں، اور طلب
کرتا ہوں اعلیٰ صلاحیت اور سوجھ بوجھ میں یقینی، اور تیری نعمتوں کے شکر کی اور حُسْنِ عبادت
کی توفیق، اور طالب ہوں تجھ سے لسان صادق اور قلب سلیم کا، اور تیری پناہ چاہتا ہوں
ہر اُس شر سے جس کا تجھے علم ہے، اور سائل ہوں ہر اُس خیر و برکت اور بھلائی کا جو تیرے علم
میں ہے، اور معافی اور مغفرت چاہتا ہوں اپنے اُن سب گناہوں سے جو تجھے معلوم ہیں، تو
سوائے پوشیدہ باتوں کو بھی خوب جانتا ہے) _____ (جامع ترمذی و سنن نسائی)

(تشریح) اس دعا کے ایک ایک جز پر غور کیجئے، یہ اُن تمام مفاد پر حاوی ہے جو ایک
مومن کو عزیز ہونے چاہئیں۔ اسی حدیث کو ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے
اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادین اوس رضی اللہ عنہ
کو یہ دُعا تلقین کرنے کے بعد فرمایا کہ: _____

"اے شہادین اوس! جب تم دیکھو کہ لوگ سونے اور چاندی کو بھڑکھڑاہٹ کے
جمع کرتے ہیں تو تم اِس دُعا کو اپنا خزانہ سمجھو۔"

(۲۲۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
سَمِعْتُ دُعَاءَكَ اللَّيْلَةَ فَكَانَ الَّذِي وَصَلْتَ
إِلَيْهِ مِنْهُ أَتَاكَ تَقُولُ "اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَوَسِّعْ لِي
فِي حَادِي وَبَارِكْ لِي فِيمَا رَزَقْتَنِي" قَالَ فَهَلْ تَرَاهُنَّ تَزْكُنَ
شَيْئًا

رواہ الترمذی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ،۔۔۔ رات میں نے آپ کو دعا کرتے سنا، اس دعا میں سے یہ الفاظ مجھے پوری طرح پہونچے، آپ اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہے تھے، "اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي
— تا — وَبَارِكْ لِي فِيمَا رَزَقْتَنِي" (اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما
اور میرے لئے میرے گھر میں وسعت عطا فرما، اور تو نے جو رزق مجھے عطا فرمایا ہے اس میں
میرے لئے برکت دے)۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے دیکھا
ان مختصر لفظوں نے کچھ بھی چھوڑا (جامع ترمذی)

(تشریح) اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس بندے کے رزق میں برکت دی جائے اس کو رہنے
بسنے کے لئے ایسا مکان عطا ہو جس کو وہ اپنے لئے کافی سمجھے اور اس میں وسعت محسوس کرے اور
آخرت کیلئے اس کی لغزشوں گناہوں کی مغفرت اور معافی کا فیصلہ ہو جائے تو اس کو سب ہی
بکھل گیا۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری جملہ "هَلْ تَرَاهُنَّ تَزْكُنَ
شَيْئًا" کا مطلب یہی ہے کہ بندے کو جو کچھ چاہئے وہ اس مختصر سی دعا میں سب آگیا ہے
چھوٹے چھوٹے ان تین کلموں نے کچھ بھی نہیں چھوڑا ہے۔

(۲۲۹) عَنْ طَارِقِ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا هُ رَجُلٌ فَقَالَ كَيْفَ أَقُولُ حِينَ أَسْأَلُ
رَبِّي قَالَ قُلْ "اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَعَافِنِي وَ

أَرْزُقْنِي، (وَجَمَعَ أَصَابِعَهُ الْأَرْبَعِ إِلَّا الْإِصْبَاهُ) فَإِنِ
هُوَ لَأَعْيَجَمَنَّ لَكَ دِينُكَ وَدُنْيَاكَ۔

رواہ ابن ابی شیبہ

حضرت طارق الشعمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا کہ: مجھے بتا دیجئے کہ جب میں اپنے پروردگار سے مانگوں تو کس طرح عرض کروں اور کیا عرض کروں؟
آپ نے فرمایا: یوں عرض کیا کرو: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ
وَأَرْزُقْنِيْ (اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے اور مجھے بخشدے، رحم فرما، اور بہ رحمت فرما
مجھے عافیت اور آرام و چین نصیب فرما، اور مجھے روزی سطا فرما)۔ اس کے بعد آپ نے
اپنے ہاتھ کی چاروں انگلیاں ملا کر ۴ کا اشارہ کیا اور فرمایا کہ: یہ چار انگلیاں
تیری دینی اور دنیوی ساری ضرورتوں پر حاوی ہیں۔

(ابن ابی شیبہ)

(تشریح) بلاشبہ جس کو دنیا میں بقدر ضرورت دے گا، اور دین میں اللہ تعالیٰ کی عزت سے عطا ہو جائے اور آخرت میں اس کے لئے جنت اور جنت کا فیصلہ ہو جائے اسے سب کچھ مل گیا۔ یہ دعا جس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمائی ہوئی نہایت جامع اور مختصر دعاؤں میں سے ہے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی شخص اسلام لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نماز کی تعلیم فرماتے، اور اس دعا کی تلقین فرماتے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ
وَعَافِنِيْ وَأَرْزُقْنِيْ۔

(۴۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: قَدْ رَزَقَكَ وَأَدَّخَلَكَ فِي رِزْقِهِ نِكَاحًا، فَإِنْ خَشِيَ أَحَدُكُمْ فِي

طَاعَتِكَ وَاخْتِمْ لِي بِخَيْرٍ عَمَلِي وَاجْعَلْ ثَوَابَهُ الْجَنَّةَ۔

رواد البیہقی فی السنن

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا روایت کی ہے:-
”اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ۔۔۔ تا۔۔۔ وَاجْعَلْ ثَوَابَهُ الْجَنَّةَ“ (اے اللہ!

مجھے اپنی قدرت سے عافیت عطا فرما اور مجھے اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے، اور میری
زندگی اپنی طاعت و عبادت میں پوری کر دے (یعنی میں زندگی کے آخری لمحہ تک تیری
طاعت و عبادت کرتا رہوں) اور میرے بہترین عمل پر میرا ثناء فرما اور اس کے صلے میں
مجھے جنت عطا فرما)۔۔۔۔۔ (سنن کبریٰ بیہقی)

(۲۳۱) عَنِ ابْنِ سَعْدٍ (مَوْثُوْعًا) ”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ
مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ كُھْمَا اِلَّا اَنْتَ۔“
مداد الطبری فی النکیر۔

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا روایت
کی ہے:- ”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ۔۔۔ تا۔۔۔ اِلَّا اَنْتَ“ (اے اللہ!
میں تجھ سے تیرا فضل و رحمت مانگتا ہوں، بس تو ہی فضل و رحمت کا مالک ہے)۔
(معجم کبیر طبرانی)

(ترجمہ) اسی سلسلہ معارف الحدیث میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے
جو دعائیں اور مانتیں نصیب ہوں ان کو قرآن و حدیث کی زبان میں ”فضل“ سے تعبیر
کیا جاتا ہے اور روحانی و اخروی نعمتوں کو ”رحمت“ سے۔ اس پر آپ اس دعا کا مطلب
یہ بتا رہے ہیں کہ:- اے اللہ! فیوض و اخروی و دُعاویٰ سب نعمتوں کا مالک تو ہی ہے،
تیرے سوا کوئی نہیں ہے جو کچھ بھی دے سکے، اس لئے میں تجھ ہی سے دونوں قسم کی نعمتوں کا
طالب و سائل ہوں۔

(۲۳۲) عَنْ ابْنِ عُمَرَ (مَرْفُوعًا) "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ

عِیْشَةً نَّقِیَّةً وَمِیْتَةً سَوِیَّةً وَمَرَدًّا غَیْرَ مُعْزِیٍّ وَ لَا

فَاضِحٍ" _____ رواہ البزار والحاکم والطبرانی فی الکبیر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا روایت

کی ہے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ _____ تا _____ وَ لَا فَاضِحٍ" (اے اللہ!

میں تجھ سے مانگتا ہوں پاک صاف زندگی اور ڈھنگ کی موت (جس میں کوئی بڑائی نہ ہو)

اور (اصلی وطن آخرت کی طرف) ایسی مروجت جس میں رسوائی اور فضیحت نہ ہو)۔

(مسند بزار، مستدرک حاکم، معجم کبیر طبرانی)

(تشریح) آدمی کے لئے تین ہی مرحلے ہیں:۔ ایک اس دنیا کی زندگی کا مرحلہ، دوسرا موت

کا مرحلہ اور تیسرا دُرا آخرت کا مرحلہ۔ اس مختصر دعا میں تینوں مرحلوں کے لئے بڑے سادہ انداز

میں بہترین دُعا موجود ہے۔

(۲۳۳) عَنْ ابْنِ مَرْزُوقٍ (مَرْفُوعًا) "اَللّٰهُمَّ اَنْفَعْنِیْ بِمَا

عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ وَ زِدْنِیْ عِلْمًا اَحْمَدُ لِلّٰهِ عَلٰی

کُلِّ حَالٍ وَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ"

_____ رواہ الترمذی وابن ماجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا روایت

کی ہے: "اَللّٰهُمَّ اَنْفَعْنِیْ _____ تا _____ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ"

(اے اللہ! جو کچھ علم تو نے مجھے عطا فرمایا اس کو میرے لئے نفع مند بنادے (یعنی مجھے اس پر

عمل کرنے کی توفیق دے) اور مجھے وہ علم عطا فرما جو میرے لئے نافع ہو اور میرے علم میں

اضافہ فرما۔ اللہ کے لئے حمد و ستائش ہے ہر حال میں، اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

(وہ چیز جس کے حال سے) _____ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

(۲۳۴) عَنْ ابْنِ عُمَرَ (مَرْخُوعًا) "اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرَفَةَ عَيْنٍ وَلَا تَنْزِعْ مِنِّيْ صَاحِجَ مَا اَعْطَيْتَنِيْ"

رواہ البزار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دُعا روایت کی ہے، "اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْنِيْ" — تا — "مَا اَعْطَيْتَنِيْ" (اے اللہ مجھے پل بھر کے لئے میرے نفس کے حوالہ نہ کر، اور جو کوئی اچھی چیز (اچھا عمل یا اچھا حسان) تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس کو مجھ سے واپس نہ لے) (مسند بزار)

(تشریح) بندوں کے پاس جو کچھ خیر ہے وہ صرف اللہ کی توفیق اور اس کی عطیہ ہے اگر اللہ تعالیٰ ایک لمحہ کے لئے بھی نگاہِ کرم پھیر لے اور بندے کو اس کے نفس کے حوالہ کر دے تو وہ محروم ہو کے رہ جائے گا، اس لئے ہر عارف بندے کے دل کی یہ صدا ہوتی ہے کہ: — اے اللہ! ایک لمحہ کے لئے مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کر، ہر دم میری نگرانی اور مجھ پر نظرِ کرم فرما۔

(۲۳۵) عَنْ عَائِشَةَ (مَرْخُوعًا) "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَيَّ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّيْ وَ اِنْقِطَاعِ عُمُرِيْ"

رواہ الحاکم

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دُعا روایت کی ہے، "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ" — تا — "وَ اِنْقِطَاعِ عُمُرِيْ" (اے اللہ! میرے بڑھاپے کے دنوں میں اور میری عمر کے آخری حصے میں میری روزی میں زیادہ سے زیادہ رزق عطا فرما)۔

(مسند دارالحدیث)

(تشریح) بڑھاپے میں اور عمر کے آخری حصے میں رزق کی تنگی زیادہ کلیف دہ ہو سکتی ہے

کیونکہ آدمی اس وقت دوڑ بھاگ اور جدوجہد کے قابل نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں وہ موت کے قرب کا زمانہ ہوتا ہے، اور ہر مومن کی آرزو یہ ہونی چاہئے کہ اس زمانہ میں آدمی اللہ کی یاد اور آخرت کی تیاری کے لئے دوسری تمام فکروں سے فارغ اور آزاد ہو، اس لئے یہ سنوئے عا ہر مومن کے دل کی دھڑکن ہونی چاہئے: **”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوْسَمَ رِزْقِكَ عَمَلِيْ عِنْدَ كِبَرِ سِنِيْ وَ اِنْقِطَاعِ عُمْرِيْ“**

(۲۳۶) عَنْ اَنَسٍ (مَرْفُوعًا) **”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ عُمْرِيْ اٰخِرَةً وَ خَيْرَ عَمَلِيْ خَوَاتِمَةً وَ خَيْرَ اَيَّامِيْ يَوْمَ الْقَالِ فِيْهِ“** رواہ الطبرانی

حضرت انس رضی اللہ عنہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا روایت کی ہے **”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ عُمْرِيْ يَوْمَ الْقَالِ فِيْهِ“** رواہ الطبرانی۔
 (۲۳۷) عَنْ اَنَسٍ (مَرْفُوعًا) **”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ عُمْرِيْ اٰخِرَةً وَ خَيْرَ عَمَلِيْ خَوَاتِمَةً وَ خَيْرَ اَيَّامِيْ يَوْمَ الْقَالِ فِيْهِ“** رواہ الطبرانی۔

(۲۳۸) عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ (مَرْفُوعًا) **”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ رِزْقًا وَارِثًا وَ اَرْضًا عَمًا وَ قَبْرًا مَيِّتًا وَ اَدْنٰى لَنَا الْجَنَّةَ وَ بَعْدًا مِنَ النَّارِ وَ اَصْلَحْ لَنَا شَأْنًا كَلًّا“** رواہ الطبرانی۔

رواہ الطبرانی: ابن ماجہ، الترمذی، ابی داؤد، ابن کثیر

حضرت ابی اُمَامَہ رضی اللہ عنہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا روایت کی ہے: **”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ رِزْقًا وَارِثًا وَ اَرْضًا عَمًا وَ قَبْرًا مَيِّتًا وَ اَدْنٰى لَنَا الْجَنَّةَ وَ بَعْدًا مِنَ النَّارِ وَ اَصْلَحْ لَنَا شَأْنًا كَلًّا“** رواہ الطبرانی۔

معاذات و دستِ فرماست)۔ آپ سے عرض کیا گیا: حضور! ہمارے لئے اور کیا دعا
دعا فرمائیے؟۔ آپ نے فرمایا:۔ کیا (اس دعا میں جو میں نے ابھی کی) ساری خیر
کو ہم نے جمع نہیں کر لیا۔۔۔۔۔ (مسند احمد، سنن ابن ماجہ، معجم کبیر طبرانی)
(تفسیر شرح) اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے نفرت اور خشش مانگی گئی ہے، رحمت مانگی گئی ہے
اللہ کی رضا اور قبولیت مانگی گئی ہے، جنت کا داخلہ اور دوزخ سے نجات مانگی گئی ہے، اور
سب سے آخر میں دعا مانگی گئی ہے کہ ہمارے جملہ معاملات اور سارے حالات درست فرما
(وَاخِرْ لَنَا دَعَاؤَنَا اِنَّكَ اَكْبَرُ)۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد کوئی بھی انسانی حاجت اور ضرورت
باقی نہیں رہتی۔ اس سے زیادہ جو کچھ مانگا جائے گا وہ اسی اجمال کی تفصیل ہوگی۔ اسی لئے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَوَلَيْسَ قَدْ جَمَعْنَا الْخَيْرَ كُلَّهُ" (یعنی
اس دعا میں ہر سب سے کچھ لیا ہے جو انسان کو دنیا اور آخرت میں مطلوب ہو سکتا ہے)۔

وَاخِرْ لَنَا دَعَاؤَنَا اِنَّكَ اَكْبَرُ
وَاخِرْ لَنَا دَعَاؤَنَا اِنَّكَ اَكْبَرُ
وَاخِرْ لَنَا دَعَاؤَنَا اِنَّكَ اَكْبَرُ
وَاخِرْ لَنَا دَعَاؤَنَا اِنَّكَ اَكْبَرُ
وَاخِرْ لَنَا دَعَاؤَنَا اِنَّكَ اَكْبَرُ
وَاخِرْ لَنَا دَعَاؤَنَا اِنَّكَ اَكْبَرُ
وَاخِرْ لَنَا دَعَاؤَنَا اِنَّكَ اَكْبَرُ
وَاخِرْ لَنَا دَعَاؤَنَا اِنَّكَ اَكْبَرُ

رواہ احمد والترمذی

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور اس وقت آپ کی وہ کیفیت ہو گئی جو نزولِ وحی کے وقت
ہو جایا کرتی تھی، جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ قہر و ہول کے دریا تھک اٹھا کے یہ دعا
فرمائی: "اَللّٰهُمَّ رِزْنَا"۔۔۔۔۔ نا۔۔۔۔۔ وَاَرْضَ عَنَّا" (اے اللہ! ہماری
تو راہِ دنیاہ تھی اور ارضاء فرما، کسی نہ فرما، اور ہمیں عزت و عظمت عطا فرما)

ہماری امانت و ذلت نہ فرما، ہمیں اپنی ہر طرح کی نعمتیں عطا فرما، ہمیں محروم نہ فرما، ہمیں
اپنا لے، ہمارے مقابلے میں دوسروں کو ترجیح نہ دے، ہم سے راضی ہو جاو، ہمیں خوش
کر دے۔ (مسند احمد، جامع ترمذی)

(تشریح) اس حدیث میں آگے یہ بھی ہے کہ اس وقت آپ پر سورۃ مومنون کی ابتداء
دس آیتیں نازل ہوئی تھیں، ان کا آپ کے قلب مبارک پر غیر معمولی اثر تھا، اسی اثر کے
ماتحت آپ نے خاص اہتمام سے اپنی جماعت اور اُمت کے لئے یہ دعا فرمائی۔ اس سے
یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی دعا زیادہ اہتمام سے کرنی ہو تو بہتر ہے کہ قبلہ رو ہو کر اور ہاتھ
اٹھا کر کی جائے۔

(۲۳۹) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ (مَرْفُوعًا) «اللَّهُمَّ أَصْلِحْ ذَاتَ
بَيْنِنَا وَآلِفَ بَيْنَ قُلُوبِنَا وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا
مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا
وَمَا بَاطَنَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي أَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا
وَقُلُوبِنَا وَأَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ
أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ وَاجْعَلْنَا شَاكِرِينَ لِنِعْمَتِكَ
مُتَمِّينَ بِهَا قَائِلِينَ بِهَا وَأَقْرَبَهَا عَلَيْنَا»

رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ
دعا روایت کی ہے: «اللَّهُمَّ أَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا _____ تا _____

وَأَقْرَبَهَا عَلَيْنَا» (لے اللہ! ہمارے آپس کے تعلقات درست فرما دے اور
ہمارے دلوں کو جوڑ دے، اور ہمیں سلامتی کے راستوں پر چلا، اور ہر طرح کی گمراہیوں سے
نکال کر ہمیں نور کی طرف لا، اور ظاہری و باطنی قسم کی ساری بے حیائیوں سے ہمیں بچا۔

اے اللہ! ہماری سماعت و بصارت اور ہمارے قلوب میں اور اسی طرح ہمارے بیوی بچوں میں
برکت عطا فرما، اور ہماری توبہ قبول فرما کر ہم پر عنایت فرما، تو بڑا عنایت فرما بڑا مہربان ہو
اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزار اور نانا خواں اور قدر کے ساتھ قبول کرنے والا بنا، اور ہمیں
اپنی وہ نعمتیں بھرپور عطا فرما۔ (مجمع کبیر طبرانی، مستدرک حاکم)

(تشریح) اس جامع ترین دُعا میں سب سے پہلے آپس کے تعلقات کی درستی اور دلوں کے
جوڑ کی استدعا کی گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر دلوں میں پھوٹ اور سینوں میں بغض و عداوت ہو
تو دین بھی برباد ہوتا ہے اور دنیا بھی۔ اللہ تعالیٰ کی دینی و دنیوی اور مادی و روحانی ساری
نعمتوں سے صحیح طور پر فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ معاشرہ بغض و عداوت کے عذاب
سے محفوظ ہو۔ علاوہ ازیں اہل ایمان کے دلوں کا باہمی جوڑ اور ان کے تعلقات
کی خوشگواہی بجائے خود اہم مطلوبات میں سے ہے۔

آنکھوں، کانوں اور بیوی بچوں وغیرہ میں برکت کا مطلب یہ ہے کہ یہ نعمتیں برابر
نصیب رہیں۔ اور ان سے وہ فوائد و برکات حاصل ہوتے رہیں جو اللہ تعالیٰ نے
ان میں رکھے ہیں۔

نعمتوں کی قدر اور ان پر شکر و حمد کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتی ہے
اور ان سے محرومی بہت بڑی محرومی ہے، اس لئے اس کو بھی اللہ سے مانگنا چاہئے، اور
ایک محتاج بندے کی حیثیت سے ہر نعمت کے اتمام کی بھی اس سے استدعا کرنی چاہئے۔

(۲۴۰) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا رَدَّتْ آعِطَ نَفْسِي تَقْوَاهَا
وَزَكَّاهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ ذَكَاهَا أَنْتَ وَلِيَّهَا وَمَوْلَاهَا۔

رواہ احمد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا

روایت کی ہے: "رَبِّ آعِطِ نَفْسِي تَقْوَاهَا۔ أَنْتَ خَيْرُ مَنْ ذَكَاهَا أَنْتَ وَلِيَّهَا وَمَوْلَاهَا۔"

اے میرے رب! میرے نفس کو تقویٰ سے آراستہ فرما اور (اس کی گندگیاں دُور فرما کر) اس کو پاکیزہ بنادے، تو ہی سب اچھا پاکیزہ بنانے والا ہے، تو ہی اس کا دہلی اور مالک مولیٰ ہے۔

(مسند احمد)

(۲۴۱) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ (مَرْخُوعًا) قُلَّ "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ نَفْسًا مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِإِلْقَائِكَ وَتَرْضَى بِقَضَائِكَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِكَ"

رواہ الضیاء فی المختارہ والطبرانی فی الکبیر

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا روایت کی ہے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ _____ تا _____ تَقْنَعُ بِعَطَائِكَ" (اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں "نفس مطمئنہ" یعنی ایسا نفس جس کو تیری طرف سے اطمینان اور جمعیت کی دولت نصیب ہو، اور مرنے کے بعد تیرے حضور میں حاضری کا اس کو کامل یقین ہو اور تیرے فیصلوں پر وہ رضی و مطمئن ہو، اور تیری طرف سے جو کچھ ملے وہ اس پر قانع ہو) _____ (مختارہ للضیاء المقدسی، معجم کبیر طبرانی)

(تشریح) "نفس مطمئنہ" وہی ہے جس میں یہ صفات پائی جائیں، اور یہ وہ نعمت ہے جو خاص ہی خاص بندوں کو عطا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔

(۲۴۲) عَنِ الْحَارِثِ قَالَ قَالَ لِي عَلِيٌّ أَلَا أَعْلَمُكَ دُعَاءَ عَلَمَنِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ بَلَى قَالَ قُلْ "اللَّهُمَّ اخْتِمْ مَسَامِعَ قُلُوبِي لِذِكْرِكَ وَادْرُقْنِي طَاعَتَكَ وَطَاعَةَ رَسُولِكَ وَعَمَلًا بِكِتَابِكَ"

رواہ الطبرانی فی الاوسط

حادثہ عور سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ، میں تم کو ایک دُعا بتاؤں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تھی! میں نے عرض کیا: ضرور بتائیے! آپ نے فرمایا: یوں عرض کیا کرو: ”اَللّٰهُمَّ اَفْتَحْ مَسَامِعَ قَلْبِيْ۔۔۔“ وَ عَمَلًا بِكِتَابِكَ “ (اے اللہ! تو اپنے ذکر کے لئے (یعنی اپنی ہدایت و نصیحت قرآن پاک کے لئے) میرے دل کے کان کھول دے، اور مجھے اپنی اور اپنے رسول پاک کی تابعداری کی اور اپنی کتاب پاک قرآن مجید پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما)۔
(معجم اوسط للطبرانی)

(۲۴۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (مَرْخُوعًا) ”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ اَخْشَاكَ كَمَا نِيْ اَدَاكَ اَبَدًا حَتّٰى اَلْقَاكَ وَ اَسْعِدْنِيْ بِتَقْوَاكَ وَ لَا تُشْقِنِيْ بِمَعْصِيَّتِكَ“

رواہ الطبرانی فی الاوسط

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا روایت کی ہے: ”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ۔۔۔“ وَ لَا تُشْقِنِيْ بِمَعْصِيَّتِكَ“ (اے اللہ! میرا حال ایسا کر دے کہ میرے حضور میں حاضر ہونے تک (یعنی مرتے دم تک) تیرے قہر و بلال سے میں ہر وقت اس طرح ترسوں و لرزاں رہوں کہ گویا ہر دم تجھے دیکھ رہا ہوں اور اپنے خوف و تقوے کی دولت نصیب فرما کر مجھے خوش بخت کرے اور ایسا نہ ہو کہ تیری نافرمانی کر کے میں بد بختی میں مبتلا ہو جاؤں)۔

(معجم اوسط طبرانی)

(تشریح) غور کیا جائے مندرجہ بالا دُعاؤں میں خاص کر اس دُعا میں کتنے مختصر الفاظ ہیں کتنی عظیم نعمتوں کی استدعا کی گئی ہے۔ یہ دُعا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص میراث میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ان کی قدر و قیمت کو سمجھیں۔

(۲۴۴) عَنْ ابْنِ عُمَرَ (مَرْقُوعًا) "اَللّٰهُمَّ اِذْ رُقِیْ
عَنْنِیْ هَکَآلَتَنِیْ نَسِیَانَ الْقَلْبِ بِذُرُوفِ! لَدِّمَحِ
مِنْ خَشْبِیْكَ مَبْلًا نَّ تَکُوْنُ الدَّمُ دَمْعًا وَالْأَضْرَاسُ
جَمْرًا" رواه ابن عساکر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا
روایت کی ہے: "اَللّٰهُمَّ اِذْ رُقِیْ نا وَالْأَضْرَاسُ جَمْرًا"
(اے اللہ! مجھے وہ آنکھیں نصیب فرما جو تیرے عذاب اور غضب کے خوف سے آنسوؤں کی
بارش برسا کر دل کو سیراب کر دیں اُس گھڑی کے آنے سے پہلے جب بہت سی آنکھیں
خون کے آنسو روئیں گی اور بہت سے مجرمین کی ڈاڑھیں انگارہ بن جائیں گی)۔

ابن عساکر

(تشریح) جن کو اللہ نے حقائق کی معرفت دی ہے ان کے نزدیک وہی آنکھ زندہ اور
بینا ہے جو اللہ کے خوف سے روئے اور آنسوؤں کی بارش برسائے ان کے دل اسی بارش
سے سیراب ہوتے ہیں، اس لئے وہ اللہ سے رونے والی آنکھیں مانگتے ہیں۔

(۲۴۵) عَنْ الْمَيْثِمِ الطَّائِي (مَرْقُوعًا) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ
حُبَّكَ اَحَدَ الْاَشْيَاءِ اِلَيَّ كَلِيْلًا وَاجْعَلْ خَشْبَتَكَ
اَخْوَفَ الْاَشْيَاءِ عِنْدِيْ وَاَقْطَعْ عَنِّيْ حَاجَاتِ الدُّنْيَا
بِالسَّقْوِ اِلَى لِقَائِكَ وَاِذَا اَفْرَرْتَ اَعْمَبْنِ اَهْلَ الدُّنْيَا
مِنْ دُنْبَاهُمْ فَاَفِرُّ عَيْنِيْ مِنْ عِبَادَتِكَ۔

رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ

میشم بن مالک طائی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا روایت

کی ہے: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ نا مِنْ عِبَادَتِكَ"۔

(اے اللہ! ایسا کر دے کہ کائنات کی ساری چیزوں سے زیادہ مجھے تیری محبت ہو، اور ساری چیزوں سے زیادہ مجھے تیرا خوف ہو۔ اور اپنی ملاقات کے شوق کو مجھ پر اتنا طاری کر دے کہ دنیا کی ساری حاجتوں کا احساس اس کی وحدہ سے فنا ہو جائے، اور جہاں تو بہت سے اہل دنیا کو ان کی مرغوبات دے کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرنا ہے تو میری آنکھیں طاعنہ... و عبادت سے ٹھنڈی کر یعنی مجھے عبادت کا وہ دوق و شوق بخشنے کہ اس میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو، اور پھر مجھے عبادت کی بھرپور توفیق دے)

(علیہ ابی نعیم)

(۲۴۶) عَنْ أَبِي الدُّدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوُدَ يَقُولُ "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَأَهْلِي وَمِنْ الْمَاءِ الْبَارِدِ" قَالَ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَكَرَ دَاوُدَ يَحْدِثُ عَنْهُ قَالَ كَانَ أَعْنَدَ الْبَشَرَ.

رواہ الترمذی

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :- اللہ کے پیغمبر داؤد (علیہ السلام) جو دعائیں کرتے تھے ان میں ایک خاص دعا یہ بھی تھی "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ" تا

وَمِنْ الْمَاءِ الْبَارِدِ" (اے میرے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں تیری محبت (یعنی مجھے اپنی محبت عطا فرما) اور اپنے اُن بندوں کی محبت بھی مجھے عطا فرما جو تجھ سے محبت کرتے ہیں، اور اُن اعمال کی بھی محبت مجھے عطا فرما جو تیری محبت کے مفتاح تک پہنچاتے ہوں۔ اے اللہ! ایسا کر دے کہ اپنی جان اور اہل و عیال کی محبت اور ٹھنڈی

پانی کی چاہت سے بھی زیادہ مجھ تیری محبت اور چاہت ہو)۔ حضرت
ابو الدرداء رضی اللہ عنہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت
داؤد علیہ السلام کا ذکر فرماتے تو ان کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ:۔ وہ بہت ہی
زیادہ عبادت گزار بندے تھے۔ (جامع ترمذی)

(نشر صحیح) حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ دعا جو ان کے جذبہ محبت اور عشق الہی کی
آئینہ دار تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی پسند تھی، اسی لئے آپ نے خاص طور سے
صحابہ کرام کو بتلائی۔ وصف نبوت اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام کا مشترک
مشترک ہے، لیکن اس کے علاوہ بعض انبیاء علیہم السلام کے کچھ خصائص بھی ہوتے ہیں جن میں
وہ دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کثرت عبادت حضرت داؤد
علیہ السلام کی امتیازی خصوصیت تھی

(۲۴۷) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطَّابِيِّ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ فِي
دُعَائِهِ "اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي حُبَّكَ وَعُبَّكَ مَنْ يَذْفَعُنِي
حُبُّكَ إِلَى اللَّهِ مَا رَزَقْتَنِي مِمَّا أَحْبَبْتَ فَاجْعَلْهُ
قُدْرَةً لِي فِي مَا تُحِبُّ وَمَا رَزَقْتَنِي عَنِّي مِمَّا أَحْبَبْتَ فَاجْعَلْهُ
قُرْآنًا لِي فِي مَا تُحِبُّ"۔ رواه الترمذی

حضرت عبدالرحمن بن یزید خطیبی انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ایک دُعا بھی کیا کرتے تھے:۔ اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي۔۔۔ تا۔۔۔
یہ کائنات،۔۔۔ اللہ! مجھے اپنی محبت عطا فرما دو اپنے ان بندوں کی محبت عطا
فرما جن کی خست میرے لئے تیرے نزدیک نفع مند ہو۔ اے اللہ! میری چاہت اور
دُعا کی جو چیزیں تیرے مجھے عطا فرمائی ہیں ان سے مجھے ان کاموں میں تقویت پہنچاؤ

مجھے محبوب ہیں، اور میری رغبت و چاہت کی جو چیزیں تو نے مجھے عطا نہیں فرمائیں
 (اور میرے اوقات کو ان سے فارغ رکھا) تو مجھے توفیق دے کہ میں اس فراغ کو ان
 کاموں میں استعمال کروں جو مجھے محبوب ہیں) ————— (جامع ترمذی)

(تشریح) آدمی کو اس کی مرغوبات دے دی جائیں تو اس کا بھی امکان ہے کہ وہ ان میں
 مست اور منہمک ہو کر خدا سے غافل ہو جائے، یا وہ ان کو اس طرح استعمال کرے کہ معاذ اللہ
 خدا سے اور دُور ہو جائے۔ اسی طرح مرغوبات نہ ملنے کی صورت میں بھی امکان ہے کہ وہ
 دوسری قسم کی خرافات میں اپنا وقت برباد کرے۔ اس لئے بندے کو برابر
 یہ دُعا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اگر اس کی مرغوبات عطا فرمائے تو اس کو اس کی بھی توفیق
 دے کہ وہ مرغوبات کو تقرب الی اللہ کا وسیلہ بنائے، اور اگر مرغوبات نہ ملیں اور اس کی وجہ سے
 فرصت و فراغ حاصل ہو تو اس کو توفیق ملے کہ فارغ اور خالی وقت کو اللہ تعالیٰ کی مرضیت
 ہی میں لگائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دُعا اور اس کا ہر جزو
 بلاشبہ معرفت کا خزانہ ہے۔

(۲۳۸) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ "اللَّهُمَّ إِلَهِي رُشْدِي وَاعِزِّي
 مِنْ شَرِّ نَفْسِي" رواه الترمذی

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے مجھے یہ دُعا تلقین فرمائی: "اللَّهُمَّ إِلَهِي رُشْدِي وَاعِزِّي
 مِنْ شَرِّ نَفْسِي" (اے میرے اللہ! میرے دل میں وہ ڈال جس میں میرے
 لئے بھلائی اور بہتری ہو، اور میرے نفس کے شر سے مجھے بچا، اور اپنی پناہ میں رکھ)۔

(جامع ترمذی)

(۲۳۹) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ أَكْثَرَ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ عِنْدَهَا يَأْمُقَلِّبُ الْقُلُوبَ ثَبَّتَ قَلْبِي
عَلَى دِينِكَ” ————— رواه الترمذی

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے پاس ہوتے تو اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے: ”يَا مُقَلِّبُ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ“ (اے دلوں کو پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت و قائم رکھ) ————— (جامع ترمذی)

(تشریح) اس روایت میں آگے حضرت اُمّ سلمہؓ کا یہ بیان بھی ہے کہ میں نے ایک دن حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ: کیا بات ہے کہ آپ اکثر و بیشتر یہ دعا کرتے ہیں؟ (حضرت اُمّ سلمہؓ کا مطلب غالباً اس سوال سے یہی ہو گا کہ آپ تو غرضوں سے محفوظ ہیں پھر آپ یہ دعا کیوں کرتے ہیں)۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ہر آدمی کا دل اللہ کے ہاتھ میں ہے اُسی کے اختیار میں ہے جن کا دل چاہے سیدھا رکھے اور جس کا چاہے ٹیڑھا کرے۔ آپ کے اس جواب کا مطلب یہ ہوا کہ میرا معاملہ بھی اللہ کی مشیت پر موقوف ہو اس لئے مجھے بھی اس سے دعا مانگنے کی ضرورت ہے۔ بلاشبہ جس بندے کو اپنے نفس کی اور ساتھ ہی اپنے رب کی معرفت نصیب ہوگی اُس کا یہی حال ہو گا اور وہ کبھی اپنے کو مومن و محفوظ نہیں سمجھے گا۔ بندوں کے حق میں یہی بلندی اور کمال ہے۔

”قربا زرا بیش بود حیرانی“

(۲۵۰) عَنْ ابْنِ عُمَرَ (مَرْقُوعًا) ”اللَّهُمَّ إِنِّي ضَعِيفٌ
فَقْوٌ فِي رِضَاكَ ضَعِيفٌ وَخَذُّ إِلَى الْخَيْرِ بِتَصَدِيقِي
وَاجْعَلِ الْإِسْلَامَ مِنْهُمْ رِضَائِي اللَّهُمَّ إِنِّي ضَعِيفٌ
فَقْوٌ وَإِنِّي ذَلِيلٌ قَاهِزٌ ذِلَّتِي فَقِيرٌ خَارٍ رَقِئِي“

————— رواه الطبرانی فی المعجم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا روایت کی ہے: **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ تَا_____ قَلِیْلٌ فَخْزٌ خَاذِلٌ وَفِیْ**
 (اے میرے اللہ! میں تیرا ایک کمزور بندہ ہوں تو اپنی رضا طلبی کی راہ میں میری کمزوری کو قوت سے بدل دے) تاکہ میں پوری تہجد ہی اور غیر رفتاری سے تیری رضا کے لئے کام کر سکوں، اور میری پیشانی پر کچے میرا رخِ خیر کی طہرت کر دے، اور اسلام کو میرا منہائے رضا بنادے (یعنی میری انتہائی خوشی یہ ہو کہ میں اور اسلام ہو جاؤں)۔ **اَللّٰهُمَّ**
 میں ضعیف و ناتواں ہوں، تو میری ناتوانی کو توانائی سے بدل دے، اور میں ذلت و پستی کے حال میں ہوں تو مجھے عزت بخش دے، اور میں فقیر و نادار ہوں تو مجھے میری ضروریات عطا فرما دے)۔ (معجم کبیر طبرانی)

(۲۵۱) عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ (مَرْضُوْعًا) اِلَیْكَ رَبِّ فَحَبِّبْنِیْ وَفِیْ نَفْسِیْ لَكَ فَذَلِّلْنِیْ وَفِیْ اَعْلٰی السَّمٰوٰتِ خَعَطْ مِیْنِیْ وَرَمِّیْنِ سِتِّیْ اِلَیْ خَلْقٍ فَحَبِّبْنِیْ۔ رواہ ابن لال فی مکارم الاخلاق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا روایت کی ہے: **اَللّٰهُمَّ رَبِّ فَحَبِّبْنِیْ تَا_____ فَحَبِّبْنِیْ**
 (اے میرے پروردگار! مجھے اپنا پیارا بنالے اور مجھے ایسا کر دے کہ میں اپنے کو تیرے حضور میں لیل سمجھوں، اور دوسرے بندوں کی نگاہ میں مجھے ماحظمت بنادے، اور بُرے اخلاق سے مجھے بالکل بچا دے اور دُور رکھ۔ (مکارم الاخلاق لابن لال)

(تشریح) کسی بندے سے اللہ تعالیٰ کا محبت فرمانا عظیم ترین دولت ہے جس کی ہر مومن کو دلی آرزو ہونی چاہیے، اس دُعا میں سب سے پہلے یہی نعمت مانگی گئی ہے۔ اسی طرح یہ بھی بندے پر اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے کہ وہ خود کو تودیل و حقیر سمجھے لیکن اللہ کے بندے اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں اور اس کا احترام و اکرام کریں۔

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي يَدْعُوَ بِهٖ كَزِيحِي ۖ ۝ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي فِي عَيْنِي صَغِيرًا وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيرًا ۝

(۲۵۲) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ ۝ اللَّهُمَّ أَنْتَ الْخَلَّاقُ الْعَظِيمُ اللَّهُمَّ أَنْتَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اللَّهُمَّ أَنْتَ غَفُورٌ رَحِيمٌ اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ اللَّهُمَّ أَنْتَ الْخَوَّادُ الْكَرِيمُ فَاغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي وَاسْتُرْنِي وَاجْبُرْنِي وَارْفَعْنِي وَاهْدِنِي وَلَا تُضِلَّنِي وَادْخِلْنِي الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۝
تَعْلَمُهُمْ وَعَلِمَهُمْ عَقِبَكَ مِنْ بَعْدِكَ ۝

رواہ الدیلمی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دعا تلقین فرمائی: ۝ اللَّهُمَّ أَنْتَ الْخَلَّاقُ الْعَظِيمُ ۝ تا۔
بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۝ (اے میرے اللہ! تو خالقِ کل اور خلقِ عظیم
تو سمیع و علیم (سب کچھ سننے والا اور جاننے والا) ہے۔ تو غفور و رحیم (بخشنے والا اور
نہایت مہربان) ہے۔ تو مالکِ عرشِ عظیم ہے، تو نہایت قیاس اور کریم ہے۔
اپنی ان عالی صفات کے صدقہ میں تو مجھے بخشدے، مجھ پر رحمت فرما، مجھے عافیت عطا
فرما، مجھے رزق نصیب فرما، میری پردہ داری فرما، میری شکستگی کو جوڑ دے، مجھے عزت
ورفعت عطا فرما، مجھے اپنی راہ پر چلا، مجھے گمراہی سے بچا۔ اور اے ارحم الراحمین

اے اللہ! مجھے اپنی نظر میں چھوٹا اور حقیر بنادے اور دوستوں کوں کی نگاہ میں بڑا کر دے۔ ۱۷۔

(مرنے کے بعد آخرت میں) اپنی رحمت سے مجھے جنت میں داخل نصیب فرما) —
 (حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تلقین فرمائی اور مجھے
 ارشاد فرمایا): — اس کو سیکھ لو اور اپنے بعد والوں کو سکھاؤ۔
 (مسند فردوس دینی)

(تشریح) کس قدر جامع دعا ہے! اس کو نہ سیکھنا اور اس سے فائدہ نہ اٹھانا بلاشبہ
 بڑے خسارے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ان انمول جواہرات کی قدر نصیب فرمائے
 اور ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔



دعواتِ استعاذہ

ذخیرہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دعائیں باثور و منقول ہیں جو آپ نے مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں خود کہیں یا امت کو ان کی تعلیم و تلقین فرمائی ان میں زیادہ تر وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ سے کسی کو نیوی یا آخروی، رکوعاکی یا جسمانی، انفرادی یا اجتماعی نعمت اور بھلائی کا سوال کیا گیا ہے اور مثبت طور پر کسی حاجت اور ضرورت کے لئے استدعا کی گئی ہے۔ ڈیڑھ سو سے کچھ اور جو دعائیں اس سلسلہ میں اب تک راجح ہو چکی ہیں وہ سب اسی قبیل کی تھیں۔ اللہ کے علاوہ بہت سی ایسی دعائیں بھی آچے مروی ہیں جن میں کسی خیر و نعمت اور کسی مثبت حاجت و ضرورت کے سوال کے بجائے دنیا یا آخرت کے کسی شر سے اور کسی بلا اور آفت سے پناہ مانگی گئی ہے اور حفاظت و بچاؤ کی استدعا کی گئی ہے۔ پھر جس طرح پہلی قسم کی دعاؤں کو مجموعی طور پر سامنے رکھ کر یہ کہنا برحق ہے کہ دنیا اور آخرت کی کوئی خیر اور بھلائی اور کوئی حاجت و ضرورت ایسی نہیں ہے جس کی دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے نہ کی ہو، اور امت کو تلقین فرمائی ہو اسی طرح دوسری قسم کی دعاؤں کو پیش نظر رکھ کر یہ کہنا بھی بالکل صحیح ہے کہ دنیا اور آخرت کا کوئی شر، کوئی فساد، کوئی فتنہ اور کوئی بلا اور آفت اس عالم وجود میں ایسی نہیں ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی پناہ نہ مانگی ہو اور امت کو اس کی تلقین

فی الحقیقت دنیا اور آخرت کی کوئی بُرائی اور کوئی تکلیف اور کوئی مصیبت اور کوئی پریشانی ایسی نہیں سوچی جاسکتی جو ان چار عنوانوں کے احاطہ سے باہر ہو۔ ان میں سب سے پہلی چیز ہے:۔
 ”جَهْدُ الْبَلَاءِ“ (کسی بلا کی مشقت اور سختی)۔ بلا ہر اُس حالت کا نام ہے جو انسان کیلئے باعث تکلیف اور موجب پریشانی ہو، اور جس میں اُس کی آسائش ہو، یہ بڑی بھی ہو سکتی ہے اور دینی بھی، روحانی بھی ہو سکتی ہے اور جسمانی بھی، انفرادی بھی ہو سکتی ہے اور اجتماعی بھی۔
 الغرض یہ ایک ہی لفظ تمام مصائب و تکالیف اور آفات و بلیات کو حاوی ہے۔
 اس کے بعد دوسری چیز جس سے پناہ مانگنے کی اس حدیث میں تلقین فرمائی گئی ہے، وہ ہے:۔
 ”كَرَاهَةُ الشَّقَاءِ“ (بدبختی کا لاحق ہونا)۔ اور تیسری چیز ہے:۔ ”سُوءُ الْقَضَاءِ“ (بُری تقدیر)۔ ان دونوں کی جامعیت بھی بالکل ظاہر ہے، جس بندے کو ہر نوع کی بدبختی سے اور بُری تقدیر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت حاصل ہو گئی، بلاشبہ اُسے سب کچھ مل گیا۔
 آخری چیز جس سے پناہ مانگنے کی اس حدیث میں تلقین فرمائی گئی، وہ ہے ”تَهْمَاةُ الْأَعْدَاءِ“ (یعنی کسی مصیبت اور نا کامی پر دشمنوں کا ہنسنا)۔ بلاشبہ دشمنوں کی شہادت اور طعنہ زنی بعض اوقات بُری روحانی تکلیف و اذیت کا باعث ہوتی ہے، اس لئے اُس سے خصوصیت کیساتھ پناہ مانگنے کے لئے فرمایا، اگرچہ اس سے پہلے تین جامع عناوانات اس کو بھی حاوی تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تعمیل میں ان چاروں چیزوں سے پناہ مانگنے کے لئے صحیح اور مناسب الفاظ یہ ہوں گے:۔

”اللَّهُمَّ رَافِعِي أَعْوَدِي بَلَاءِي“ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بلا کی

جَهْدُ الْبَلَاءِ وَكَرَاهِي الشَّقَاءِ سختی سے، اور بدبختی کا لاحق ہونے سے، اور

وَسُوءُ الْقَضَاءِ بُری تقدیر سے، اور دشمنوں کے ہنسے اور

تَهْمَاةِ الْأَعْدَاءِ ان کی طعنہ زنی سے۔

(۲۵۴) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُولُ "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ
وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ
وَعَلْبَةِ الرِّجَالِ" ————— رواه البخارى وسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح
دعا کیا کرتے تھے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ ————— تا
عَلْبَةِ الرِّجَالِ" (اے میرے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں بکھرے اور غم سے
اور کم ہمتی اور کمالی اور جلی سے، اور بخلی و کمبوسی اور قرضہ کے بارے، اور لوگوں کے دباؤ سے)

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) اس دعا میں جن آٹھ چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے، ان میں سے چار
(فکر و غم، قرضہ کا بار، اور محنتیں کا غلبہ) ایسی چیزیں ہیں جو حساس و صاحب شعور آدمی کے لئے
زندگی کے لطف سے محرومی اور سخت روحانی اذیت کا باعث ہوتی ہیں اور اس کی قوت کار اور
صلاحتوں کو مٹا کر رکھ دیتی ہیں جس کے نتیجے میں وہ دنیا اور آخرت کی بہت سی کامیابیوں اور
سعادتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ اور باقی چار (کم ہمتی، کمالی، کمبوسی، اور بزدلی) ایسی کمزوریاں ہیں
جن کی وجہ سے آدمی وہ حیرات مندانہ اقدامات اور محنت و قربانی والے وہ اعمال نہیں کر سکتا
جن کے بغیر نہ دنیا میں کامرانی حاصل کی جا سکتی ہے اور نہ آخرت میں فوز و فلاح اور نہ اللہ تعالیٰ
کی رضا کا مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان سب چیزوں سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے، اور اپنے عمل سے اُمت کو بھی اس کی تلقین فرمایا
کرتے تھے۔

(۲۵۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُ "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ

وَالْهَرَمِ وَالْمَخْرَمِ وَالْمَأْثَمِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ

مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ
وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغَنَى وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ
فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الْقَلَمِ
وَالْبُرْدِ وَتَقِ قَلْبِي كَمَا يُقَى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ
وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ
وَالْمَغْرِبِ“ _____ رواه البخاری و مسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
دعا کیا کرتے تھے: ”اَللّٰهُمَّ لِيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ“ _____ تا
کَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ“ (اے میرے اللہ! میں تیری پناہ
مانگتا ہوں سستی، کاپل سے، اور انتہائی بڑھاپے سے) (جو آدمی کو بالکل ہی اندکارتہ کرنے)
اور قرعہ کے بوجھ سے اور ہر گناہ سے _____ اے میرے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں
دورخ کے عذاب سے، اور دورخ کے فتنہ سے، اور فتنہ قبر سے، اور عذاب قبر سے، اور دولت
و ثروت کے فتنہ کے شر سے، اور مفلسی و محتاجی کے فتنہ کے شر سے، اور فتنہ و قتال کے شر سے
_____ اے میرے اللہ! میرے گناہوں کے اثرات دھوئے اداے اور برکت پانی سے
اور میرے دل کو (گندے اعمال و اخلاق کی گندگیوں سے) اس طرح پاک صاف کرتے جس طرح
سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے، اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دُوری
پیدا کر دے جتنی دُوری تو نے مشرق و مغرب کے درمیان کر دی ہے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) اس دُعا میں علامہ اور چیزوں کے ”ہکوم“ یعنی انتہائی بڑھاپے سے بھی
پناہ مانگی گئی ہے۔ _____ مگر کی اس حد تک درازی کہ ہوش و حواس صحیح سالم رہیں
(اور آخرت کی کمائی کا سلسلہ جاری رہے) اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، لیکن ایسا بڑھاپا

جو بالکل ہی ازکار رفتہ کر دے جس کو قرآن پاک میں ”اَذْلُ الْعُمُر“ فرمایا گیا ہے ایسی ہی چیز ہے جس سے اللہ کی پناہ مانگی جائے ”هَرَم“ بڑھاپے کا وہی درجہ ہے۔

اس دعا میں ”عذاب نار“ کے ساتھ ”فتنۃ نار“ سے، اور ”عذاب قبر“ کے ساتھ ”فتنۃ قبر“ سے بھی پناہ مانگی گئی ہے۔ عذاب نار سے مراد بظاہر دوزخ کا وہ عذاب ہے جو ان دوزخیوں کو ہوگا جو کفر و شرک جیسے سنگین جرائم کی وجہ سے دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ اسی طرح عذاب قبر سے مراد بظاہر قبر کا وہ عذاب ہے جو اسی طرح کے بڑے مجرموں کو قبر میں ہوگا۔ لیکن جو ان سے کم درجہ کے مجرم ہیں ان کو اگرچہ دوزخیوں کی طرح دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا، اور قبر میں بھی ان پر درجہ اول کے ان مجرمین والا وہ سخت عذاب مسلط نہیں کیا جائے گا، لیکن دوزخ اور قبر کی کچھ تکلیفوں سے ان لوگوں کو بھی گزرنا پڑیگا اور بس یہی سزا ان کے لئے کافی ہوگی۔ اس عاجز کے نزدیک ”فتنۃ نار“ اور ”فتنۃ قبر“ سے یہی سزا مراد ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”عذاب نار“ اور ”عذاب قبر“ کے ساتھ اس ”فتنۃ نار“ اور ”فتنۃ قبر“ سے بھی پناہ چاہی، اور اپنے عمل سے ہم کو بھی اس کی تلقین فرمائی ہے۔

دجال کا فتنہ بھی ان عظیم ترین فتنوں میں سے ہے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت پناہ مانگتے تھے، اور اہل ایمان کو اس کی تلقین فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ دجال اکبر کے فتنہ سے (جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے) اور ہر دجال فتنہ سے اپنی پناہ میں رکھے، اور مرتے دم تک ایمان و اسلام پر ثابت قدم رکھے۔

اس دعا میں دولت مندی کے فتنہ سے، اور اس کے ساتھ فقر و محتاجی کے فتنہ سے بھی اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے۔ دولت و ثروت بذاتِ خود کوئی بُری چیز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اگر اس کا حق ادا کرنے اور اس کو صحیح طور پر استعمال کرنے کی توفیق ملے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی دولت ہی سے وہ مقام پایا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اُن کے بارے میں اعلان فرمایا کہ: ”عثمان اس کے بعد جیسے بھی عمل کریں ان پر کوئی عتاب نہ ہوگا اور اُن سے کوئی باز پرس نہ ہوگی (مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هَذَا مَرْتَابَيْنِ)“ اسی طرح فقر کے ساتھ اگر صبر و قناعت نصیب ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے فقر ہی کی زندگی پسند فرمائی، اور فقر اور اہل فقر کے بڑے فضائل بیان فرمائے۔ لیکن اگر بد قسمتی سے دولت مندی و خوش حالی تکبر و غرور پیدا کرے اور مال و دولت کے صحیح استعمال کی توفیق نہ ملے تو پھر وہ قارونیت ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اسی طرح اگر فقر و محتاجی کے ساتھ صبر و قناعت نہ ہو اور اس کی وجہ سے آدمی ناکردنی کرنے لگے تو وہ خدا کا ایک عذاب ہے، اور اسی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —
”كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْرًا“ (محتاجی اور مفلسی آدمی کو کفر تک بھی پہنچا سکتی ہے) اس دعا میں غنا اور فقر (دولت مندی اور ناداری) کے جس شر و فتنہ سے پناہ مانگی گئی ہے وہ یہی ہے، اور وہ ایسی ہی چیز ہے کہ اُس سے ہزار بار پناہ مانگی جائے۔

اس دُعا کے آخر میں گناہوں کے اثرات دھونے کی اور دل کی صفائی کی اور گناہوں سے بہت دُور کئے جانے کی جو دُعا کی گئی ہے وہ اگرچہ بظاہر مثبت دُعاؤں میں سے ہے، لیکن غور کیا جائے تو وہ بھی ایک طرح کی سلبی دُعا ہے اور گویا استعاذہ ہی ہے۔

(۲۵۶) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ”اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ
اللَّهُمَّ إِنِّي نَفْسِي تَفْوُّهَا وَزَكَاةَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَاةَا

أَنْتَ وَلِيَّهَا وَمَوْلَاهَا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا

رواہ سلم

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ"۔ تا۔
وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا۔ (اے میرے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں کہ جنتی سے اور مستی و کاہلی اور بزدلی سے، اور غفلت و گنجوشی سے، اور انتہائی درجہ کے بڑھاپے سے، اور قہر کے عذاب سے۔ اے میرے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما دے اور اس کا تذکرہ فرما کے اس کو مصفیٰ بنا دے، تو ہی سب کے اچھا تذکرہ فرمانے والا ہے، تو ہی اس کا دالی اور بولی ہے۔ اے میرے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اُس علم سے جو نفع مند نہ ہو، اور ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو، اور اس (ہوسناک) نفس سے جس کو سیری نہ ہو، اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو)۔ (صحیح مسلم)

(تشریح) علم غیر نافع، قلب غیر خاشع، اور ہوسناک نفس جس کی ہوسناکی ختم ہی نہ ہو، اور وہ دعا جس کی اللہ کے ہاں سماعت نہ ہو۔ ان چاروں چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگنے کا مطلب یہی ہو گا کہ اللہ تعالیٰ علم نافع عطا فرمائے، قلب کو خشوع کی صفت مرحمت فرمائے، نفس کو ہوسناکی سے پاک فرما کر اس کو قناعت سے آراستہ فرمائے اور دعاؤں کو قبولیت سے نوازے۔

(۲۵۷) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ مِنْ دُعَائِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيعِ سَخَطِكَ"۔
رواہ سلم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی تھی: "اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ — تا — وَجَمِیْعِ مَخْطَاَتِیْ" (اے میرے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں تیری نعمتوں کے زائل ہو جانے سے، اور تیری بخشش ہوئی عافیت کے چلے جانے سے، اور تیرے عذاب کے ناکمانی آجانے سے، اور تیری ہر قسم کی ناراضی اور ناخوشی سے) — (صحیح مسلم)

(تشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا سے، بلکہ اس سلسلہ کی ساری ہی دعاؤں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نبوت و رسالت بلکہ مقام محبوبیت پر بھی فائز ہونے کے باوجود قضاء و قدر کے فیصلوں سے آپ کتنے لرزاں و ترساں رہتے تھے، اور اپنے کو اللہ تعالیٰ کی نگاہِ کرم اور اس کی حفاظت و پناہ کا کتنا محتاج سمجھتے تھے — صحیح ہے —
"قریباً زرا ہمیش بود حیرانی"

(۲۵۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقُوْلُ "اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّقَاقِ وَالتَّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ"

رواہ ابو داؤد والنسائی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے: "اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّقَاقِ وَالتَّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ" (اے میرے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں - شقاق یعنی آپس کے سخت اختلاف سے اور تفاق سے اور بُرے اخلاق سے) =

(سنن ابی داؤد و سنن نسائی)

(تشریح) "شقاق" اس شدید اختلاف کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں فریقین ایک دوسرے سے بالکل جدا ہو جائیں اور باہمی کی باہمی الگ الگ ہو جائیں۔ تفاق کے معنی ہیں ظاہر و باطن

احکام خداوندی کے خلاف استعمال ہوں جس کا انجام اللہ کا غضب اور اس کا عذاب ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس شر سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی جائے اور اس کی پناہ مانگی جائے، وہی اگر بچائے گا تو بندہ بچ سکے گا ورنہ مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔

(۲۶۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُوعِ فَإِنَّهُ يَبْسُ الصَّغِيرُ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّهَا يَبْسُ الْبَطَانَةُ" _____ رواه ابو داود والنسائي وابن ماجه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُعا کیا کرتے تھے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُوعِ" _____ تا
يَبْسُ الْبَطَانَةُ " (اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں بھوک اور فاقہ سے، وہ بڑا تکلیف دہ رفیقِ خواب ہے اور خیانت کے جُرم سے، وہ بہت بُری ہماراز ہے)۔

(سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ)

(تشریح) جب آدمی کو بھوک اور فاقہ کی تکلیف ہو تو نیند نہیں آتی، بس اسی احساس کے ساتھ کروٹیں بدلتا رہتا ہے۔ اسی لحاظ سے بھوک کو "رفیقِ خواب" (یعنی بستر کا ساتھی) کہا گیا ہے۔ اور خیانت ہمیشہ چوری چھپے ہی کی جاتی ہے اور اس کا راز بس خیانت کرنیوالے ہی کو معلوم ہوتا ہے، اس لئے خیانت کو "بطانۃ" (ہماراز) کہا گیا ہے۔

بھوک اور خیانت جیسی چیزوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسہ مانگتا کمالِ عبدیت کا وہ آخری اور انتہائی مقام ہے جو بلاشبہ آپ کا طرۂ امتیاز ہے، اور اس میں ہمارے لئے بڑا سبق ہے۔

(۲۶۱) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجَذَامِ

وَالْجُنُونِ وَمِنْ سَيِّئِ الْأَسْقَامِ” — رواہ ابو داؤد والنسائی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے: ”اَللّٰهُمَّ رَافِئِ اَعُوْذُ بِكَ“ — تا — ”وَمِنْ

سَيِّئِ الْأَسْقَامِ“ (اے میرے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں برص، جذام اور

پاگل پن سے، اور سب خراب بیماریوں سے) — (سنن ابی داؤد، سنن نسائی)

(تشریح) برص، جذام، جنون، اور اس طرح کی وہ سب بیماریاں جن کی وجہ سے لوگ مریض سے نفرت اور گھن کریں اور جن کی وجہ سے آدمی زندگی پر موت کو ترجیح دینے لگے — بلاشبہ ان سے ہر آدمی کو پناہ مانگنی چاہئے، لیکن ہلکی اور معمولی قسم کی بیماریاں بعض پہلوؤں سے یقیناً خدا کی رحمت ہوتی ہیں۔

(۲۶۲) عَنْ أَبِي الْيُسْرَانَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو ”اَللّٰهُمَّ رَافِئِ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَدْمِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ التَّرَدِّي وَمِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرْقِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ يَتَخَبَّطَنِي الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اَمُوْتُ فِي سَبِيلِكَ مُدْبِرًا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اَمُوْتُ لَدِيْعًا“ — رواہ ابو داؤد والنسائی

ابو ایسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے

”اَللّٰهُمَّ رَافِئِ اَعُوْذُ بِكَ“ — تا — ”وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ

اَنْ اَمُوْتُ لَدِيْعًا“ (اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں [اپنے اوپر کسی عمارت وغیرہ کا

ٹھکانے سے اور [کسی بلند کی اوپر سے] اگر گرنے سے، اور [دیر یا وغیرہ میں] ڈوب جانے سے،

اور آگ میں جل جانے سے، اور انتہائی بڑھاپے سے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے

کہ موت کے وقت شیطان مجھے دوسو سوں میں مبتلا کر دے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ

میں میدانِ جہاد میں بیٹھ پھیر کر بھاگتا ہوا مروں، اور پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ کسی زہریلے جانور کے ڈسنے سے مجھے موت آئے) — (سنن ابی داؤد، سنن نسائی)

(تشریح) کسی دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مرجانا، اور اسی طرح کسی بلندی سے نیچے گر کر، یا دریا وغیرہ میں ڈوب کے، یا آگ میں جل کر، یا کسی زہریلے جانور سانپ وغیرہ کے ڈسنے سے ختم ہو جانا، یہ سب صورتیں نفا جاتی اور ناگمانی موت کی ہیں۔ علاوہ اس کے کہ انسانی روح موت کی ان سب صورتوں سے فطری طور پر بہت زیادہ گھبراتی ہے، ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ان صورتوں میں مرنے والے کو موت کی تیاری، تجدیدِ ایمان اور توبہ و استغفار وغیرہ کا موقع نہیں ملتا (جو موت کی دوسری عام شکلوں میں عموماً مل جاتا ہے) اس لئے ایک مومن کو موت کی ان سب ناگمانی صورتوں سے پناہ ہی مانگنا چاہئے۔ اسی طرح اس سے بھی پناہ مانگنا چاہئے کہ میدانِ جہاد میں بیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے موت آئے، اللہ کی نگاہ میں یہ نہایت سنگین جرم ہے۔ علیٰ ہذا اس سے بھی پناہ مانگتے رہنا چاہئے کہ موت کے وقت شیطان وسوسہ اندازی کے ذریعہ ہم کو گڑبڑا سکے اور گمراہ کر سکے۔ خاتمہ ہی کے اچھے یا بُرے ہونے پر سارا دار و مدار ہے۔

موت کی جن ناگمانی صورتوں سے اس دُعا میں پناہ مانگی گئی ہے، دوسری حدیثوں میں اس قسم کے حوادث سے مرنے والوں کو شہادت کی بشارت سنائی گئی ہے، اور ان کو شہید قرار دیا گیا ہے۔ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد اور منافات نہیں ہے۔

اپنی بشری کمزوری کے لحاظ سے موت کی ان سب صورتوں سے ہمیں اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے لیکن جب تقدیر الہی سے کسی بندے کو اس طرح سے موت آجائے تو ارحم الراحمین کی رحمت پر نگاہ رکھتے ہوئے توقیر کھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس نفا جاتی موت ہی کی وجہ سے اس کو "اعزازی شہادت" کا مقام عطا فرمائے گا۔ اور اگر عقائد و اعمال کے حساب سے کچھ بھی گنجائش ہوگی تو یقیناً ربِّ کریم کی طرف سے ایسا ہی ہوگا۔ اِنَّهُ عَفُوٌّ رَّحِيْمٌ۔

(۲۶۳) عَنْ قُطَيْبَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَهْوَاءِ" _____ رواه الترمذی

قطیبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ مُنْكَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَهْوَاءِ" (اے میرے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں بُرے اخلاق، بُرے اعمال اور بُری خواہشات سے) _____ (جامع ترمذی)

(۲۶۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ أَعْمَلْ" _____ رواه مسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے: "اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ أَعْمَلْ" (اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اُن اعمال کے شر سے جو میں نے کئے ہیں اور اُن اعمال کے شر سے جو میں نے نہیں کئے) _____ (صحیح مسلم)

(تشریح) کسی بُرے عمل کا سرزد ہو جانا، اور اسی طرح کسی اچھے عمل کا فوت ہو جانا، دونوں ایسی چیزیں ہیں جن کے شر سے ہم جیسے عامی جی پناہ مانگتے ہیں، لیکن عارفین اچھے سے اچھے عمل کرنے، اور بُرے اور گندے اعمال سے دامن بچانے کے بعد بھی ڈرتے ہیں کہ کہیں ہمارے اندر اس کی وجہ سے عجب وغرور اور نیکی و پاکدامنی کا پست لہر نہ پیدا ہو جائے (جو اللہ کی نگاہ میں جرمِ عظیم ہے) اس لئے وہ اپنے اچھے اعمال کے شر اور بُرے اعمال کے ترک کے شر سے بھی اللہ کی پناہ مانگتے ہیں _____ صحیح ہے۔ حَسَنًا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْمَقَرِّينَ۔

بیماری اور بُرے اثرات سے تحفظ کے لئے استعاذہ:

(۲۶۵) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَيَقُولُ: "أُعِيذُكُمْ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ الثَّامَةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَةٍ" وَيَقُولُ هَكَذَا إِنْ رَأَيْتُمْ يُعَوِّذُ إِشْحَقُ وَإِسْمَاعِيلُ.

رواہ الترمذی و ابوداؤد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے دونوں نواسوں) حضرت حسن و حسین پر دم کیا کرتے تھے (یہ کلمات پڑھ کے دم فرماتے تھے): "أُعِيذُكُمْ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ الثَّامَةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَةٍ" (میں تم کو اللہ کے پورے پورے کلموں کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان کے اثر سے، اور ڈسنے والے ہرزہ باز کیلے سے، اور گلے والی ہر نظر سے)۔

(جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

(تشریح) یہ کلمات پڑھ کر بچوں پر دم کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور آپ سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بھی سنت ہے۔ بلاشبہ بڑے بابرکت ہیں یہ کلمات۔

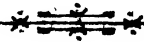
(۲۶۶) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ التَّقِيفِيِّ أَنَّهُ شَهِدَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا يَجِدُهُ فِي جَسَدِهِ مُنْذُ اسْتَلَمَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ضَعْ يَدَكَ عَلَى الذِّمِّيِّ يَا لِمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ ثَلَاثًا وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ "أَعُوذُ بِاللَّهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ

مَا أَحَدٌ وَاحِدٌ ————— رُوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی تکلیف عرض کی کہ:۔ جب سے میں اسلام لایا ہوں جسیم کے فلاں حصّہ میں درد رہتا ہے؟۔ آپ نے فرمایا کہ:۔ جس جگہ درد ہے اُس جگہ اپنا ہاتھ رکھو اور تین دفعہ بسم اللہ پڑھ کر سات دفعہ کہو:۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقَدْ رَقِيَ مِنْ شَرِّ مَا اَحَدٌ وَاحِدٌ (میں اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت کاملہ کی پناہ چاہتا ہوں اس تکلیف کے شر سے جو مجھے لاحق ہے اور اس سے بھی جس کا مجھے خطرہ ہے)۔

(صحیح مسلم)

(تشریح) ہر جسمانی تکلیف کے لئے یہ عمل اذیتوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص عطیہ ہے اور بہت مجرب ہے۔



استغفار و توبہ

دُعا ہی کی ایک خاص قسم استغفار ہے، یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں اور قصودوں کی معافی اور بخشش مانگنا۔ اور توبہ گویا اُس کے لوازم میں سے ہے، بلکہ یہ دونوں ہی آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ جو گناہ اور نافرمانی یا ناپسندیدہ عمل بندے سے سرزد ہو جائے اُس کے بُرے انجام کے خوف کے ساتھ اس پر اُسے دلی رنج و ندامت ہو، اور آئندہ کے لئے اس سے بچے رہنے اور دُور رہنے کا اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کی رضا جوئی کا وہ عزم اور فیصلہ کرے۔

ظاہر ہے کہ جب یہ توبہ والی کیفیت نصیب ہوگی تو جو گناہ سرزد ہو چکے ہیں بندہ اللہ تعالیٰ سے اُن کی معافی اور بخشش کی استدعا بھی ضرور کرے گا، تاکہ ان کی سزا اور بُرے انجام سے بچ سکے۔ اور اسی طرح جب سزا اور عذاب کے خوف سے معافی اور بخشش مانگے گا تو اس کو گناہ پر رنج و افسوس اور آئندہ کے لئے اس کے پاس نہ جانے کا عزم بھی ضرور ہوگا۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ فی الحقیقت یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

توبہ و استغفار کی حقیقت اس مثال سے اچھی طرح سمجھی جاسکتی ہے کہ کوئی آدمی مثلاً غصہ کی حالت میں خود کشی کے ارادہ سے زہر کھالے، اور جب وہ زہر اندر پہنچ کر اپنا غسل شروع کرے اور آنتیں کٹنے لگیں، اور وہ ناقابلِ برداشت تکلیف اور بے چینی ہونے لگے جو

زہر کے نتیجے میں ہوتی ہے، اور موت سانس ٹھہری نظر آئے تو اس کو اپنی اس احمقانہ حرکت پر رنج و افسوس ہو، اور اُس وقت وہ چاہے کہ کسی بھی قیمت پر اس کی جان بچ جائے، اور جو دوا حکیم یا ڈاکٹر اسے بتائیں وہ اسے استعمال کرے، اور اگر قے کرنے کے لئے کہیں توتے لائے کیلئے بھی ہر تدبیر اختیار کرے۔ یقیناً اس وقت وہ پوری صدق دلی کے ساتھ یہ بھی فیصلہ کرے گا کہ اگر میں زندہ بچ گیا تو آئندہ کبھی ایسی حماقت نہیں کروں گا۔

بالکل اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ کبھی کبھی صاحب ایمان بندہ غفلت کی حالت میں اغواءِ شیطانی یا خود اپنے نفسِ امارہ کے تقاضے سے گناہ کر بیٹھتا ہے، لیکن جب اللہ کی توفیق سے اس کا ایمانی حاسہ بیدار ہوتا ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ میں نے اپنے مالک و مولیٰ کی نافرمانی کر کے اپنے کو ہلاک کر ڈالا، اور اللہ کی رحمت و عنایت اور اس کی رضا کے بجائے میں اس کے غضب اور عذاب کا مستحق ہو گیا، اور اگر میں اسی حالت میں مر گیا تو قبر میں اور اس کے بعد حشر میں مجھ پر کیا گزرے گی اور وہاں اپنے مالک کو کیا منہ دکھاؤں گا اور آخرت کا عذاب کیسے برداشت کر سکوں گا۔ الغرض جب توفیق الہی سے اس کے اندر یہ سرگودھا پسند ہوتا ہے تو وہ یہ یقین و عقیدہ رکھتے ہوئے کہ میرا مالک و مولیٰ بڑا رحیم و کریم ہے، معافی مانگنے پر بڑے سے بڑے گناہوں قصوروں کو وہ بڑی خوشی سے معاف فرما دیتا ہے، وہ اس سے معافی اور بخشش کی استدعا کرتا ہے اور اسی کو گناہ کے زہر کا علاج سمجھتا ہے۔

نیز اس کے ساتھ وہ آئندہ کے لئے فیصلہ کرتا ہے کہ اب کبھی اپنے مالک کی نافرمانی نہیں کروں گا اور کبھی اس گناہ کے پاس نہیں جاؤں گا۔ بس بندے کے اسی عمل کا نام استغفار اور توبہ ہے۔

توبہ و استغفار بلند ترین مقام :

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مقبولین و مقربین کے مقامات میں سب سے بلند مقام

عبدیت اور بندگی کا ہے، اور دُعا چونکہ عہدیت اور بندگی کا سب سے اعلیٰ منظر ہے، بلکہ ارشاد نبویؐ کے مطابق وہی ”مُعْتَبِرُ الْعِبَادَةِ“ (یعنی بندگی اور عبادت کا مغز اور جوہر ہے) اس لئے انسانی اعمال و احوال میں سب سے اکرم و اشرف دُعا ہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اپنے موقع پر درج ہو چکا ہے: لَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَمَ عَلَى اللَّهِ مِنَ الدُّعَاءِ (اللہ کے یہاں کوئی چیز دُعا سے زیادہ عزیز اور قیمتی نہیں ہے)۔

اور استغفار و توبہ کے وقت بندہ چونکہ اپنی گنہگاری اور تقصیر کے احساس کی وجہ سے انتہائی ندامت اور احساسِ پستی کی حالت میں ہوتا ہے، اور گناہ کی گندگی کی وجہ سے مالک کو مُنْهَدِکھانے کے قابل نہیں سمجھتا، اور اپنے کو مجرم اور خطاوار سمجھ کر معافی اور بخشش مانگتا اور آئندہ کے لئے توبہ کرتا ہے، اس لئے بندگی اور تذلل اور گنہگاری و قصور واری کے احساس کی جو کیفیت استغفار و توبہ کے وقت میں ہوتی ہے وہ کسی دوسری دُعا کے وقت نہیں ہوتی، بلکہ نہیں ہو سکتی۔ اس بنا پر استغفار و توبہ دراصل اعلیٰ درجہ کی عبادت اور قُربِ الٰہی کے مقامات میں بلند ترین مقام ہے، اور توبہ و استغفار کرنے والے بندوں کے لئے صرف معافی اور بخشش ہی کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت و محبت اور اس کے پیار کی بشارت شنائی گئی ہے۔

وہ حدیثیں آگے آئیں گی جن سے معلوم ہو گا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت توبہ و استغفار کرتے تھے۔ اوپر کی سطروں میں توبہ و استغفار کے متعلق جو کچھ عرض کیا گیا اس کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کثرتِ استغفار کی وجہ آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے۔

دراصل یہ خیال بہت ہی عامیانہ اور غلط ہے کہ استغفار و توبہ عاصیوں اور گنہگاروں ہی کا کام ہے، اور انہی کو اس کی ضرورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ کے خاص مقرب بندے یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام جو گناہوں سے محفوظ و معصوم ہوتے ہیں اُن کا حال یہ ہوتا ہے کہ

سب کچھ کرنے کے بعد بھی وہ محسوس کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق بالکل ادا نہ ہو سکا، اس لئے وہ برابر توبہ و استغفار کرتے ہیں، اور اپنے ہر عمل کو حتیٰ کہ اپنی نمازوں تک کو قابل استغفار سمجھتے ہیں۔

اس سلسلہ کی تیسری جلد ”کتاب الصلوٰۃ“ میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ کہتے تھے: —
 اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ (یعنی اے اللہ میں تجھ سے بخشش و معافی چاہتا ہوں)
 نماز کے بعد آپ کا یہ استغفار اسی بنیاد پر ہوتا تھا کہ آپ محسوس کرتے تھے کہ نماز کا حق ادا نہیں ہوا۔ واللہ اعلم۔

بہر حال توبہ و استغفار عاصیوں اور گنہگاروں کے لئے مغفرت و رحمت کا ذریعہ اور مقربین و معصومین کے لئے درجات قرب و محبوبیت میں بے انتہا ترقی کا وسیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حقائق کا فہم و یقین اور ان سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

اس تہید کے بعد استغفار و توبہ سے متعلق احادیث پڑھئے۔ اور سب سے پہلے وہ احادیث پڑھئے جن میں توبہ و استغفار کے باب میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ذکر کیا گیا ہے: —

توبہ و استغفار کے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ: —

(۲۶۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”وَاللَّهِ إِنِّي لَا أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً“ —

رواہ البخاری

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَتُبَّ عَلَىٰ اِنَّكَ اَنْتَ الشَّوَابُ الْعَفْوُ مِائَةً مَرَّةً —

رواہ احمد و الترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم دو گراموں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک نشست میں شمار کر لیتے تھے کہ آپ سوسودفعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتے تھے: رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبَّ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ الشَّوَابُ الْعَفْوُ (اے میرے رب مجھے معاف کر دے، بخشدے اور میری توبہ قبول فرما کہچھ پر غناہیت نہ رہا، بیشک توبہت ہی غناہیت فرما اور بہت ہی بخشنے والا ہے)۔

(مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

(تشریح) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس بیان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور معمول و عادیہ کے استغفار و توبہ کا یہ کلمہ ایک نشست میں سوسودفعہ پڑھتے تھے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ جس میں تشریف فرما ہوتے، ہم لوگ بھی حاضر رہتے، بات چیت کا سلسلہ بھی جاری رہتا، اور آپ اسی درمیان میں بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر ان کلمات کے ساتھ استغفار و توبہ بھی کرتے رہتے، اور ہم اپنے طور پر اس کو شمار کرتے رہتے تو معلوم ہوتا کہ ایک نشست میں آپ نے سوسودفعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ عرض کیا: واللہ اعلم۔

(۲۶۰) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ إِذَا أَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوا وَإِذَا سَاءُوا اسْتَغْفَرُوا"

رواہ ابن ماجہ و ابی یوسف و ابی داؤد و ابی حاتم و ابی نعیم و ابی حاتم و ابی نعیم و ابی حاتم و ابی نعیم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے: "اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ إِذَا أَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوا وَإِذَا سَاءُوا اسْتَغْفَرُوا" (اے اللہ! مجھے ایسے ان بندوں میں سے کر دے جو

نیکی کریں تو خوش ہوں اور اُن سے جب کوئی غلطی اور بُرائی سرزد ہو جائے تو تیرے حضور میں

(استغفار کریں) ————— (منہن ابن ماجہ، دعوات کبیرہ للسیبغی)

(تشریح) کسی بندے کو اُن اچھے اعمال کی توفیق ملنا جن کے عمل میں جنت اور رضائے الہی کا وعدہ ہے اس بات کی علامت اور نشانی ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت ہو نہ اس لئے اس کا حق ہے اور اس کو چاہئے کہ وہ اعمالِ حسنہ کی اس توفیق پر خوش ہو اور شکر ادا کرے۔

قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے: —————

حُلِّ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ

اللہ کے فضل اور اس کی رحمت و عنایت پر

فَبِذَلِكَ ذَلِكُمْ خَرُّوا —————

اُس کے بندوں کو خوش ہونا چاہئے۔

اسی طرح جب کسی بندے سے کوئی چھوٹی بڑی مصیبت یا لغزش ہو جائے تو اسے اس کا رنج اور دکھ ہونا چاہئے، اور فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا چاہئے۔ جس بندے کو یہ دونوں باتیں حاصل ہوں وہ بڑا خوش نصیب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے لئے دعا فرماتے تھے کہ: اللہ تعالیٰ مجھے بھی یہ دونوں باتیں نصیب فرمائے۔

گناہوں کی سیاہی اور توبہ و استغفار سے اس کا ازالہ ہے۔ —————

(۲۷۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةً

سَوْدَاءَ فِي قَلْبِهِ فَإِنْ تَابَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهُ

وَإِنْ زَادَ زَادَتْ حَتَّى تَعْلُوَ أَهْلَبُهُ فَنَدَّ إِلَيْكُمْ الزَّوَانُ الدِّبْيُ

ذَكَرَ اللَّهُ تَعَالَى «كَلَّا بَلْ رَأَىٰ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا

يَكْسِبُونَ» ————— رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: جو مومن زندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے توبہ میں اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر اس نے اس گناہ سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں معافی اور بخشش کی التجا و استدعا کی تو وہ سیاہ نقطہ زائل ہو کر قلب صاف ہو جاتا ہے، اور اگر اس نے گناہ کے بعد توبہ و استغفار کے بجائے مزید گناہ کئے اور گنہ گاروں کی وادی میں قدم بڑھائے تو دل کی وہ سیاہی اور بڑھ جاتی ہے، یہاں تک کہ قلب پر چھا جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ: یہی وہ رنگ، اور سیاہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے: **كَلَّا بَلْ رَأٰنَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَہ**۔

(مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

(تشریح) قرآن مجید میں ایک موقع پر ہدایہ خاتمِ کافروں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے: **كَلَّا بَلْ رَأٰنَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَہ**۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی بدکرداریوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر رنگ اور سیاہی آگئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا حدیث سے معنوم ہوا کہ گناہوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے صحت کافروں ہی کے دل سیاہ نہیں ہوتے، بلکہ مسلمان بھی جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں بھی گناہ کی نحوست سے ظلمت پیدا ہوتی ہے، لیکن اگر وہ سچے دل سے توبہ و استغفار کر لے تو یہ سیاہی اور ظلمت ختم ہو جاتی ہے اور دل حسبِ سابق صاف اور نورانی ہو جاتا ہے، لیکن اگر گناہ کے بعد توبہ و استغفار نہ کرے، یا معصیت و نافرمانی ہی کے راستہ پر آگے بڑھتا رہے تو پھر یہ ظلمت برابر بڑھتی رہتی ہے، یہاں تک کہ پورے دل پر چھا جاتی ہے اور کسی مسلمان کے لئے بلا شریعہ انتہائی بدعتی کی بات ہے کہ گناہوں کی ظلمت اس کے دل پر چھا جائے، اور اس کے قلب میں اندھیرا ہی اندھیرا ہو جائے۔ اَعْلٰذَا اللہ مِنْہ۔

(۲۶۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ حُلٌّ بَيْنَ اَدَمَ مَخْطَاٍ وَخَيْرِ الْخَطَاِیْنَ

التَّوَّابُونَ ————— رواہ الترمذی وابن ماجہ والداری

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
ہر آدمی خطا کا ہے (کوئی نہیں ہے جس سے کبھی کوئی خطا اور لغزش نہ ہو) اور خطا کاروں میں
بہت اچھے ہیں جو (خطا و قصور کے بعد) خلصانہ توبہ کریں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع

ہو جائیں۔ ————— (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ خطا اور لغزش تو گویا آدمی کی سرشت میں ہے۔ سو کم کا کوئی فرزند
اس سے مستثنیٰ نہیں لیکن وہ بندے بڑے اچھے اور خوش نصیب ہیں جو خطا و قصور اور گناہ کے
بعد نادام ہو کر اپنے مالک کی طرف رجوع ہوں، اور توبہ و استغفار کے ذریعہ اس کی رضا و رحمت
حاصل کریں۔

(۲۷۳) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا
ذَنْبَ لَهُ ————— رواہ ابن ماجہ، البیہقی فی شعب الایمان

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ گناہ سے توبہ کر لینے والا گناہگار بندہ بالکل اُس بندے کی طرح ہے جس نے
گناہ کیا ہی نہ ہو۔ ————— (سنن ابن ماجہ، شعب الایمان للبیہقی)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ سچی توبہ کے بعد گناہ کا کوئی اثر اور داغ و ہتہ باقی نہیں رہتا،
اور بعض روایات میں ہے کہ آدمی گناہوں سے توبہ کے بعد ایسا ہے گناہ ہو جاتا ہے جیسا کہ
وہ اپنی پیدائش کے وقت بے گناہ تھا کیسے؟ وَلَدْتُهُ أُمَّةً — اور وہ احادیث
اشاد اللہ آگے درج ہوں گی جن سے معلوم ہو گا کہ توبہ کا نتیجہ صرف اتنا ہی نہیں ہوتا کہ گناہ
معاف ہو جائیں، اور مہیضات کی ظلمت اور سیلابی کے داغ دھتے مٹا دیئے جائیں، بلکہ
تائب بندہ اللہ کا محبوب اور پیارا بن جاتا ہے، اور اس کی توبہ سے اس کو بے حد خوشی

ہوتی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ التَّوَّابِیْنَ۔

غفارت کے ظہور کے لئے گناہوں کی ضرورت: —

(۲۷۴) عَنْ ابْنِ اَيُّوبَ اَنَّهُ قَالَ حِيْنَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ
كَتَبْتُ كِتَابًا عَنْكَ شَيْئًا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّم سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَوْلَا اَنْتُمْ تَذُنُّوْنَ لَخَلَقَ اللّٰهُ
خَلْقًا يَذُنُّوْنَ يَعْفِرُ لَهُمْ — رواہ مسلم

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنی وفات
کے وقت فرمایا کہ:۔ میں نے ایک بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اور تم سے
اب تک چھپائی تھی اب جبکہ میرا آخری وقت ہے وہ میں تم کو بتاتا ہوں اور وہ امانت
تمہارے سپرد کرتا ہوں) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ
فرماتے تھے کہ:۔ اگر بالفرض تم سب (ملائکہ کی طرح) بے گناہ ہو جاؤ اور تم سے کوئی گناہ
سرزد نہ ہو، تو اللہ اور مخلوق پیدا کرے گا جن سے گناہ بھی سرزد ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ
ان کی مغفرت کا فیصلہ فرمائے گا (اور اس طرح اُس کی شانِ غفارت کا ظہور ہوگا)۔

(صحیح مسلم)

(تشریح) اس حدیث سے یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ کو عواذ اللہ گناہ مطلوب ہیں اور وہ گنہگاروں کو
پستہ کرتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ گناہوں اور گنہگاروں
کی جنت افزائی فرمائی ہے، بڑی بجا اور نہ غلط فہمی ہوگی۔ انبیاء و رسل السلام کی بعثت کا مقصد
ہی یہ ہے کہ لوگوں کو گناہوں سے بچایا جائے اور اعمالِ صالحہ کی ترغیب دی جائے —
در اصل حدیث کا منشاء اور مدعا اللہ تعالیٰ کی شانِ غفارت کو ظاہر کرنا ہے، اور مطلب یہ ہے
کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت کے ظہور کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مخلوق پیدا

کی جائے اور صفتِ بذاقیت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مخلوق جو جس کو رزق کی ضرورت ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو رزق عطا فرمائے، علیٰ ہذا جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفتِ ہدایت کیلئے ضروری ہے کہ کوئی مخلوق جو جس میں ہدایت لینے کی صلاحیت ہو اور اللہ تعالیٰ کی اثرات سے اس کو ہدایت ملے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی شانِ غفاریت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسی مخلوق جو جس سے گناہ بھی سرزد نہ ہوں پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں استغفار کرے اور گناہوں کی معافی اور بخشش چاہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسی کی مغفرت اور بخشش کا فیصلہ فرمائے۔ اس لئے نگزیر ہے اور ازل سے ملے ہے کہ اس دنیا میں گناہ کرنے والے بھی ہوں گے ان میں سے جن کو توفیق ملے گی وہ استغفار بھی کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کا فیصلہ بھی فرمائے گا اور اس طرح اس کی صفتِ مغفرت اور شانِ غفاریت کا ظہور ہوگا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا اپنی زندگی میں اس خیال سے کبھی تذکرہ نہیں کیا کہ کم فہم لوگ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں پھر اپنے آخری وقت میں اپنے ہم لوگوں سے اظہار فرما کر امانت گویا ان کے سپرد کر دی۔ یہی مضمون ان کے متواتر سے فرق کے ساتھ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

بار بار گناہ اور بار بار استغفار کرنے والے:

(۲۷۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ عَيِدْتُ أَدْنَبُ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ أَذْنِبْتُ فَاغْفِرْهُ فَقَالَ رَبُّهُ أَعْلِمَ عَبْدِي أَنَّ لَهُ ذَنْبًا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ غَفَرْتُ لِعَبْدِي ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَدْنَبُ ذَنْبًا قَالَ رَبِّ أَذْنِبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ فَقَالَ أَعْلِمَ

عَبْدِي أَنَّهُ رَبًّا يُغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ غَفَرْتُ
لِعَبْدِي ثُمَّ مَكَتَ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَذْنَبْتُ وَمَا حَالَ
رَبِّ أَذْنَبْتُ ذُنُوبًا خَرَفَا غَفِرَهُ لِي فَقَالَ أَطَعِمَ عَبْدِي
أَنَّهُ رَبًّا يُغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِهِ غَفَرْتُ لِعَبْدِي
ثُمَّ فَعَلَ مَا شَاءَ _____ رواه البخاري ومسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ :- اللہ کے کسی بندے نے کوئی گناہ کیا پھر اللہ سے عرض کیا اے میرے مالک! مجھ سے گناہ ہو گیا، مجھے معاف فرمادے! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی مالک ہے جو گناہوں پر کڑی بھی سکتا ہے اور معاف بھی کر سکتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کا گناہ بخش دیا اور اس کو معاف کر دیا۔ _____ اس کے بعد جب تک اللہ نے چاہا وہ بندہ گناہ سے رکاز رہا اور پھر کسی وقت گناہ کر بیٹھا، اور پھر اللہ سے عرض کیا میرے مالک! مجھ سے گناہ ہو گیا تو اس کو بخش دے اور معاف فرما دے تو اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی مالک ہے جو گناہ دیکھ کر معاف بھی کر سکتا ہے اور کڑی بھی سکتا ہے میں نے اپنے بندے کا گناہ معاف کر دیا۔ اس کے بعد جب تک اللہ نے چاہا وہ بندہ گناہ سے رکاز رہا۔ اور کسی وقت پھر کوئی گناہ کر بیٹھا اور پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے میرے مالک! مولیٰ! مجھ سے گناہ ہو گیا تو مجھے معاف فرمادے اور میرا گناہ بخش دے! تو اللہ تعالیٰ نے پھر ارشاد فرمایا کیا میرے بندے کو یقین ہے کہ اس کا کوئی مالک و مولیٰ ہے جو گناہ معاف بھی کر سکتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا، اب جو اس کا جی چاہے کرے :-

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار گناہ اور بار بار استغفار

کہنے والے جس بندے کا واقعہ بیان فرمایا ہے بعض شارحین نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ آپ ہی کا کوئی اہل حق ہو اور ممکن ہے کہ انبیاء سابقین میں سے کسی کا امتی ہو، لیکن اس عاجز کے نزدیک زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ کسی خاص اور محسن واقعہ کا بیان نہیں ہے، بلکہ ایک کردار کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لاکھوں کروڑوں بندے ہوں گے جن کا حال اور کردار یہی ہے اللہ اور آخرت پر ایمان کے باوجود ان سے گناہ ہو جاتا ہے، اور پھر وہ نادم و پشیمان ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں استغفار کرتے ہیں، اور اس کے بعد بھی ان سے بار بار گناہ سرزد ہوتے ہیں، اور وہ ہر بار سچے دل سے استغفار کرتے ہیں، ایسے بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی کریمانہ معاملہ جو اس حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے۔

آخری دفعہ کے استغفار اور اس پر معافی کے اعلان کے ساتھ فرمایا گیا ہے: "عَفَوْتُ لِعَبْدِي فَلْيَفْعَلْ مَا شَاءَ" (یعنی میں نے اپنے بندے کو بخش دیا اب اُس کا جو بھی چاہے کرے) اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اب اس کو گناہوں کی بھی اجازت دے دی گئی ہے، بلکہ ان الفاظ میں بندے کے مالک و مولیٰ کی طرف سے صرف اس لطف و کرم کا اعلان فرمایا گیا ہے کہ: "اے بندے تو جتنی بار بھی گناہ کر کے اس طرح استغفار کرتا رہے گا میں تجھے معافی دیتا رہوں گا، اور تو اپنے اس صادق و مؤمنانہ استغفار کی وجہ سے گناہوں کے زہر سے ہلاک نہ ہوگا، بلکہ یہ استغفار ہمیشہ تریاق کا کلام کرتا رہے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے جن بندوں کو بندگی کا کچھ ذوق نصیب فرمایا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ مومن بندے کے ضمیر پر ایسے کریمانہ اعلان کا کیا اثر پڑے گا، اور اس کے دل میں مالک کی کامل وفاداری اور فرمانبرداری کا کیسا جذبہ ابھرے گا۔

اس حدیث کی صحیح مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کا یہ پورا مضمون اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے بیان فرمایا۔ اس روایت کی بناء پر یہ "حدیث قدسی" ہے۔

(۲۶۶) عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَصْرَ مَنْ اسْتَغْفَرَ وَلَنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً

رواہ الترمذی و ابوداؤد

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو بندہ (گناہ کر کے) استغفار کرے (یعنی پچھتے دل سے اللہ سے معافی مانگے) وہ اگر دن میں ستر دفعہ بھی پھر وہی گناہ کرے تو (اللہ کے نزدیک) وہ گناہ پر اصرار کرنے والوں میں نہیں ہے۔ (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

(تشریح) گناہ پر اصرار یعنی بے فکری اور بے غمی کے ساتھ گناہ کرتے رہنا اور اس پر دائم قائم رہنا بڑی بدنہی اور بہت بُرے انجام کی نشانی ہے، اور ایسا عادی مجرم گویا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق نہیں ہے۔ اس حدیث میں واضح فرمایا گیا ہے کہ اگر بندہ گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے یعنی معافی مانگے تو پھر بار بار گناہ کرنے کے باوجود وہ "اصرار کرنے والوں" میں سے نہیں ہے۔ مگر ملحوظ رہے کہ استغفار صرف زبان سے نکلنے والے الفاظ کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ دل کی ایک طلب ہے، زبان اس کی صرف ترجمانی کرتی ہے، اگر استغفار اور معافی طلبی دل سے ہو تو بلاشبہ ستر دفعہ بلکہ ستر ہزار دفعہ گناہ کرنے کے بعد بھی آدمی رحمت الہی کا مستحق ہے، اور گناہ پر اصرار کرنے والے مجرموں میں سے نہیں ہے۔

کس وقت تک کی توبہ قابل قبول ہے:

(۲۶۷) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغْرَغْ.

رواہ الترمذی و ابن ماجہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ:۔ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اُس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک غرغہ کی کیفیت

شروع نہ ہو۔ جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ

(تشریح) موت کے وقت جب بندے کی رُوح جسم سے نکلنے لگتی ہے تو علق کی نالی میں ایک قسم کی آواز پیدا ہو جاتی ہے، جسے عربی میں ”غرغہ“ اور اردو میں ”خترہ چلنا“ کہتے ہیں۔ اس کے بعد زندگی کی کوئی اُس اور اُمید نہیں رہتی، یہ موت کی قطعی اور آخری علامت ہے۔ اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ غرغہ کی اس کیفیت کے شروع ہونے سے پہلے پہلے بندہ اگر توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ غرغہ کی کیفیت شروع ہونے کے بعد آدمی کا رابطہ اور تعلق اس دنیا سے کٹ کر دوسرے عالم سے جڑ جاتا ہے، اس لئے اُس وقت اگر کوئی کافر اور منکر ایمان لائے یا کوئی نافرمان بندہ گناہوں اور نافرمانیوں سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں قابل قبول نہ ہوگا۔ ایمان اور توبہ اُسی وقت تک کی معتبر اور قابل قبول ہے جب تک زندگی کی اُس اور اُمید ہو، اور موت آنکھوں کے سامنے نہ آگئی ہو۔ قرآن پاک میں بھی صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ
الشَّيْءَاتِ حَتَّىٰ إِذَا أَحْضَرَ أَحَدُهُمُ
الْمَوْتَ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْإِنَ۔

(النساء۔ ۳۰)

لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔

حدیث کے مضمون کا ماخذ بظاہر یہی آیت ہے، اور اس کا پیغام یہی ہے کہ:۔ بندے کو چاہئے کہ توبہ کے معاملہ میں ٹال مٹول نہ کرے، معلوم نہیں کس وقت

موت کی گھڑی آجائے اور

خدا نخواستہ

توبہ کا وقت ہی نہ ملے۔

مرنے والوں کے لئے سب سے بہتر تحفہ استغفار: —————

(۲۷۸) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالْغَرِيقِ الْمُسْغُوتِ يَنْتَظِرُهُ غَوَاةٌ كُلُّ حَقَّةٍ مِنْ أَبِي أَوْ أُمِّ أَوْ أَخٍ أَوْ صَدِيقٍ فَإِذَا الْحَقَّةُ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا فَلَمَّا لَقِيَ اللَّهُ تَعَالَى لَقِيَ خَلْعًا عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ فَلَمَّا هَذِيحَ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ إِلَّا مُتَغَفَّرَ لَهُمْ —————

رواہ البیہقی فی شعب الایمان

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر میں مدفون مرنے کی مثال بالکل اُس شخص کی سی ہے جو دریا میں ڈوب رہا ہو اور نہ کے لئے بچھا پکار رہا ہو۔ وہ بے چارہ انتظار کرتا ہے کہ ماں یا باپ یا بھائی یا کسی دوست آشنا کی طرف سے دعاۓ رحمت و مغفرت کا تحفہ پہنچے، جب کسی طرف سے اس کو دعا کا تحفہ پہنچتا ہے تو وہ اس کو دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز و محبوب ہوتا ہے۔ اور دنیا میں رہنے بنے والوں کی دعاؤں کی وجہ سے قبر کے مردوں کو اتنا عظیم ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے جس کی مثال پہاڑوں سے دی جا سکتی ہے۔ اور مردوں کے لئے زندوں کا خاص دہیہ ان کے لئے دعاۓ مغفرت ہے۔

(شعب الایمان للبیہقی)

(۲۷۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ

فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ اُنِّي لَمْ هَذِهِ ۖ فَيَقُولُ بِاسْتِغْفَارٍ
وَكَلِمَةٍ كَذَلِكَ

رواہ احمد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں کسی مرد صالح کا درجہ ایک دم بلند کر دیا جاتا ہے تو وہ جنتی بندہ پوچھتا ہے کہ اے پروردگار! میرے درجہ اور مرتبہ میں یہ ترقی کس وجہ سے آئی؟ کہاں سے ہوئی؟۔ جواب ملتا ہے کہ تیرے واسطے تیری خلائ اولاد کے دُعائے مغفرت کرنے کی وجہ سے۔ (مسند احمد)

(تشریح) اس حدیث میں اولاد کی دُعائے درجہ میں ترقی کا ذکر صرف تمثیلاً کیا گیا ہے، ورنہ دوسرے اہل ایمان کی دعائیں بھی اسی طرح نفع مند ہوتی ہیں۔ زندگی میں جس طرح سب بڑا حق اولاد پر والدین کا ہے اور ان کی خدمت و اطاعت فراٹھ میں سے ہے، اسی طرح مرنے کے بعد اولاد پر والدین کا خاص حق ہے کہ ان کی خدمت و مغفرت کی دُعائے کرتے رہیں۔ مرنے کے بعد ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا یہی خاص راستہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی ان دونوں حدیثوں کا مقصد صرف ایک حقیقت کی اطلاع دینا ہی نہیں ہے، بلکہ ایک اہم انداز میں اولاد اور دوسرے اقارب و متعلقین کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ مرنے والوں کے لئے مغفرت و رحمت کی دعائیں کرتے رہیں۔ ان کے یہ تحفے قبروں میں اور جنت تک مرحومین کو پہنچتے رہیں گے۔

راقم مہر و عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کبھی اپنے بعض بندوں کو اس کا مشاہدہ بھی کرا دیتا ہے کہ کبھی کی دعاؤں سے کسی بندے کو اُس عالم میں کیا بلا، اور اس کے جمال اور درجہ میں کیسی ترقی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان حقائق کا یقین نصیب فرمائے، اور ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔

عام مومنین کے لئے استغفار: —————

قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ: آپ اپنے لئے اور عام مومنین و مومنات کے لئے استغفار یعنی اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت کی استدعا کیا کریں (وَاسْتَغْفِرْ لِنَفْسِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ)۔ یہی حکم ہم اُمتیوں کے لئے بھی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی ترغیب دی اور بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اس سلسلہ کی دو حدیثیں ذیل میں پڑھئے!:

(۲۸۰) عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كُتِبَ لَهُ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ حَسَنَةٌ۔
— رواه الطبرانی في الكبير —

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ عام ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے گا اُس کے لئے ہر مومن مرد و عورت کے حسابے ایک ایک نیکی لکھی جائے گی۔

(مجمع کبیر للطبری)

(تشریح) کسی صاحب ایمان بندے یا بندی کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش کی دُعا کرنا، ظاہر ہے کہ اس کے ساتھ بہت بڑا احسان اور اس کی بہت بڑی خدمت ہے۔ اس لئے جب کسی بندے نے عام اہل ایمان (مومنین و مومنات) کے لئے استغفار کیا اور ان کے لئے اللہ سے بخشش کی دُعا کی، تو فی الحقیقت اُس نے اولین و آخرین، زندہ اور مُردہ سب ہی اہل ایمان کی خدمت اور ان کے ساتھ نیکی کی، اس لئے ہر ایک کے حساب میں اُس کی یہ نیکی گنھی جائے گی۔ ————— سبحان اللہ! ہمارے لئے لاتعداد نیکیوں کے کمانے کا کیسا

راستہ کھولا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ ————— جمعہ مومنین و مومنات کے لئے دعائے مغفرت کے بہترین الفاظ وہ ہیں جو قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نقل کئے گئے ہیں: —————

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ لے ہمارے رب! مجھے بخش دے، اور میرے
وَاللَّذِينَ آمَنُوا مِنِّي يَوْمَ يَقُومُ ماں باپ کو بخش دے، اور تمام ہی ایمان
الْحِسَابُ. ————— والوں کی مغفرت فرمائے قیامت کے دن۔
(۲۸۱) عَنْ أَبِي الدُّدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اسْتَغْفَرَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
كُلَّ يَوْمٍ سَبْعًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً كَانَ مِنَ الَّذِينَ يُفْتَحُ لَهُمُ
لَهُمْ وَيُزَادُ بِهِمْ أَهْلُ الْأَرْضِ.

رواہ الطبرانی فی الکبیر

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جو بندہ عام مومنین و مومنات کے لئے ہر روز (۲۰ دفعہ) اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت کی دعا کرے گا وہ اللہ کے ابن مقبول بندوں میں سے ہو جائے گا جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اور جن کی برکت سے دنیا والوں کو رزق ملتا ہے۔

(بحکم کبیر طبرانی)

(تشریح) اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ہی محبوب ہے کہ اُس کے بندوں کی خدمت و خیر خواہی اور ان کو نفع پہونچانے کی کوشش کی جائے ————— ایک حدیث میں ہے: —————
أَتَخْلُقُ عِيَالًا اللَّهُ فَاحْبَبْتُ سب مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اس لئے لوگوں
النَّاسِ إِلَى اللَّهِ أَنْفَعَهُمْ میں اللہ کو زیادہ محبوب وہ بندے ہیں جو
لِعِيَالِهِ ————— (کنز العمال) اس کی مخلوق کو زیادہ نفع پہونچائیں۔

پھر جس طرح مخلوق کے لئے کھانے، پکڑے کے قسم کی زندگی کی ضروریات فراہم کرنا اور ان کو راحت و آرام پہنچانا وغیرہ اس دنیا میں ان کی خدمت اور نفع رسانی کی صورتیں ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ سے بندوں کے لئے مغفرت اور بخشش کی دعا کرنا بھی اخروی زندگی کے لحاظ سے ان کی بہت بڑی خدمت اور ان کے ساتھ بہت بڑی نیکی ہے، اور اس کی قدر و قیمت آخرت میں اُس وقت معلوم ہوگی جب یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ کسی کے استغفار نے کسی کو کیا دلویا اور کتنا نفع پہنچایا۔ پس جو مخلص بندے اخلاص اور دل کی گہرائی سے ایمان والے بندوں اور بندوں کے لئے مغفرت اور بخشش کی دعائیں کرتے ہیں اور دن رات میں بار بار کرتے ہیں (جس کا کورس اس حدیث میں ۲۷ بتایا گیا ہے) وہ تمام مومنین و مومنات کے خاص الخاص محسن اور گویا آخرت کے لحاظ سے ”اصحاب خدمت“ ہیں اور اپنے اس عمل سے اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ایسے مقرب اور مقبول ہو جاتے ہیں کہ ان کی دعائیں سنی جاتی ہیں، اور ان کی دعاؤں کی برکت سے دنیا والوں کو اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے۔

لیکن یہ بات یہاں قابل لحاظ ہے کہ اس دنیا میں تو ہر انسان بلکہ ہر جاندار کی خدمت اور اس کو ضروری درجہ کا آرام پہنچانے کی کوشش نیکی اور کارِ ثواب ہے۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے: ”فِي كُلِّ ذَاتٍ كَيْدٌ رَّطِبٌ صَدَقَةٌ“ لیکن اللہ سے مغفرت اور جنت کی دعا صرف اہل ایمان ہی کے لئے کی جاسکتی ہے۔ کفر و شرک والے جب تک اس سے توبہ نہ کریں مغفرت اور جنت کے قابل نہیں ہیں، اس لئے ان کے واسطے مغفرت اور جنت کی دعا بھی نہیں کی جاسکتی۔ ہاں اُن کے واسطے ہدایت اور توبہ کی توفیق کی دعا کرنی چاہئے جس کے بعد ان کے لئے مغفرت اور جنت کا دروازہ کھل سکے۔ اُن کے حق میں یہی دعا کرنا اُن کے ساتھ بہت بڑی نیکی اور خیر خواہی ہے۔

توبہ انابت سے بڑے سے بڑے گناہوں کی معافی: —

قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت بے حد وسیع ہے، اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ توبہ کرنے اور معافی مانگنے پر بڑے سے بڑا گناہ معاف فرمادیتا ہے، اور بڑے سے بڑے پاپیوں اور گناہگاروں کو بخش دیتا ہے۔ اگرچہ اس میں قہر و جلال کی صفت بھی ہے، اور یہ صفت بھی اس کی شان عالی کے مطابق بدرجہ کمال ہے، لیکن وہ انہی مجرموں کے لئے ہے جو جرائم اور گناہ کرنے کے بعد بھی توبہ کر کے اس کی طرف رجوع نہ ہوں اور اس سے معافی اور مغفرت نہ مانگیں، بلکہ اپنے مجرمانہ رویہ ہی پر قائم رہیں اور اسی حال میں دنیا سے چلے جائیں — مندرجہ ذیل حدیثوں کا یہی مدعا اور یہی پیغام ہے۔

نشو آدمیوں کا قاتل سچی توبہ سے بخش دیا گیا: —

(۲۸۲) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ تَيْمِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَسَأَلَ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ قَدْ لَ عَلَى رَأْسٍ فَأَتَاهُ وَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ لَا فَقَتَلَهُ فَكَمَلَ بِهِ مِائَةً، ثُمَّ سَأَلَ عَنْ أَهْلِ الْأَرْضِ قَدْ لَ عَلَى رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ مِائَةً نَفْسٍ فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ؟ فَقَالَ نَعَمْ وَمَنْ يَحْمِلُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ؟ أَنْطَلِقُ إِلَى أَرْضٍ كَذَا وَكَذَا فَإِنْ بِهَا نَاسًا يَعْبُدُونَ اللَّهَ تَعَالَى فَأَعْبُدِ اللَّهَ تَعَالَى مَعَهُمْ وَلَا تَرْجِعْ إِلَى أَرْضِكَ فَإِنَّهَا أَرْضُ سُوءٍ فَأَنْطَلِقْ حَتَّى إِذَا انْصَفَ الظَّرِيقَ

أَمَّا الْمَوْتُ فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ
الْعَذَابِ فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ جَاءَ تَائِبٌ مُقْبِلًا
بِقَلْبِهِ إِلَى اللَّهِ وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ
خَيْرًا قَطُّ فَأَتَاهُمُ مَلَكٌ فِي صُورَةِ آدَمٍ فَيَجْعَلُوهُ بَيْنَهُمْ
فَقَالَ قِيْسُوا مَا بَيْنَ الْأَرْضَيْنِ قَالِيَ أَكْبَرُهُمَا كَانَ آدَمُ
فَهُوَ لَهُ فَقَاسُوا وَجَدُوهُ آدَمُ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي أَرَادَ
فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ — رواه البخاري ومسلم واللفظ له

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے بیان فرمایا کہ: تم سے پہلے کسی امت میں ایک آدمی تھا جس نے اللہ کے ننانوے نبیوں
قتل کئے تھے (پھر ایک وقت اس کے دل میں توبہ اور اپنے انجام اور سخت کی
فکر پیدا ہوئی) تو اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ اس علاقہ میں سے بڑا عالم کون ہے
(تاکہ اس سے جا کر پوچھے کہ میری غمش کی کیا صورت ہو سکتی ہے) لوگوں نے اس کو ایک
راہب (کسی بزرگ درویش) کے بارے میں بتایا۔ چنانچہ وہ ان کے پاس گیا اور ان سے
عرض کیا کہ میں (ایسا بد بخت ہوں) جس نے ننانوے نبیوں کے ہیں تو کیا ایسے آدمی
کی بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ (اور وہ بخشا جاسکتا ہے؟)۔ اُس راہب بزرگ نے کہا۔
بالکل نہیں، تو ۹۹ آدمیوں کے اس قاتل نے اس بزرگ راہب کو بھی قتل کر ڈالا، اور تنہا
کی گنتی پوری کر دی (لیکن پھر اس کے دل میں وہی غلبہ اور فکر پیدا ہوئی) اور پھر اس نے
کچھ لوگوں سے کسی بہت بڑے عالم کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے اس کو کسی بزرگ عالم
کا پتہ بتا دیا، وہ ان کے پاس بھی پہونچا اور کہا کہ: میں نے تنہا ان کے ہیں تو کیا ایسے مجرم
کی توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے؟ اور وہ بخشا جاسکتا ہے؟۔ انھوں نے کہا:۔ ہاں ہاں!
(ایسے کی توبہ بھی قبول ہوتی ہے) پھر کئی نے کہا کہ اس کے اور توبہ کے درمیان حائل ہو سکے۔

(یعنی کسی مخلوق میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کی توبہ کو قبول ہونے سے روک دے۔ پھر انھوں نے کہا میں تجھے مشورہ دیتا ہوں کہ) تو فلاں بستی میں چلا جا، وہاں اللہ کے عبادت گزار کچھ بندے رہتے ہیں تو بھی (وہیں جا پڑ اور) ان کے ساتھ عبادت میں لگ جانا اس بستی پر خدا کی رحمت برستی ہے) اور پھر وہاں سے کبھی اپنی بستی میں واپس نہ آ، (وہ بڑی خراب بستی ہے) چنانچہ وہ اس دوسری بستی کی طرف چل پڑا۔ یہاں تک کہ جب آدھا راستہ اس نے طے کر لیا تو اچانک اس کو موت آگئی، اب اس کے بارے میں رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں نزاع ہوا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ یہ توبہ کر کے آیا ہے اور اس نے صدق دل سے اپنا رخ اللہ کی طرف کر لیا ہے (اس لئے یہ رحمت کا مستحق ہو چکا ہے)۔ اور عذاب کے فرشتوں نے کہا کہ اس نے کبھی بھی کوئی نیک عمل نہیں کیا ہے (اور یہ نشوونما کر کے آیا ہے اس لئے یہ عذاب کا مستحق ہے)۔ اس وقت ایک فرشتہ (اللہ کے حکم سے) آدمی کی شکل میں آیا فرشتوں کے دونوں گروہوں نے اس کو محکم مان لیا۔ اس نے فیصلہ دیا کہ دونوں بستیوں تک کے فاصلہ کو پیمائش کر لی جائے (یعنی شروع و خاتمہ خدا کے عذاب والی وہ بستی جس سے وہ چلا تھا) اور اللہ کے عبادت گزار بندوں والی وہ قابل رحمت بستی جس کی طرف وہ بخار ہا تھا) پھر ہر بستی سے وہ نسبتہ قریب ہو اس کو اسی کا مان لیا جائے، چنانچہ پیمائش کی گئی تو وہ نسبتہ اسی بستی سے قریب پایا گیا جس کے ارادہ سے وہ چلا تھا، تو رحمت کے فرشتوں نے اس کو اپنے حصار میں لے لیا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) یہ حدیث اصل صرف ایک بڑی واقعہ کا بیان نہیں ہے بلکہ اس پر اسے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صحبت رحمت کی صحبت اور اس کے کمال کی بیان فرمایا ہے، اور اس کی روح اور اس کا خاص پیغام یہی ہے کہ بڑے بڑے گناہگار و بیباکی بھی اگر سچے دل سے اللہ کے حضور میں توبہ اور آئندہ کے لئے فرائض و نیک اعمال کی زندگی اختیار کرنے کا ارادہ کر لیں تو وہ بھی بخش دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان کی رحمت بڑھ کر ان کو اپنے آسمانوں میں

لے لینگے، اگرچہ اس توبہ و نابت کے بعد وہ فوراً ہی دنیا سے اٹھالیا جائے اور اسے کوئی ٹینک عمل کرنے کا موقع بھی نہ ملے اور اس کا دامن نامہ اعمال صالحہ سے بالکل خالی ہو۔

اس حدیث کے مضمون پر ایک علمی اور اصولی اشکال بھی کیا گیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ "ناحق قتل" ان گناہوں میں سے ہے جن کا تعلق صرف حق اللہ ہی سے نہیں بلکہ حق العباد سے بھی ہے۔ جس مجرم اور قاتل نے کسی بندے کو ناحق قتل کیا، اس نے اللہ کی نافرمانی کے علاوہ اُس مقتول بندے پر اور اس کے بیوی بچوں پر بھی ظلم کیا، اور مسئلہ اصول یہ ہے کہ اس طرح کے مظالم صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے، بلکہ ان کے لئے مظلوم بندوں سے معاملہ صاف کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ شارحین نے اس کا یہ جواب دیا ہے اور صحیح جواب دیا ہے کہ بیشک اصول اور قانون یہی ہے، لیکن مظلوموں کے حق کی ادائیگی اور ان سے معاملہ صاف کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اُن پر ظلم کرنے والے اور پھر اس ظلم سے سچی اور گہری توبہ کرنے والے بندوں کی طرف سے ان کے مظلوموں کو اپنے خزانہ رحمت سے دے کر راضی کر دے۔ اس حدیث میں تشوخیوں کرنے والے جس تائب بندے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ یہی کرے گا، اور اس کی طرف سے اس کے مقتولوں اور سب مظلوموں کو اپنے خزانہ رحمت سے اتنا دے دیگا کہ وہ راضی ہو جائیں گے اور یہ تشوخیوں کرنے والا تائب بندہ اللہ کی رحمت سے سیدھا جنت میں چلا جائے گا۔

مشرکوں اور کافروں کے لئے بھی منشورِ رحمت:

(۲۸۳) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا أَحَبُّ إِلَيَّ الدُّنْيَا بِهَذِهِ الْأَيَّامِ "يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ حَمِيصَةً" (بخاری)

مَوَالِغُورَ الرَّحِيمَةِ فَقَالَ رَجُلٌ فَمَنْ أَشْرَكَ؟
فَسَكَتَ السَّيْفُ مَسَلَّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ أَلَا
وَمَنْ أَشْرَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ————— رواه احمد

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ:۔۔۔ مجھے اس آیت کے مقابلہ میں ساری دنیا (اور اس کی امتوں) کا لینا بھی پسند نہیں:۔۔۔ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَسْطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الْذُنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (اے میرے بندو! جنہوں نے (گناہ کر کے) اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے (اور اپنے کو تباہ کر لیا ہے) تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو، اللہ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، وہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے)۔ ایک شخص نے عرض کیا:۔۔۔ حضرت! جن لوگوں نے شرک کیا ہے، کیا ان کے لئے یہی ارشاد ہے؟۔۔۔ آپ نے پہلے تو کچھ سکوت کیا، پھر فرمایا:۔۔۔ أَلَا وَمَنْ أَشْرَكَ "سُن لو! مشرکوں کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کا یہی ارشاد ہے، سُن لو! مشرکوں کے لئے بھی یہی ارشاد ہے! ہاں! مشرکوں کے لئے بھی میرے مالک کا یہی ارشاد ہے)۔۔۔ (مسند احمد)

(تشریح) اس حدیث میں جس آیت کا حوالہ ہے، یہ سورہ زمر کی آیت ہے۔ بلاشبہ اس میں ہر قسم کے گنہگاروں کے لئے بڑی بشارت ہے۔ خود ان کا مالک و پروردگار اُن ہی کو مخاطب کر کے فرما رہا ہے کہ تم بھی میری رحمت سے ناامید نہ ہو۔ آگے اس کا تکرار یہ ہے:۔۔۔

وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ
مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ
ثُمَّ لَا تَنْصَرِفُونَ. وَاتَّبِعُوا
أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ

اور رُخ کر لو اپنے پروردگار کی طرف قبل اس کے
کہ تم عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤ اور پھر کوئی
تمہاری مدد اور حمایت نہ کر سکے، اور جو
سب سے بہتر چیز تمہاری طرف سے تمہارے لئے

مِنْ رَحْمَتِكَ مِنْ قَبْلِ
 أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ
 بَغْتَةً وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ
 پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے
 اس کی پیروی اختیار کر لو اس وقت کے
 آنے سے پہلے جب اچانک خدا کا عذاب
 نازل ہو کر تم کو اپنی گرفت میں لے لے اور تمہیں پہلے سے پتہ بھی نہ ہوگا۔

اس نکتہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر قسم اور ہر درجہ کے مجرموں اور گنہگاروں کے لئے اللہ کی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے کسی کے لئے بھی دروازہ بند نہیں ہے۔ شرط یہ ہے کہ عذاب یا موت کے آنے سے پہلے توبہ کر لیں، اور نافرمانی کی راہ چھوڑ کر ہدایت ربانی کی فرمانبرداری اختیار کر لیں۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ”رحمت خداوندی“ کا جو ”مشور عام“ سب کے لئے ہے بکافروں و مشرک بھی اس کے مخاطب ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خود رحمتہ للعالمین تھے اس لئے آپ کو اس ”مشورہ رحمت“ سے بے حد خوشی تھی، اور فرماتے تھے کہ مجھے اس آیت کے نزول کی اتنی خوشی ہے کہ اگر ساری دنیا مجھے دے دی جائے تو اتنی خوشی مجھے نہ ہوگی۔

توبہ و استغفار کے خاص کلمات:

توبہ اور استغفار کی جو حقیقت بیان کی گئی ہے اس سے ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا کہ اس میں اہل اہمیت اور بنیادی حیثیت معنی اور مقصد اور دل کی کیفیت کی ہے۔ بندہ جس زبان میں اور جن مناسب الفاظ میں توبہ و استغفار کرے، وہ اگر سچے دل سے ہے تو اللہ کے نزدیک حقیقی توبہ و استغفار ہے اور قابل قبول ہے۔ اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توبہ و استغفار کے بعض کلمات بھی تلقین فرمائے ہیں اور ان کی خاص فضیلت اور برکت بیان فرمائی ہے۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں ذیل میں پڑھئے:

(۲۸۴) عَنْ بِلَالِ بْنِ يَسَارٍ بْنِ زَيْدٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَالَ اسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ عُفِّرَ لَهُ وَلَمْ يَكُنْ كَانَ قَدْ فَدَّ مِنَ الذَّنْحِ -

رواہ الزہری والبوداؤد

بلال بن یسار بن زید نے اپنے والد یسار سے نقل کیا اور انھوں نے اپنے والد حضرت زیدؓ سے (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک آزاد کردہ غلام تھے) نقل کیا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ: جس بندے نے ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ و استغفار کیا: —

أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ -
میں اُس اللہ سے معافی اور بخشش چاہتا ہوں جو حق و قیوم ہے، اور اُس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔

تو وہ بندہ ضرور بخش دیا جائے گا، اگرچہ اس نے میدان جنگ سے بھاگنے کا گناہ کیا ہو۔

(جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

(تشریح) جان بچانے کے لئے میدان جہاد سے بھاگنا بدترین کبیرہ گناہوں میں سے ہے، لیکن اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اگر اس بدترین اور سخت ترین گناہ کا ترکیب بھی ان الفاظ

لے یہ زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ نہیں ہیں، بلکہ یہ دوسرے صحابی ہیں، ان کا نام بھی زید ہے اور ان کے والد کا نام بولے بتایا گیا ہے، یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے، آپ نے ان کو بھی آزاد فرمایا تھا۔ ۱۲

کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں استغفار اور توبہ کرے گا تو وہ بھی بخش دیا جائے گا۔
 یہ بھی ظاہر ہے کہ اس طرح کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی وحی والہام کے بغیر
 نہیں فرما سکتے، اس لئے سمجھنا چاہئے کہ گناہگاروں کے لئے معافی اور مغفرت کی درخواست کے
 یہ الفاظ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم فرمائے گئے ہیں اور ان الفاظ کے ساتھ درخواست کرنے
 والوں کے لئے بڑے سے بڑے گناہوں کی معافی اور مغفرت کا حتمی وعدہ بلکہ فیصلہ فرمادیا گیا ہے
 قرآن اس رحمت کے _____ لیکن یہ بات پھر بھی ملحوظ رہے کہ استغفار صرف
 الفاظ کا نام نہیں ہے، اللہ کے نزدیک حقیقی استغفار وہی ہے جو دل سے ہو۔

سید الاستغفار:

مندرجہ ذیل حدیث میں استغفار کے ایک کلمہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ”سید الاستغفار“ بتایا ہے، اور اس کی غیر معمولی فضیلت بیان فرمائی ہے، اور بلاشبہ
 اپنے مضمون و مفہوم کے لحاظ سے بھی وہ ایسا ہی کلمہ ہے۔

(۲۸۵) عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الْإِسْتِغْفَارِ أَنْ تَقُولَ ”اللَّهُمَّ أَنْتَ
 رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى
 عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا
 صَنَعْتَ أَبُوءُ لَكَ بِعِصِّيكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي
 فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ“ قَالَ وَمَنْ قَالَهَا
 مِنَ النَّهَارِ مَوْقِفًا بِمَا فَعَلَتْ مِنْ يَوْمِهِ قِيلَ أَنْ يُسَيَّرَ
 فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ
 مُوقِفٌ بِمَا فَعَلَتْ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

حضرت شہداء بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "یَا سُبْحَانَكَ" (یعنی سب سے اعلیٰ استغفار) یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ

کے حضور میں یوں عرض کرے: —

اللَّهُمَّ أَنْتَ سَرِّقِي
لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ
خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ
وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ
وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ
أُبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ
عَلَيَّ وَأُبُوءُ بِذَنْبِي
فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا
يَغْفِرُ الذُّنُوبَ
إِلَّا أَنْتَ

اے اللہ! تو ہی میرا رب (یعنی مالک مولا) ہے، تیرے سوا کوئی مالک و معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا اور وجود بخشا، میں تیرا بندہ ہوں، اور جہاں تک مجھ عاجز و ناتواں سے ہو سکے گا تیرے ساتھ کئے ہوئے (ایمانی) عہد و میثاق اور (اطاعت و فرمانبرداری کے) وعدے پر قائم رہوں گا۔ تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے عمل و کردار کے شر سے، میں اقرار کرتا ہوں کہ تو نے مجھے نعمتوں سے نوازا، اور عترت

کرنا ہوں کہ میں نے تیری نافرمانیاں کیں اور گناہ کئے۔ اے میرے مالک مولا!

تو مجھے معاف فرما دے اور میرے گناہ بخشدے، تیرے سوا گناہوں کو بخشے والا کوئی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس بندے نے اخلاص اور دل کے یقین کے ساتھ اس دن کے کسی حصے میں اللہ کے حضور میں یہ عرض کیا (یعنی ان کلمات کے ساتھ استغفار کیا) اور اُسی دن رات شروع ہونے سے پہلے اس کو موت آگئی تو وہ بلاشبہ جنت میں جائے گا۔ اور اسی طرح اگر کسی نے رات کے کسی حصے میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ عرض کیا، صبح ہونے سے پہلے اس رات میں وہ چل بسا تو بلاشبہ وہ جنت میں جائے گا۔

(صحیح بخاری)

(تشریح) اس استغفار کی اس غیر معمولی فضیلت کا راز بظاہر یہی ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ میں عبدیت کی روح بھری ہوئی ہے۔ سب سے پہلے عرض کیا گیا ہے:۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَاقٍ لِّاَلٰهٍ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ
وَاَنَا عَبْدُكَ۔

اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی
مالک و معبود نہیں۔ تو نے ہی مجھے وجود بخشا
اور میں بس تیرا بندہ ہوں۔

اس کے بعد عرض کیا گیا ہے کہ:۔

وَ اَنَا عَمْدُكَ وَ وَعْدُكَ
مَا اسْتَطَعْتُ۔

یعنی میں نے ایمان لاکے تیری عبادت
و اطاعت کا جو عہد و میثاق اور وعدہ کیا ہے

جہاں تک مجھ سے بن پڑے گا اُس پر قائم رہنے کی کوشش کروں گا۔

یہ بندے کی طرف سے اپنی کمزوری کے اعتراف کے ساتھ ایمانی عہد و میثاق کی تجدید ہے۔
اس کے آگے عرض کیا گیا ہے:۔

اَعُوْذُ بِكَ مِنْ مَّسْرَمَا
صَنَعْتُ۔

مجھے جو غلطیاں اور کوتاہیاں ہوئیں اور
آئندہ ہوں ان کے بُرے نتیجے سے بچ

مالک و رب میں تیری پناہ کا طالب ہوں۔

اس میں اعترافِ قصور کے ساتھ اللہ کی پناہ بھی چاہی گئی ہے۔ اس کے بعد عرض کیا گیا ہے:۔

اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ
وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِيْ۔

میں تیرے احسانات و احسانات کا اور اپنی
گناہ گاریوں اور خطا کاریوں کا اعتراف کرتا ہوں۔

آخر میں عرض کیا گیا ہے:۔

فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ
اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ
اِلَّا اَنْتَ۔

میرے مالک و مولا! تو اپنے رحم و کرم سے
میرے جرائم سے گناہ بخش دے، جو میں
گناہوں کو بخشنے والا بس تو ہی ہے۔

حق یہ ہے کہ جس صاحب ایمان بندے کو وہ معرفت و بصیرت نصیب ہو جس کے ذریعہ وہ اپنی اور اپنے اعمال کی حقیقت کو سمجھتا ہو، اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت اور اس کے حقوق کو بھی کچھ جانتا ہو تو وہ اپنے کو صرف قصور وار اور گناہگار اور خیر اور بھلائی کے معاملہ میں بالکل مفلس اور تہی مایہ محسوس کرے گا اور پھر اس کے دل کی آواز اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کی التجا یہی ہوگی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمائے ہوئے اس استغفار میں محسوس ہوتی ہے۔
اس کو ”سید الاستغفار“ اسی خصوصیت کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پہنچ جانے کے بعد آپ پر ایمان رکھنے والے ہر اتنی کو چاہئے کہ وہ اس کا اہتمام کرے کہ ہر دن اور رات میں کم از کم ایک دفعہ ضرور وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ استغفار کر لیا کرے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو ہمارے استاذ حضرت مولانا سر اج احمد صاحب رشیدی پر ابے ۴۵ سال پہلے دارالعلوم دیوبند میں ان ہی مشکوٰۃ شریف پڑھی تھی جب سنی میں یہ حدیث آئی تو حضرت مولانا نے پوری جماعت کو حکم دیا کہ یہ ”سید الاستغفار“ سب یاد کر لیں کل میں سب سنوں گا۔ چنانچہ اگلے دن قریب قریب سب طلباء سنا، اور وصیت فرمائی کہ دن رات میں کم از کم ایک دفعہ اس کو ضرور پڑھ لیا کرو۔

(۲۸۶) عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّهُ كَانَ يَكُونُ يَوْمَئِذٍ الدُّعَاءُ ”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي
وَجَهْلِي وَإِسْرَافِي فِي أَمْرِي وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي هَذَا وَجَدِّي وَخَطَايَايَ وَعَمْدِي
وَكُلَّ ذَالِكَ عِنْدِي“ رواه البخاری و مسلم

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ خداوندی میں اس طرح عرض کیا کرتے تھے: ”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي
وَكُلَّ ذَالِكَ عِنْدِي“ (اے اللہ! میری خطا میرے قصور معاف

کر دے، اور علم و معرفت کے تقاضے کے خلاف) جو نادانی کا کام میں نے کیا ہو اُس کو معاف فرما
اور اپنے جس معاملہ میں بھی میں نے تیرے حکم اور تیری رضا کی حد سے تجاوز کیا ہو اس کو بخش دے۔
اے میرے اللہ! میرے وہ گناہ بھی معاف فرما دے جو منہسی مذاق میں مجھ سے سرزد ہو گئے ہوں اور وہ بھی
معاف کر دے جو میں نے سوچ سمجھ کے اور سنجیدگی سے کئے ہوں میرے مالک! میری وہ خطائیں بھی
معاف کر دے جو بلا ارادہ مجھ سے سرزد ہو گئی ہوں، اور وہ بھی معاف فرما دے جو میں نے جان بوجھ کے
ارادہ سے کی ہوں۔ _____ اور (اے میرے مالک! تو جانتا ہے کہ) یہ سب طرح کی خطائیں
میں نے کی ہیں۔ _____ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) اللہ اکبر! سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم جو یقیناً مہموم تھے اُن کے
احساسات اپنے بارے میں یہ تھے، اور وہ اپنے کو سزا سر خطا کار اور قصور وار سمجھتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں
اس طرح استغفار کرتے تھے۔ حق یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی جتنی معرفت ہوگی وہ اتنا ہی زیادہ اپنے کو
ادائے حق عبدیت کے بارے میں قصور وار سمجھے گا۔ ”قرباں را بیش بود حیرانی“
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس استغفار کے ایک ایک لفظ میں عبدیت کی روح بھری
ہوئی ہے، اور ہم امتیوں کے لئے اس میں بڑا سبق ہے۔

حضرت خضرؑ کا استغفار:

(۲۸۶) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَثِيرًا مَا يَقُولُ لَنَا مَعْشَرَ أَصْحَابِي مَا يَمْنَعُكُمْ
أَنْ تُكْفِرُوا وَتَذُنُّوْكُمْ بِكَلِمَاتٍ بَيِّنَةٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ
مَا هِيَ؟ قَالَ تَقُولُونَ مَقَالََةَ أَخِي الْخَضِرِّ فَلَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ
مَا كَانَ يَقُولُ؟ قَالَ كَانَ يَقُولُ؟ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَغْفِرُكَ
لِمَا تُبْتُ إِلَيْكَ مِنْهُ ثُمَّ عُدْتُ فِيهِ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا

أَعْطَيْتُكَ مِنْ نَفْسِي ثُمَّ لَمْ أَؤْتِ لَكَ بِهِ وَاسْتَغْفِرُكَ
لِلْعِصْمِ الَّتِي أَنْعَمْتَ بِهَا عَلَيَّ فَتَقَوَّيْتُ بِهَا عَلَى مَعَاصِيكَ
وَاسْتَغْفِرُكَ لِكُلِّ خَيْرٍ أَرَدْتُ بِهِ وَجْهَكَ فَخَالَطَنِي فِيهِ
مَا لَيْسَ لَكَ اللَّهُمَّ لَمْ تُخْزِنِي فَإِنَّكَ بِي عَالِمٌ وَلَا تُعَذِّبْنِي
فَإِنَّكَ عَلَيَّ قَادِرٌ

رواہ الدہلی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں سے اکثر فرمایا کرتے تھے:۔ اے میرے ساتھیو! تمہارے لئے کیا چیز اس سے مانع ہو سکتی ہے کہ چند آسان کلموں کے ذریعہ اپنے گناہوں کی صفائی کر لیا کرو!۔
عرض کیا گیا:۔ یا رسول اللہ! وہ کون سے کلمے ہیں؟۔ آپ نے فرمایا:۔ وہ کہا کرو جو میرے بھائی خضر کہا کرتے تھے۔ عرض کیا گیا:۔ یا رسول اللہ! وہ کیا کہا کرتے تھے؟۔ فرمایا:۔ وہ کہا کرتے تھے:۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تُبْتُ اِلَیْكَ مِنْهُ ثُمَّ عُدْتُ فِيْهِ۔۔۔۔۔ تا۔۔۔۔۔ اَللّٰهُمَّ لَا تُخْزِنِیْ فَاِنَّكَ بِیْ عَالِمٌ وَلَا تُعَذِّبْنِیْ فَاِنَّكَ عَلَیَّ قَادِرٌ۔
اے میرے اللہ! میں تجھ سے معافی اور بخشش چاہتا ہوں اُن گناہوں کی جن سے میں نے تیرے حضور میں توبہ کی ہو اور شامتِ نفس سے اپھر پلٹ کر وہی گناہ دوبارہ کئے ہوں، اور میں تجھ سے معافی اور بخشش چاہتا ہوں اُس عہد کے بارے میں جو میں نے اپنی ذات کی طرف سے تجھ سے کیا ہو اور پھر میں نے اس کو فائدہ کیا ہو [بلکہ عہد شکنی کی ہو] اور میں تجھ سے معافی اور بخشش چاہتا ہوں اُن نعمتوں کے بارے میں جن سے طاقت و قوت حاصل کر کے میں نے تیری نافرمانیاں کی ہوں، اور تجھ سے معافی اور بخشش کا سوال کرتا ہوں ہر اُس نیکی کے بارے میں جو میں نے تیری رضا جوئی کی نیت سے کرنی چاہی ہو پھر اُس میں تیرے ماسواہ سے اغراض کی آمیزش ہو گئی ہو۔
اے میرے اللہ! مجھے دوسروں کے سامنے نہ سوانہ کرنا۔ بیشک تو مجھے خوب جانتا ہے، تجھ سے

میرا کوئی دُعا ڈھکا پھینکا نہیں ہے اور [میرے گناہوں پر] مجھے عذاب نہ دینا، تجھے مجھ پر ہر طرح قدرت حاصل ہے [اور میں بالکل عاجز اور تیرے قبضہ و اختیار میں ہوں]۔

(مسند فردوس دہلی)

(تشریح) بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کا بندہ پورے صدق و خلوص کے ساتھ کسی گناہ سے توبہ کرتا ہے لیکن پھر اس سے وہی گناہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد و میثاق کرتا ہے اور پھر کبھی وقت اس کے خلاف کر بیٹھتا ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق اور راحت و آرام وغیرہ کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں ان کے استعمال سے وہ جو قوت و طاقت یا دولت حاصل کرتا ہے اس کو وہ بجائے طاعت کے مصیبت کی راہ میں استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی نیک عمل خالص اللہ کے لئے اور اس کی رضا جوئی کے جذبہ کے ساتھ شروع کیا جاتا ہے لیکن بعد میں دوسرے غلط جذبات اور ناپسندیدہ اغراض کی اس میں آمیزش ہو جاتی ہے۔ یہ سب روزمرہ کے تجربے اور روزمرہ کی واردات ہیں اور اچھے اچھوں کو پیش آتی ہیں۔ ایسے حالات میں اللہ سے تعلق اور آخرت کی فکر رکھنے والے بندوں کے دل و زبان کی استدعا کیا ہوتی چاہئے؟۔ مندرجہ بالا استغفار کے کلمات میں اسی کی پوری رہنمائی اور تلقین فرمائی گئی ہے، اور یہ کلمات اپنے مضمون کی گہرائی اور جامعیت کے لحاظ سے یقیناً معجزانہ ہیں، اسی لئے اس حدیث کو یہاں درج کیا گیا ہے، اگرچہ ”کنز العمال“ میں اس کی تخریج صرف دہلی سے کی گئی ہے جو محدثین کے نزدیک سند کے لحاظ سے ضعیف ہونے کی علامت ہے۔ کلمات استغفار کے زیر عنوان یہاں صرف ان چار ہی حدیثوں پر لکھا گیا ہے، نماز سے متعلق دعاؤں میں، اور اسی طرح مخصوص حالات و اوقات کی دعاؤں میں، اور علیٰ ہذا جامع اور ہمہ گیر دعاؤں میں ان کے علاوہ استغفار کے بیسوں بلکہ پچاسوں کلمات گزر چکے ہیں۔ اس طرح استغفار کے ان کلمات کی مجموعی تعداد بہت زیادہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتب حدیث میں ماثور و منقول ہیں اور بلاشبہ وہ سب ہی بڑے بابرکت ہیں۔

استغفار کی برکات :-

استغفار کی اصل غرض و غایت اور اس کا موضوع تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کو معاف کرانا ہے تاکہ بندہ اُن کے عذاب و وبال سے نکل جائے لیکن قرآن مجید سے بھی معلوم ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بتلایا ہے کہ استغفار بہت سی دنیوی برکات کا بھی باعث بنتا ہے اور بندے کو اس دنیا میں بھی اس کے طفیل بہت کچھ ملتا ہے اللہ تعالیٰ یقین و عمل نصیب فرمائے۔

(۲۸۸) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ لَزِمَ إِلَّا مُتَغْفَرَ جَعَلَ اللَّهُ لَهُ مِنْ كُلِّ ضَيْقٍ تَخْرُجًا وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ قَرَجًا وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

رواہ احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جو بندہ استغفار کو لازم پکڑے (یعنی اللہ تعالیٰ سے برابر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہے) تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے ہر تنگی اور مشکل سے نکلنے اور رہائی پانے کا راستہ بنا دے گا۔ اور اس کی ہر فکر اور ہر پریشانی کو دور کر کے کشادگی اور اطمینان عطا فرما دے گا، اور اس کو ان طریقوں سے رزق دے گا جن کا کہ اس کو خیال و گمان بھی نہ ہو گا۔

(مسند احمد، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

(تشریح) ملحوظ رہے کہ یہ وعدہ صرف زبان سے کلمات استغفار پڑھنے پر نہیں ہے، بلکہ استغفار کی حقیقت پر ہے جس کی پہلے وضاحت کی جا چکی ہے، اللہ تعالیٰ شاء نصیب فرمائے۔

(۲۸۹) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسَيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوبَى لِمَنْ وَجَدَ فِي صَحْفَتَيْهِ إِسْتِغْفَارًا

کَثِيرًا _____ رواہ ابن ماجہ والنسائی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: خوشی ہو اور مبارک ہو اُس بندے کو جو اپنے اعمال نامہ میں بہت زیادہ استغفار پائے (یعنی آخرت میں وہ دیکھے کہ اس کے اعمال نامہ میں استغفار بکثرت درج ہے)۔

(سنن ابن ماجہ سنن نسائی)

(تشریح) واضح رہے کہ اعمال نامہ میں حقیقی استغفار کے طور پر وہی استغفار درج ہوگا جو حقیقت کے لحاظ سے اور عند اللہ بھی استغفار ہوگا۔ اور جو صرف زبان سے استغفار ہوگا وہ اگر درج ہوگا تو صرف زبانی اور لفظی استغفار کے طور پر درج ہوگا، اور اگر اندراج پانے کے قابل نہ ہوگا تو درج ہی نہ ہوگا۔ اسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ نہیں فرمایا کہ: ”طَوْبٌ لِمَنْ اسْتَغْفَرَ كَثِيرًا“ (خوشی ہو اور مبارک ہو اُس کو جو بکثرت استغفار کرے)۔ بلکہ یہ فرمایا کہ: ”طَوْبٌ لِمَنْ وَجَدَ فِي صَحِيفَتِهِ اسْتَغْفَارًا كَثِيرًا“ (خوشی ہو اور مبارک ہو اُس بندے کو جو اپنے اعمال نامہ میں بہت زیادہ استغفار پائے)۔ امت کی مشہور عارفہ حضرت رابعہ عدویہ قدس سرہا سے منقول ہے، وہ فرماتی تھیں کہ: ہمارا استغفار خود اس قابل ہوتا ہے کہ اللہ کی حضور میں اس سے بہت زیادہ استغفار کیا جائے۔

اس حدیث میں ”طوبی“ کا لفظ بہت ہی جامع ہے، دنیا اور آخرت اور جنت کی ساری ہی مسرتیں اور نعمتیں اس میں شامل ہیں۔ بلاشبہ جس بندے کو حقیقی استغفار نصیب ہو اور خوب کثرت سے نصیب ہو وہ بڑا خوش نصیب ہے اور اس کو سب ہی کچھ نصیب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائے۔

استغفار پوری اُمت کے لئے امان: _____

مندرجہ بالا دونوں حدیثوں میں استغفار کی جن برکات کا ذکر کیا گیا وہ انفرادی تھیں

یعنی وہ استغفار کرنے والے افراد ہی کو حاصل ہوں گی۔ مندرجہ ذیل حدیث سے معلوم ہو گا کہ ان انفرادی برکات کے علاوہ استغفار کرنے والوں کے استغفار کی ایک بہت بڑی اور عمومی برکت یہ ہے کہ وہ پوری امت کے لئے عذاب عام سے امان ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے قیامت تک اُمت گویا اسی کے سایہ میں ہے۔

(۲۹۰) عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىَّ أَمَانَيْنِ لِأُمَّتِي "وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ" فَإِذَا مَضَيْتُ تَرَكْتُ فِيهِمْ إِلَّا سِتْغْفَارَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ رواه الترمذی

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے دو امانیں مجھ پر نازل فرمائیں (سورہ انفال میں ارشاد فرمایا گیا) "وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ الْأَيَّةُ" (یعنی اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا کہ تم ان کے درمیان بوجہ ہواوران پر عذاب نازل کر دے، اور اللہ انھیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا جبکہ وہ استغفار کرتے ہوں گے اور معافی و مغفرت مانگتے ہوں گے)۔ (آپ نے فرمایا): — پھر جب میں گزرجاؤں گا تو قیامت تک کے لئے تمہارے درمیان استغفار کو (بطور امان) چھوڑ جاؤں گا۔

(جامع ترمذی)

(تشریح) سورہ انفال کی آیت ۳۳ "مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ" جس کا اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حوالہ دیا ہے اس کا مدعا اور مقتضایہ ہے کہ ایک تو خود آپ کی ذات اولہ آپ کا وجود امت کے لئے عذاب عام سے امان ہے، جب تک آپ ان میں موجود ہیں ان پر عذاب عام نازل نہیں کیا جائے گا۔ اور دوسری چیز جو ان کے لئے وسیلہ امان ہے وہ خود ان کا استغفار ہے۔

جب تک یہ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی اور مغفرت مانگتے رہیں گے اور استغفار کرتے رہیں گے عذابِ عام سے ہلاک نہیں کئے جائیں گے۔ گویا ایک امان خود آپ کا وجود تھا، جس سے امت آپ کی وفات کے بعد محروم ہو گئی۔ دوسری امان خود امت کا استغفار ہے، وہ بھی امت کو آپ ہی کے ذریعہ ملا ہے، اور وہ قیامت تک باقی رہے گا۔ اور امت انتہائی بد اعمالیوں کے باوجود جو عذابِ عام سے آج تک محفوظ ہے یہ استغفار کرنے والے بندوں کے استغفار ہی کی برکت ہے۔

توبہ و استغفار سے اللہ کتنا خوش ہوتا ہے:

توبہ و استغفار سے متعلق احادیث و روایات کے سلسلہ کو مندرجہ ذیل حدیث پر ختم کیا جاتا ہے جو صحیحین میں بھی متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے، اور جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توبہ کرنے والے گناہگاروں کو وہ بشارت سنائی ہے جو کسی دوسرے بڑے سے بڑے عمل پر بھی نہیں سنائی گئی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت کو سمجھنے کے لئے صرف یہی ایک حدیث ہوتی تو کافی تھی۔ حق یہ ہے کہ اس چند سطری حدیث میں معرفت کا ایک دفتر ہے اللہ تعالیٰ فہم اور یقین نصیب فرمائے۔

(۲۹۱) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَللَّهِ أَفْضَلُ بِتُوبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ نَزَلَ فِي أَرْضٍ دُونَهُ مُهْلِكَةً مَعَهُ رَاحِلَتُهُ عَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَوَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهُ فَطَلَبَهَا حَتَّى إِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ قَالَ أَرْجِعْ إِلَى مَكَانِي الَّذِي كُنْتُ

فِيهِ فَأَنَا مُحْتَشَى أَمُوتَ فَوَضَعَهَا عَلَى سَاعِدِي
لِيَمُوتَ فَاسْتَيْقَظَ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَهُ عَلَيْهَا زَادَهُ
وَشَرَّابُهُ فَاللَّهُ أَشَدُّ فَرحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ
مِنْ هَذَا يَدَا حِلَّتِهِ وَزَادَهُ -

رواہ البخاری و مسلم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ ارشاد فرماتے تھے :- خدا کی قسم !
اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اُس مسافر آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو
(اثنائے سفر میں) کسی ایسی غیر آباد اور سنسان زمین پر لڑ گیا ہو جو سامانِ حیات سے خالی اور
اسبابِ ہلاکت سے بھرپور ہو اور اس کے ساتھ بس اس کی سواری کی اونٹنی ہو اُسی پر اُس کے
کھانے پینے کا سامان ہو، پھر وہ (آرام لینے کے لئے) سر رکھ کے لیٹ جائے پھر اُسے نیند آجائے
پھر اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کی اونٹنی (پورے سامان سمیت) غائب ہے، پھر وہ اس کی
تلاش میں سرگرداں ہو، یہاں تک کہ گرمی اور پیاس وغیرہ کی شدت سے جب اس کی جان پر
بن آئے تو وہ سوچنے لگے کہ (سیرے لئے اب یہی بہتر ہے) کہ میں اُسی جگہ جا کر پڑ جاؤں (جہاں
سویا تھا) یہاں تک کہ مجھے موت آجائے، پھر وہ (اسی ارادہ سے وہاں آکر) اپنے بازو پر سر رکھ کے
مرنے کے لئے لیٹ جائے، پھر اس کی آنکھ کھلے تو وہ دیکھے کہ اس کی اونٹنی اس کے پاس موجود ہے
اور اس پر کھانے پینے کا پورا سامان (جوں کا توں محفوظ) ہے، تو جتنا خوش یہ مسافر اپنی اونٹنی
کے ملنے سے ہو گا خدا کی قسم مومن بندے کے توبہ کرنے سے خدا اس سے بھی زیادہ خوش
ہوتا ہے (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) ذرا تصور کیجئے اس بد و مسافر کا جو کیلا اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اور راستہ بھر کے لئے
کھانے پینے کا سامان اُسی پر لاد کر دو دراز کے سفر پر کسی ایسے راستہ سے چلا جس میں کہیں دانہ پانی

ملنے کی امید نہیں، پھر اثنائے سفر میں وہ کسی دن دوپہر میں کہیں سایہ دیکھ کر اتر اتر آ کر ارادہ کرنے کے ارادہ سے لیٹ گیا، اُس تھکے ماندے مسافر کی آنکھ لگ گئی، کچھ دیر کے بعد جب آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ اوٹنی اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ غائب ہے، وہ بیچارہ حیران و سر اسیمہ ہو کر اُس کی تلاش میں دوڑا بھاگا، یہاں تک کہ گرمی اور پیاس کی شدت نے اس کو لب دم کر دیا، اب اس نے سوچا کہ شاید میری موت اسی طرح اس جنگل بیابان میں لکھی تھی، اب بھوک پیاس سے آ کر آگے رگڑ رگڑ کے یہاں مرنا ہی میرے لئے مقدر ہے۔ اس لئے وہ اسی سایہ کی جگہ میں مرنے لے بیٹا، اُسے پڑ گیا اور موت کا انتظار کرنے لگا، اسی حالت میں اس کی آنکھ پھر چھپکی، اس کے بعد جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اوٹنی اپنے پورے ساز و سامان کے ساتھ اپنی جگہ کھڑی ہے۔

ذرا اندازہ کیجئے کہ بھاگی ہوئی اوگم شدہ اوٹنی کو اس طرح اپنے پاس کھڑا دیکھ کے اُس بدو کو جو مایوس ہو کر مرنے کے لئے پڑ گیا تھا کس قدر خوشی ہوگی۔ _____ صادق مصدق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں قسم کھا کے فرمایا کہ:۔ خدا کی قسم! بندہ جب جرم و گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا اور سچے دل سے توبہ کر کے اس کی طرف آتا ہے تو اس رحیم و کریم رب کو اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی کہ اس بدو کو اپنی بھاگی ہوئی اوٹنی کے ملنے سے ہوگی۔

قریب قریب یہی مضمون صحیحین میں حضرت ابن مسعود کے علاوہ حضرت انس کی روایت سے بھی مروی ہے۔ اور صحیح مسلم میں ان دونوں بزرگوں کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس بن بشیر اور حضرت براد بن عازب رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مضمون مروی ہے، بلکہ حضرت انس کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس بدو مسافر کی فرط مسرت کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔ اوٹنی کے اس طرح مل جانے سے وہ اتنا خوش ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس بے انتہا عنایت اور بندہ نوازی کے اعتراف کے طور پر وہ کہنا چاہتا تھا کہ ”اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ“ (خداوند! بس تو ہی میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ)

لیکن خوشی کی سرستی میں اس کی زبان بہک گئی اور اُس نے کہا: ”اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِيْ
وَ اَنَا رَجُلٌ“ (میرے اللہ! بس تو میرا بندہ اور میں تیرا خدا)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اُس کی اس غلطی کی معذرت کرتے ہوئے فرمایا: ”اَخْطَا مِنْ شِدَّةِ الْفَرَجِ“ (فرطِ سرست
اور بے حد خوشی کی وجہ سے اُس بیچارے بدو کی زبان بہک گئی)۔

بلاشبہ اس حدیث میں توبہ کرنے والے گناہگاروں کو اللہ تعالیٰ کی جس خوشنودی کی
بشارت سنائی گئی ہے وہ جنت اور اس کی ساری نعمتوں سے بھی فائق ہے۔

شیخ ابن قیمؒ نے ”مدارج السالکین“ میں توبہ و استغفار ہی کے بیان میں یہی حدیث پر کلام
کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اس خوشنودی کی وضاحت میں ایک عجیب و غریب مضمون لکھا ہے
جس کو پڑھ کر ایمانی روح وجد میں آجاتی ہے۔ ذیل میں اس کا صرف حاصل و خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

”اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کی ہوئی ساری کائنات میں انسان کو خاص شرف
بخشا ہے، دنیا کی ساری چیزیں اس کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور اس کو اپنی معرفت
اور اطاعت و عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے، ساری مخلوقات کو اُس کے لئے مسخر
کیا، اور اپنے فرشتوں تک کو اس کا خادم اور محافظ بنایا، پھر اس کی ہدایت و نجات
کے لئے کتابیں نازل فرمائیں اور نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری فرمایا، پھر
ان ہی میں سے کسی کو اپنا خلیل بنایا اور کسی کو شرف ہم کلامی بخشا، اور بہت
بڑی تعداد کو اپنی ولایت اور قُربِ خصوصی کی دولت سے نوازا۔

اور انسانوں ہی کے لئے درہل جنت و دوزخ کو بنایا۔۔۔۔۔ الغرض
دنیا و آخرت میں اور عالم خلق و امر میں جو کچھ ہے اور ہو گا اُس سب کا اصل مرکز

۱۔ علماء و فقہانے حضورؐ کے اس ارشاد سے سمجھا لیا کہ اگر اس طرح کسی کی زبان بہک جائے اور اس سے کفر کا کلمہ
نکل جائے تو وہ کافر نہ ہو گا، فقہ اور فتاویٰ کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے۔ ۱۲۔

و محور بنی نوع انسان ہی ہے اُسی نے امانت کا بوجھ اٹھایا، اُسی کے لئے شریعت کا نزول ہوا، اور ثواب و عذاب دراصل اُسی کے لئے ہے۔۔۔۔۔ پس اس پورے کارخانہ عالم میں انسان ہی اصل مقصود ہے، اللہ نے اس کو اپنے خاص دست قدرت سے بنایا، اس میں اپنی روح ڈالی، اپنے فرشتوں سے اس کو سجدہ کرایا، اور ابلیس اس کو سجدہ ہی نہ کرنے کے جرم میں مردود بارگاہ ہوا اور اللہ نے اس کو اپنا دشمن قرار دیا۔۔۔۔۔ یہ سب اس لئے کہ اُس خالق نے انسان ہی میں اس کی صلاحیت رکھی ہے کہ وہ ایک زمینی اور مادی مخلوق ہونے کے باوجود اپنے خالق و پروردگار کی (جو درالہول و العزیز الغیب الغیب ہے) اعلیٰ درجہ کی معرفت حاصل کرے، ممکن حد تک اس کے اسرار اور اس کی ممکنات سے آشنا ہو، اس سے محبت اور اس کی اطاعت کرے، اس کے لئے اپنے نفسانی مرغوبات اور اپنی ہر چیز کو قربان کرے، اور اس دنیا میں اس کی خلافت کی ذمہ داریوں کو ادا کرے، اور پھر اس کی خاص الخاص عنایتوں اور بے حساب بخششوں کا مستحق ہو کر اس کی رحمت و رافت، اس کے پیار و محبت اور اس کے بے انتہا لطف و کرم کا مورد بنے۔۔۔۔۔ اور چونکہ وہ ربّ کریم اپنی ذات سے جیم ہے اور لطف و کرم اس کی ذاتی صفت ہے (جس طرح بلا تشبیہ امانت ماں کی ذاتی صفت ہے) اس لئے اپنے وفادار اور نیک کردار بندوں کو انعامات و احسانات سے نوازا اور اپنے عطیات سے ان کی جھولیوں کو بھر دینا اُس کے لئے بلا تشبیہ اسی طرح بے انتہا خوشی کا باعث ہوتا ہے جس طرح اپنے بچے کو دودھ پلانا اور نسل اُدھلا کر اچھے کپڑے پہنا کر امانت والی ماں کے لئے انتہائی خوشی کا باعث ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اب اگر بندے نے بدبختی سے اپنے اُس خالق و پروردگار کی وفاداری اور فرمانبرداری کا راستہ چھوڑ کے بغاوت و نافرمانی کا

طریقہ اختیار کر لیا اور اس کے دشمن اور باغی شیطان کے لشکر اور اس کے متبعین میں شامل ہو گیا اور ربِّ کریم کی ذاتی صفت رحمت و رافت اور لطف و کرم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے بجائے وہ اُس کے قہر و غضب کو بھڑکانے لگا تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ میں (بلا تشبیہ) اُس غصّہ اور ناراضی کی کسی کیفیت پیدا ہو گی جو نالائق اور ناخلف بیٹے کی نافرمانی اور بدکرداری دیکھ کر ممتا والی ماں کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر اگر اُس بندے کو کبھی اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور وہ محسوس کرے کہ میں نے اپنے مالک و پروردگار کو ناراض کر کے اپنے کو اور اپنے مستقبل کو برباد کر لیا اور اُس کے دامنِ رحم و کرم کے سوا میرے لئے کوئی چلنے یا نہ نہیں ہے، پھر وہ اپنے لئے پرنا دم و پشیمان ہو اور مغفرتِ رحمت کا سائل بن کر اُس کی بارگاہِ کرم کی طرف رجوع کرے، سچے دل سے توبہ کرے، روئے اور گرد گزائے اور معافی مانگے اور آئندہ کے لئے وفاداری اور فرمانبرداری کا عہد و ارادہ کر لے تو سمجھا جاسکتا ہے کہ اس کے اس کریم رب کو جس کی ذاتی صفت رحمت و رافت اور جس کا پیار ماں کے پیار سے بھی ہزاروں گنا زیادہ ہے، اور جو بندوں پر نعمتوں کی بارش برسا کے آسنا خوش ہوتا ہے جتنا نعمتوں کو پا کر محتاجِ بزرے خوش نہیں ہوتے، تو سمجھا جاسکتا ہے کہ ایسے کریم پروردگار کو اپنے اس بندے کی اس توبہ و انابت سے کتنی خوشی ہو گی۔

شیخ ابنِ قیم نے اس سے بہت زیادہ وضاحت اور بسط کے ساتھ یہ مضمون لکھنے کے بعد آخر میں کسی عارف کا ایک واقعہ لکھا ہے جو شیطان یا نفسِ امارہ کے اغواء سے غلط راستے پر پڑ گئے تھے اور سرکشی و نافرمانی کے جراثیم ان کی رُوح میں پیدا ہونے لگے تھے۔
 وہ لکھتے ہیں کہ : —————

”وہ عارف ایک گلی سے گزر رہے تھے، انھوں نے دیکھا کہ ایک گھر کا دروازہ کھلا

اور ایک بچہ روتا چلاتا ہوا اُس میں سے نکلا، اس کی ماں اس کو گھر سے دھکے دے دے کر نکال رہی تھی، جب وہ دروازہ سے باہر ہو گیا تو ماں نے اندر سے دروازہ بند کر لیا، بچہ اسی طرح روتا چلاتا بکتا بڑبڑاتا کچھ دور تک گیا، پھر ایک جگہ پہونچ کر کھڑا ہو گیا اور سوچنے لگا کہ میں اپنے ماں باپ کے گھر کے سوا کہاں جاسکتا ہوں اور کون مجھے اپنے پاس رکھ سکتا ہے، یہ سوچ کر ٹوٹے دل کے ساتھ وہ اپنے گھر کی طرف لوٹ پڑا، دروازہ پر پہونچ کر اس نے دیکھا کہ دروازہ اندر سے بند ہے تو وہ بیچارہ وہیں چوکھٹ پر سر رکھ کے پڑ گیا اور اسی حالت میں سو گیا۔ ماں آئی، اُس نے دروازہ کھولا اور اپنے بچے کو اس طرح چوکھٹ پر سر رکھ کے پڑا دیکھ کے اس کا دل بھرا آیا اور مامتا کا جذبہ بھرا آیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، بچے کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور اس کو پیار کرنے لگی، اور کہہ رہی تھی :-
بیٹے تو نے دیکھا تیرے لئے میرے سوا کون ہے، تو نے نالائق نادانی اور نافرمانی کا راستہ اختیار کر کے اور میرا دل دکھا کے مجھے وہ غصہ دلایا جو تیرے لئے میری فطرت نہیں ہے، میری فطرت اور مامتا کا تقاضا تو یہی ہے کہ میں تجھ پر پیار کروں اور تجھے راحت و آرام پہونچانے کی کوشش کروں، تیرے لئے ہر خیر اور بھلائی چاہوں
میرے پاس جو کچھ ہے تیرے ہی لئے ہے۔ اُن عارف نے یہ سارا ماجرا دیکھا اور اس میں اُن کے لئے جو سبق تھا وہ لیا ۔

اس قصہ پر غور کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سامنے رکھئے: —
 ”لَلّٰهُ اَرْحَمُ رَاجِدٍ مِنْ هٰذِهِ بِوَلَدٍ هَآءِ (خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کی ذات میں اپنے
 بندوں کے لئے اس سے زیادہ پیارا اور رحم ہے جتنا کہ اس ماں میں اپنے بچے کے لئے ہے)۔

کیسے بڑ سخت اور محروم ہیں وہ بندے جنہوں نے نافرمانی کی راہ اپنا کے ایسے رحیم و کریم پروردگار کی رحمت سے اپنے کو محروم کر لیا ہے اور اس کے قہر و غضب کو بھڑکا رہے ہیں، حالانکہ توبہ کا دروازہ اُن کے لئے کھلا ہوا ہے اور وہ اُس کی طرف قدم بڑھا کے اللہ تعالیٰ کا وہ پیار حاصل کر سکتے ہیں جس کے سامنے ماں کا پیار کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حقائق کا فہم اور یقین نصیب فرمائے۔

يَا غَفَّارُ اغْفِرْ لِي يَا تَوَّابُ ثُبِّ عَلَيَّ يَا رَحِيمُ ارْحَمْنِي يَا
رَوْفُ ارْزُقْ نِي يَا غَفُورُ اغْفِرْ عَنِّي يَا رَبِّ ارْزُقْنِي اَنْ
اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَطَوِّقْنِي حُسْنَ عِبَادَتِكَ۔

— — — — —

(۳۵) کا بقیہ حاشیہ اپنے بچے کو بار بار اٹھا کے سینے سے لگاتی اور دودھ پلاتی تھی، دیکھنے والوں کو محسوس ہوتا تھا کہ ماسک کے جذبہ سے اس کا سینہ بھرا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا۔
”خدا کی قسم! اللہ کی ذات میں اپنے بندوں کے لئے اُس سے زیادہ پیارا اور ترحم ہے جتنا کہ اس ماں میں اپنے بچے کے لئے ہے۔“ ۱۲

صَلٰوةٌ وَسَلَامٌ

”صلوٰۃ و سلام“ در اصل اللہ تعالیٰ کے حضور میں کی جانے والی بہت اعلیٰ اور اشرف درجہ کی ایک دعا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے اپنی ایمانی وابستگی اور وفائشی کے اظہار کے لئے آپ کے حق میں کی جاتی ہے، اور اس کا حکم ہم بندوں کو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن پاک میں دیا گیا ہے، اور بڑے پیارے اور مؤثر انداز میں دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا گیا ہے: ————— اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَاٰیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب - ۵۶ - ۵۷)۔

اس آیت میں اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ کے نبی پر صلوٰۃ و سلام بھیجا کریں (اور یہی آیت کا اصل موضوع اور مدعا ہے) لیکن اس خطاب اور حکم میں خاص اہمیت اور وزن پیدا کرنے کے لئے پہلے بطور تمہید فرمایا گیا ہے کہ: — اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ — یعنی نبی پر صلوٰۃ (جس کا تھیں حکم دیا جا رہا ہے) خداوند قدوس اور اُس کے پاک فرشتوں کا معمول و دستور ہے، تم بھی اس کو اپنا معمول بنا کے اس محبوب و مُسَارکِ عمل میں شریک ہو جاؤ۔

حکم اور خطاب کا یہ انداز قرآن پاک میں صرف صلوٰۃ و سلام کے اس حکم ہی کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ دوسرے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ عمل کے لئے بھی نہیں کہا گیا کہ خدا اور اُس کے فرشتے

یہ کام کرتے ہیں تم بھی کرو۔ بلاشبہ صلوٰۃ و سلام کا یہ بہت بڑا امتیاز ہے، اور یہ رسول اللہ ﷺ کے مقام محبوبیت کے خصائص میں سے ہے۔

صلوٰۃ علی النبی کا مطلب ایک اشکال کا حل:

سورہ احزاب کی اس آیت میں بہت سے لوگوں کو یہ اشکال محسوس ہوتا ہے کہ اس میں اللہ اور فرشتوں کی نسبت سے بھی ”صلوٰۃ“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اور مومن بندوں کی نسبت سے بھی وہی لفظ استعمال فرمایا گیا ہے، حالانکہ حقیقت کے لحاظ سے ان میں سے ہر ایک کا عمل دوسرے سے یقیناً مختلف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ کا جو عمل ہوتا ہے (جس کو اس آیت میں فرشتوں کے عمل کے ساتھ جوڑ کر ”یُصَلُّوْنَ“ کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے) وہ ہرگز فرشتوں اور مومنین کا عمل نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح ایمان والے بندوں سے جس عمل صلوٰۃ کا مطالبہ ”صَلُّوْا“ کے لفظ سے کیا گیا ہے وہ ہرگز خدا کا فعل نہیں ہو سکتا۔ اس کو حل کرنے کے لئے اثر یہ کہا جاتا ہے کہ نسبت کے بدلنے سے صلوٰۃ کے معنی بدل جاتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ہو تو اس کا مطلب ہوتا ہے رحمت نازل کرنا، اور جب ملائکہ یا مومنین کی طرف نسبت ہو تو اس کا مطلب ہوتا ہے اللہ سے رحمت کی دعا کرنا۔ لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ صلوٰۃ کے معنی میں بہت وسعت ہے۔ تکریم و تشریف، مدح و ثنا، رفع مراتب، محبت و مخلوفت، برکت و رحمت، پیار و لار، ارادہ خیر و دعائے خیر، ان سب کو صلوٰۃ کا مفہوم حاوی ہے۔ اس لئے اس کی نسبت اللہ اور اس کے فرشتوں کی طرف اور ایمان والے بندوں کی طرف یکساں طور پر کی جاسکتی ہے۔ البتہ یہ فرق ہو گا کہ رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اس کی شانِ عالی کے مطابق ہوگی، اور فرشتوں کی طرف سے ان کے مرتبہ کے مطابق، اور مومنین کی طرف سے ان کی حیثیت کے مطابق۔

اس پنپا پر آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے نبی پر خاص الخاص عنایت و نوازش

اور بڑا پیار دلا رہے، اور وہ ان کی مدح و ستائش کرتا اور عظمت و شرف کے بلند ترین مقام تک ان کو پہنچانا چاہتا ہے، اور فرشتے بھی ان کی تکریم و تعظیم اور مدح و ثنا کرتے ہیں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ از ہمیشہ الطاف و عنایات اور رخص درجہات کی دعائیں کرتے ہیں۔
 اے ایمان والو! تم بھی ایسا ہی کرو، اور آپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے خاص الخاص لطف و عنایت، محبت و عطا و نعمت، مراتب اور درجات کی رفعت، پورے عالم کی سیادت و امامت اور مقام محمود و قبولیت شفاعت کی دعا کیا کرو اور آپ پر سلام بھیجا کرو۔

صلوٰۃ و سلام کی عظمت و اہمیت :-

اس آیت میں جیسی شاندار تمہید اور جس اہتمام کے ساتھ اہل ایمان کو صلوٰۃ و سلام کا حکم دیا گیا ہے اُس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کتنی اہمیت و عظمت ہے اور وہ کیسا محبوب عمل ہے۔ آگے درج ہونے والی حدیثوں سے معلوم ہو گا کہ اس میں اہل ایمان کے لئے کس قدر خیر کتنی رحمت اور کیسی برکات ہیں۔

صلوٰۃ و سلام کے بارے میں فقہاء کے مسالک :-

امت کے فقہاء اس پر تقریباً متفق ہیں کہ سورہ احزاب کی اس آیت کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا ہر فرد امت پر فرض ہے، پھر ائمہ امت میں سے امام شافعیؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ بھی اس کے قائل ہیں کہ خاص کر ہر نماز کے قعدہ اخیرہ میں تشهد کے بعد درود شریف پڑھنا واجبات نماز میں سے ہے، اگر نہ پڑھی تو ان ائمہ کے نزدیک نماز ہی نہ ہوگی۔ لیکن امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ اور اکثر دوسرے فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ قعدہ میں تشهد تو بیشک واجب ہے جس کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھی آجاتا ہے لیکن اس کے بعد مستقلاً درود شریف پڑھنا فرض یا واجب نہیں

بلکہ ایک اہم اور مبارک سنت ہے جس کے چھوٹ جانے سے نماز میں بڑا نقص رہ جاتا ہے۔
 مگر اس اختلاف کے باوجود اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ اس آیت کے حکم کی تعمیل میں رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہر مسلمان پر اُسی طرح فرض عین ہے جس طرح مثلاً
 آپ کی رسالت کی شہادت دینا جس کے لئے کسی وقت اور تعداد کا تعین نہیں کیا گیا ہے
 اور اس کا ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ پڑھ لے اور پھر اُس پر قائم رہے۔

آج بعض وہ حدیثیں آئیں گی جن سے معلوم ہوگا کہ جب جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کا ذکر آئے آپ پر لازماً درود بھیجا جائے اور اس میں کوتاہی کرنے والوں کے لئے سخت وعیدیں بھی
 آئیں گی۔ ان احادیث کی بنا پر بہت سے فقہاء اس کے بھی قائل ہیں کہ جب کوئی
 آپ کا ذکر کرے یا کسی دوسرے سے سُنے تو اس وقت آپ پر درود بھیجنا واجب ہے پھر ایک
 رائے یہ ہے کہ اگر ایک ہی نشست اور ایک ہی سلسلہ کلام میں بار بار آپ کا ذکر آئے تو ہر دفعہ
 درود پڑھنا واجب ہوگا۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ اس صورت میں ایک دفعہ درود پڑھنا تو
 واجب ہوگا اور ہر دفعہ پڑھنا مستحب ہوگا، اور محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

درود شریف کی امتیازی خاصیت:

اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہماری اس مادی دنیا میں پھلوں اور پھولوں کو الگ الگ رنگتیں
 دی ہیں اور ان میں مختلف قسم کی خوشبوئیں رکھی ہیں (ہر گلے رازنگ و بوئے دیگر بہت) اسی طرح
 مختلف عبادات اور اذکار و دعوات کے الگ الگ خواص اور برکات ہیں۔ درود شریف کی
 امتیازی خاصیت یہ ہے کہ غلو ص دل سے اس کی کثرت، اللہ تعالیٰ کی خاص نظر و رحمت، رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی قرب اور آپ کی خصوصی شفقت و عنایت حاصل ہونے کا
 خاص الخاص وسیلہ ہے۔ آگے درج ہونے والی بعض حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ ہر امتی کا
 درود و سلام اُس کے نام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جاتا ہے، اور

اس کے لئے فرشتوں کا ایک پورا عملہ ہے۔

ذرا غور کریں! اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کا فلاں بندہ آپ کے لئے اور آپ کے گھر والوں اور سب متعلقین کے لئے اچھی سے اچھی دعائیں برا کر رہتا ہے، اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے اتنا نہیں مانگتا جتنا آپ کے لئے مانگتا ہے اور یہ اس کا محبوب ترین مشغلہ ہے، تو آپ کے دل میں اُس کی کیسی قدر و محبت اور خیر خواہی کا کیسا جذبہ پیدا ہوگا۔ پھر جب کبھی اللہ کا وہ بندہ آپ سے ملے گا اور آپ کے سامنے آئے گا تو آپ کس طرح اُس سے ملیں گے۔ اس مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اللہ کا جو بندہ ایمان و اخلاص کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود و سلام پڑھے اس پر آپ کی کیسی نظر عنایت ہوگی، اور قیامت و آخرت میں اس کے ساتھ آپ کا معاملہ کیا ہوگا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا جو مقام حاصل ہے اس کو پیش نظر رکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اُس بندہ سے اللہ تعالیٰ کتنا خوش ہوگا اور اُس پر اس کا کیسا کرم ہوگا۔

درود و سلام کا مقصد:

یہاں ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ درود و سلام اگرچہ بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ایک دعا ہے لیکن جس طرح کسی دوسرے کے لئے دعا کرنے کا اصلی مقصد اس کو نفع پہونچانا ہوتا ہے، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کا مقصد آپ کی ذات پاک کو نفع پہونچانا نہیں ہوتا، ہماری دعاؤں کی آپ کو قطعاً کوئی احتیاج نہیں۔ بادشاہوں کو فقیروں کی سکینوں کے تحفوں اور ہدیوں کی کیا ضرورت! بلکہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ہم بندوں پر حق ہے کہ اس کی عبادت اور حمد و تسبیح کے ذریعہ اپنی عبادت اور عبودیت کا نذرانہ اس کے حضور میں پیش کریں، اور اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع نہیں پہونچتا بلکہ وہ خود ہمارا ضرورت ہے، اور اس کا نفع ہم ہی کو پہونچتا ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے محاسن و کمالات، آپ کی پیغمبرانہ خدمات اور امت پر آپ کے عظیم احسانات کا یہ حق ہے کہ امتی آپ کے حضور میں عقیدت و محبت اور وفاداری و نیاز مندی کا ہدیہ اور ممنونیت و سپاسگزاری کا نذرانہ پیش کریں، اسی کے لئے درود و سلام کا یہ طریقہ مقرر کیا گیا ہے۔ اور جیسا کہ عرض کیا گیا اس کا مقصد آپ کو کوئی نفع پہنچانا نہیں ہوتا، بلکہ اپنے ہی نفع کے لئے یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا و ثواب آخرت اور اس کے رسول پاک کا روحانی قرب اور ان کی خاص نظر عنایت حاصل کرنے کے لئے درود و سلام پڑھا جاتا ہے، اور پڑھنے والے کا اصل مقصد بس یہی ہوتا ہے۔

پھر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ وہ ہمارا درود و سلام کا یہ ہدیہ اپنے رسول پاک تک فرشتوں کے ذریعہ پہنچاتا ہے اور بہت سوں کا آپ کو قبر مبارک میں براہ راست بھی سنوا دیتا ہے (جیسا کہ آگے درج ہونے والی احادیث سے معلوم ہوگا) نیز ہمارے اس درود و سلام کے حساب میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے الطاف و عنایات اور تکریم و تشریف میں اضافہ فرماتا ہے۔

درود و سلام کی خاص حکمت:

انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عقیدت و محبت اور وفاداری و نیاز مندی کا ہدیہ اور ممنونیت و سپاس گزاری کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے درود و سلام کا طریقہ مقرر کرنے کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ اس سے شرک کی جو ملکٹ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے بعد سب مقدس اور محترم ہستیوں، انبیاء علیہم السلام ہی کی ہیں اور ان میں سب سے اکرم و افضل خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب ان کے بارے میں بھی یہ حکم دے دیا گیا کہ ان پر درود و سلام بھیجا جائے (یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے خاص الخاص عنایت و رحمت اور سلامتی کی دعا کی جائے) تو معلوم ہوا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت اور نظر کرم کے محتاج ہیں، اور ان کا حق اور مقام عالی یہی ہے کہ ان کے واسطے اللہ تعالیٰ سے اعلیٰ سے اعلیٰ

و عا ئیں کی جائیں، اس کے بعد شرک کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ کتنا بڑا کرم ہے رب کریم کا کہ اس کے اس حکم نے ہم بندوں اور اُمتوں کو نبیوں اور رسولوں کا اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا گو بنا دیا۔ جو بندہ ان مقدس ہستیوں کا دعا گو ہو وہ کسی مخلوق کا پرستار کیسے ہو سکتا ہے۔

احادیث میں درود و سلام کی ترغیبات فضائل و برکات :-

اس تمہید کے بعد وہ حدیثیں پڑھئے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کی ترغیب دی گئی ہے، اور اس کی فضیلت اور برکات کا بیان فرمایا گیا ہے۔

(۲۹۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَىَّ مَدَّةً وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا۔

رواہ مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو بندہ مجھ پر ایک دفعہ صلوٰۃ بھیجے، اللہ تعالیٰ اُس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے۔

(صحیح مسلم)

(تشریح) اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ صلوٰۃ کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تکریم و تشریف اور آپ پر جو خاص انخاص عنایت و نوازش ہوتی ہے اس کو بھی صلوٰۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور عام ایمان والے بندوں کے ساتھ رحمت و کرم کا جو معاملہ ہوتا ہے اس کے لئے بھی صلوٰۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے اس حدیث میں اس رحمت و عنایت کے لئے بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والے بندے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے صلوٰۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ فرمایا گیا ہے: صَلَّیَ اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا (یعنی حضور پر ایک دفعہ صلوٰۃ بھیجنے والے بندے پر اللہ تعالیٰ دس دفعہ صلوٰۃ بھیجتا ہے) مگر ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ میں اور دوسرے کسی

ایمان والے بندے پر اس کی صلوٰۃ میں دہی فرق ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام عالی اہل اُس ایمان والے بندے کے درجہ میں ہوگا۔

اگے درج ہونے والی بعض حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہم بندوں کے صلوٰۃ بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کی استدعا کریں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس حدیث کا مقصد و مدعا صرف ایک حقیقت اور واقعہ کی اطلاع دینا نہیں ہے بلکہ اُس مبارک عمل (الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ) کی ترغیب دینا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صلوات یعنی خصوصی رحمتوں اور عنایتوں کے حاصل کرنے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب روحانی کی برکات سے بہرہ ور ہونے کا خاص الخاص وسیلہ ہے۔ اسی طرح آگے درج ہونے والی حدیثوں کا مقصد و مدعا بھی یہی ہے۔

(۲۹۳) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَىَّ صَلَوةً وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ رَجَاتٍ _____ رواه النسائي

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ جو بندہ مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجے اللہ تعالیٰ اُس پر دس صلواتیں بھیجتا ہے اور اس کی دس خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں اور اس کے دس درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں۔

(سنن نسائی)

(۲۹۴) عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ نِيَارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَىَّ مِنْ أُمَّتِي صَلَوةً مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَرَفَعَهُ بِهَا عَشْرَ رَجَاتٍ وَكُتِبَ لَهُ بِهَا عَشْرُ

حَسَنَاتٍ وَفِي عَنَدِهِ عَشْرَ سَنِينَ _____ رواہ النسائی

ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا جو اتنی خلوص دل سے مجھ پر صلوٰۃ بھیجے، اللہ تعالیٰ اُس پر دس صلوٰاتیں بھیجتا ہے، اور اُس کے صلہ میں اس کے دس دس بلند کرتا ہے، اور اس کے حساب میں دس نیکیاں لکھاتا ہے اور اُس کے دس گناہ بخش دیتا ہے۔ _____ (سنن نسائی)

(تشریح) حضرت ابو ہریرہؓ والی پہلی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دفعہ صلوٰۃ بھیجنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف دس صلوٰاتوں کے بھیجے جانے کا ذکر تھا۔ اس کے بعد حضرت انسؓ والی دوسری حدیث میں دس صلوٰاتوں کے علاوہ دس درجوں کی بلندی اور دس گناہوں کی معافی کا بھی ذکر فرمایا گیا۔ اور ابو بردہ بن نیارؓ والی تیسری حدیث میں ان سب کے علاوہ اس بندے کے نامہ اعمال میں مزید دس نیکیوں کے لکھے جانے کی بشارت بھی سنائی گئی۔ _____ اس عاجز کے نزدیک یہ صرف اجمال اور تفصیل کا فرق ہے، یعنی دوسری اور تیسری حدیث میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ پہلی حدیث کے اجمال کی تفصیل ہے واللہ اعلم۔ تیسری حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ صلہ پانے کے لئے شرط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ "اخلاص قلب" سے بھیجی جائے۔

(۲۹۵) عَنْ أَبِي طَالِحَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَالْبُشَيْرُ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ إِنَّهُ جَاءَنِي جِبْرِئِيلُ فَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ أَمَّا يُرْضِيكَ يَا مُحَمَّدٌ أَنْ لَا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِكَ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْكَ عَشْرًا۔

_____ رواہ النسائی والدارمی

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے اور آپ کے چہرہ انور پر خوشی اور بشارت کے آثار نمایاں تھے (اس کا سبب بیان کرتے ہوئے) آپ نے فرمایا کہ: آج جبرئیل امین آئے اور انھوں نے بتایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ اے محمد! کیا یہ بات تمہیں راضی اور خوش نہیں کرے گی کہ تمہارا جو اتنی تم پر صلوٰۃ بھیجے، میں اُس پر دس صلوٰتیں بھیجوں اور جو تم پر سلام بھیجے، میں اُس پر دس سلام بھیجوں۔ (سنن نسائی، سنن دارمی)

(تشریح) قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے: وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (زلے نبی! تمہارا رب تم کو اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے)۔ اس وعدہ کا پورا ظہور تو آخرت میں ہو گا لیکن یہ بھی اس کی ایک قسط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا اتنا اکرام فرمایا، اور محبوبیت کبریٰ کا وہ مقام عالی آپ کو عطا فرمایا کہ جو بندہ آپ کی محبت اور آپ کے احترام میں خالص اللہ آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجے، اللہ تعالیٰ نے اُس پر دس صلوٰتیں اور دس سلام بھیجنے کا دستور اپنے لئے مقرر فرمایا۔ اور جبرئیل امین کے ذریعہ آپ کو اسکی اطلاع دی، اور اس پیارے انداز میں دی: اِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ اَمَّا يُرْضِيكَ يَا مُحَمَّدٌ (تمہارا رب فرماتا ہے اے محمد! کیا تمہیں ہمارا یہ فیصلہ راضی اور خوش نہیں کرے گا)۔

اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے تو ان احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام محبوبیت کو کچھ سمجھا جاسکتا ہے۔

(۲۹۶) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى دَخَلَ غُلَا فَسَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ حَتَّى خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ قَدْ تَوَقَّاهُ قَالَ فَنُحْتُ أَنْظُرَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ مَا لَكَ؟ فَاذْكُرْتُ لَهُ ذَلِكَ قَالَ فَقَالَ إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِي

اَلَا اَنْبَشُرُكَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ لَكَ مِنْ صَلٰتِي
عَلَيْكَ صَلَوةٌ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ
عَلَيْهِ۔

_____ رواہ احمد

حضرت عبدالرحمن بن عوف سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آبادی سے نکل کر کھجوروں کے ایک باغ میں پہنچے اور سجدے میں گر گئے اور بہت دیر تک اسی طرح سجدے میں پڑے رہے، یہاں تک کہ مجھ خطرہ ہوا کہ آپ وفات تو نہیں پا گئے میں آپ کے پاس آیا اور غور سے دیکھنے لگا۔ آپ نے ہر بار کہ سجدے سے اٹھایا اور مجھ سے فرمایا کیا بات ہے اور تمہیں کیا فکر ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کے دیر تک سجدے سے ستر اٹھانے کی وجہ سے، مجھے ایسا شبہ ہوا تھا، اس لئے میں آپ کو دیکھ رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اہل واقعہ یہ ہے کہ جبرئیلؑ نے آکر مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں بشارت سناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو بندہ تم پر صلوٰۃ بھیجے میں اُس پر صلوٰۃ بھیجوں گا، اور جو تم پر سلام بھیجے میں اس پر سلام بھیجوں گا۔ (مسند احمد)

(تشریح) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے والے کے لئے اللہ کی طرف سے صلوٰۃ و سلام بھیجے جانے کا ذکر ہے، لیکن دُش کا عدد اس روایت میں مذکور نہیں ہے، مگر اس سے پہلی حضرت ابو طلحہؓ والی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دُش دفعہ صلوٰۃ و سلام بھیجے جانے کی بشارت دی تھی۔ پھر یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو بتاتے وقت دُش کے عدد کا ذکر ضروری نہیں سمجھا، یا بعد کے کسی زوی کے بیان کرنے سے رہ گیا۔

اسی حدیث کی مسند احمد کی ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہے کہ: ”فَتَجَدَّتْ لِلّٰهِ شُكْرًا“۔ یہی میں نے اس بشارت کے شکر میں یہ سجدہ کیا تھا۔ امام بیہقی نے اس حدیث کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سجدہ شکر کے ثبوت میں میری نظر میں یہ سب زیادہ صحیح حدیث ہے۔ واللہ اعلم۔

(۲۹۷) قریب قریب اسی مضمون کی ایک حدیث طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمرؓ سے بھی روایت کی ہے، اُس میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غیر معمولی قسم کے سجدے کا ذکر ہے، اس کے آخر میں ہے کہ آپ نے سجدے سے اٹھ کر مجھے بتایا کہ،

لَا تَجْزِيكَ مِثْلَ أَتَانِي فَقَالَ جبریل میرے پاس آئے اور انھوں نے
مَنْ صَلَّى عَلَيْكَ مِنْ أُمَّتِكَ یہ پیغام پہنچایا کہ تمہارا جو امتی تم پر
وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا ایک صلوٰۃ بھیجے گا اللہ تعالیٰ اُس پر
وَرَفَعَهُ بِهَا عَشْرَ رَجَاتٍ دس صلوٰتیں بھیجے گا اور اس کے دس
درجے بلند فرمائے گا۔ (ترمذی و مسند بن سعد)

ان سب حدیثوں کا مقصد وہ عاہم امتیوں کو یہی بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ و سلام کا تمغہ اور اس کی بے انتہا عنایتیں اور رحمتیں حاصل کرنے کا ایک کامیاب اور بہترین ذریعہ غلو جس قلب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک دفعہ کے صلوٰۃ و سلام کے صلہ میں دس دفعہ صلوٰۃ و سلام بھیجتا ہے، دس درجے بلند فرماتا ہے، نامہ اعمال میں سے دس گناہ محو کر دیئے اور مشادیئے جاتے ہیں اور دس نیکیاں لکھا دی جاتی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی بندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر روزانہ صرف تین دفعہ درود پاک پڑھتا ہے تو ان احادیث کی بشارت کے مطابق (جو ایک دو نہیں بلکہ بہت سے صحابہ کرامؓ سے صحاح اور سنن و مسانید کی قریباً سب ہی کتابوں میں قابل اعتماد سندوں کے ساتھ مروی ہیں) اس پر

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ بن نیر، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت ابو طلحہ انصاریؓ اور حضرت عمرؓ کی احادیث تو یہاں درج کی جا چکی ہیں، ان کے علاوہ حضرت براءؓ بن عازبؓ، سعید بن عمر انصاریؓ اور حضرت جابرؓ بن عبد اللہؓ بن عمرو بن عاصؓ کی روایت سے بھی یہ مضمون مختلف کتب حدیث میں مروی ہے، گویا یہ مضمون ”قد بشرک“ کے لحاظ سے متواتر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت اس لحاظ سے یقینی اور قطعی ہے۔ ۱۳

اللہ تعالیٰ ایک ہزار صلوٰتیں بھیجتا ہے، یعنی رحمتیں بارہ ہزار تین فرماتا ہے، اس کے مجربہ میں ایک ہزار صلوٰتیں دی جاتی ہے، اس کے اعمال نامہ سے ایک ہزار گناہ محو کئے جاتے ہیں اور ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اللہ اکبر۔ کتنا ارزاں اور نفع بخش سودا ہے۔ اور کتنے خسارہ بے نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس سعادت اور کمائی سے اپنے کو محروم کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً نصیب فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔

آپ کے ذکر کے وقت بھی درود سے غفلت کرنیوالوں کی محرومی اور ہلاکت۔

(۲۹۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عَنْدهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَى وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ اتَّسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُعْفَرَ لَهُ وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَذْرَكَ عَنْدهُ أَبْوَاهُ الْكِبَرِ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلْهُ الْجَنَّةَ۔۔۔۔۔ رواہ الترمذی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذلیل و خوار ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ اس وقت بھی مجھ پر صلوٰۃ یعنی درود بھیجے اور اسی طرح ذلیل و خوار ہو وہ آدمی جس کے لئے رمضان کا (رحمت و مغفرت والا) مہینہ آئے اور اس کے گزرنے سے پہلے اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو جائے (یعنی رمضان کا مبارک مہینہ بھی وہ غفلت و غدا فراموشی میں گزارے اور توبہ و استغفار کر کے اپنی مغفرت کا فیصلہ نہ کرالے)۔ اور ذلیل و خوار ہو وہ آدمی جس کے ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک اس کے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں اور وہ (ان کی خدمت کو کرے) جنت کا استحقاق حاصل نہ کرے۔

(جامع ترمذی)

(تشریح) اس حدیث میں تین قسم کے جن آدمیوں کے لئے ذلت و خواری کی بددعا ہے:

کہئے تو آپ امین کہتے تھے۔ ان سب حدیثوں میں مذکورہ بالا تین قسم کے محروموں کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریلؑ کی طرف سے سخت ترین بددعا کے انداز میں جس طرح انتہائی ناراضی اور بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے، یہ دراصل ان تینوں کو تاجیوں کے بارے میں سخت ترین انتباہ ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کی وجہ سے فرشتوں کی دنیا اور ملائکہ میں عظمت و محبوبیت کا وہ بلند ترین مقام حاصل ہے کہ جو شخص آپ کے حق کی ادائیگی کے معاملہ میں صرف اتنی کوتاہی اور غفلت کرے کہ آپ کے ذکر کے وقت آپ پر درود نہ بھیجے تو اس کے لئے سارے ملائکہ اعلیٰ کے امام اور نمائندے حضرت جبریلؑ کے دل سے اتنی سخت بددعا نکلتی ہے اور وہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی امین کہلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی ہر تقصیر اور کوتاہی سے محفوظ رکھے، اور اس مختصر صلی اللہ علیہ وسلم کی حق شناسی اور حق کی ادائیگی کی توفیق دے۔

ان ہی احادیث کی بنیاد فقہانے یہ رائے قائم کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آئے تو آپ پر درود بھیجنا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والوں پر بھی واجب ہے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

(۳۰۰) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْبَغِئِلُ الَّذِي مَنْ ذَكَرْتُ عَنْهُ هَ فَكَلَّمَ يُصَلِّ عَلَى

رواہ الترمذی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔۔۔ اَلْبَغِئِلُ اور کجوس وہ آدمی ہے جس کے سلسلے میں یاد کر آئے اور وہ (فدا پسندانہ)

ہو (کے) بخیر پر درود بھیجے۔ (جامع ترمذی)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ عام طور سے بخیل ایسے آدمی کو سمجھا جاتا ہے جو دولت کے خرچ کرنے میں نکل کرے، لیکن اُس سے بھی بڑا بخیل اور بہت بڑا بخیل وہ آدمی ہے جس کے سامنے میل

ذکر آئے اور وہ زبان سے دُرد کے دھوکے کہنے میں بھی نکل کرے — حالانکہ آپ نے اُمت کے لئے وہ کیلئے اور اُمت کو آپ کے ہاتھوں سے وہ دولت عظمیٰ ملی ہے کہ اگر ہر آدمی اپنی جان بھی آپ کے لئے قربان کر دے تو حق ادا نہ ہو سکے گا۔

مرجائے بیک مشاقاں بدہ بیعی نام دوست
تاکنم جان از سر و رغبت فدائے نام دوست

مسلمانوں کی کوئی نشست ذکر اللہ اور صلوة علی النبی سے خالی نہ ہونی چاہئے۔

(۳۰۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ يَخْلُصُونَ لِمَا كَرِهُوا اللَّهَ بِهِ وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تَرَةٌ فَإِنْ شَاءَ عَذَابُهُمْ وَإِنْ شَاءَ غُفِرَ لَهُمْ — رواه الترمذی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ کہیں بیٹھے اور انہوں نے اُس نشست میں نہ اللہ کو یاد کیا اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجا اور نہ ان کی وہ مجلس اور نشست ذکر اللہ اور صلوة علی النبی سے بالکل خالی رہی تو قیامت میں یہ ان کیلئے حسرت و خسران کا باعث ہوگی۔ پھر چاہے اللہ ان کو عذاب دے اور چاہے معاف فرمادے

اور بخش دے۔ — (جامع ترمذی)

(تشریح) معلوم ہو کہ مسلمان کی کوئی نشست اور مجلس ایسی نہ ہونی چاہئے جو اللہ کے ذکر سے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام سے خالی رہے۔ اگر زندگی میں ایک نشست بھی ایسی ہوئی تو قیامت میں اس پر باز پرس ہوگی، اُس وقت سخت حسرت اور پشیمانی ہوگی۔ پھر چاہے اللہ کی طرف سے معافی مل جائے یا سزا دی جائے۔

یہی مضمون قریب قریب ابی الفاظ میں حضرت ابو ہریرہؓ کے علاوہ حضرت ابوسعید خدریؓ

حضرت اہل اللہ باہمی اور حضرت واثق بن الاسقع رضی اللہ عنہم سے بھی حدیث کی مختلف کتابوں میں مروی ہے۔

دُرود شریف کی کثرت قیامت میں حضورؐ کے خصوصی تَرْکِب و وسیلہ :-

(۳۴۲) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَوَّلَى النَّاسِ بِِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلْأَقْرَبُ عَلَيَّ صَلَوةً.

(رواہ الترمذی)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- قیامت کے دن مجھ سے قریب ترین اور مجھ پر زیادہ حق رکھنے والا میرا دوست ہوگا جو مجھ پر زیادہ صلوٰۃ بھیجے والا ہوگا۔

(جامع ترمذی)

(تشریح) مطلب یہ ہے کہ ایمان اور ایمان والی زندگی کی بنیادی شرط کے ساتھ میرا جو دوستی ہو پر زیادہ سے زیادہ صلوٰۃ و سلام بھیجے گا، اس کو قیامت میں میرا خصوصی قرب اور خاص تعلق حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ یہ دولت اور سعادت حاصل کرنے کی توفیق دے۔

(۳۴۳) عَنْ مُرْوَيْجِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدًا وَقَالَ اللَّهُمَّ أَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي.

رواہ احمد

حضرت مُرْوَيْجِ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- میرا جو دوستی ہو جو صلوٰۃ بھیجے اور ساتھ ہی یہ دعا کرے :- اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ :- (اے اللہ! ان کو یمن اپنے نبی حضرت محمدؐ کو قیامت کے دن اپنے قریب کی نشست گاہ (کُرسی) عطا فرما) تو

اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی ————— (مسند احمد)

(تشریح) اس حدیث کو طبرانی نے بھی معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ ہیں
 "مَنْ قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ أَنْزَلَهُ الْمُقْعَدَ الْمُقْرَبَ عِنْدَكَ
 يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَحَبَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي؟" اس میں صلوٰۃ اور دعا کے پورے الفاظ آگئے
 ہیں اور بہت مختصر ہیں۔ یوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سب ہی امتوں
 کی انشاء شفاعت فرمائیں گے، لیکن جو اہل ایمان آپ پر ان الفاظ میں درود بھیجیں اور
 اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے یہ دعا کریں۔ ان کی شفاعت کا آپ اپنے خصوصی حق سمجھیں گے اور
 اللہ تعالیٰ انی بارگاہ میں ان کی سفارش اُمید ہے کہ اہتمام سے فرمائیں گے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى
 مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ الْمُقْعَدَ الْمُقْرَبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔

اگر کوئی اپنے مقاصد کیلئے دعاؤں کی جگہ بھی درود ہی پڑھے تو اس کے سارے مسائل
 غیب سے حل ہوں گے

(۳۰۴) عَنْ أَبِي بَنْ كَعْبٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَكْثَرُ الصَّلَاةِ
 عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَوَتِي فَقَالَ مَا شِئْتُ قُلْتُ الرَّبْعَ
 قَالَ مَا شِئْتُ فَإِنْ زِدْتُ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ النِّصْفَ فَقَالَ
 مَا شِئْتُ فَإِنْ زِدْتُ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ ثُلَاثِينَ قَالَ
 مَا شِئْتُ فَإِنْ زِدْتُ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ أَجْعَلُ لَكَ صَلَوَتِي كُلَّمَا
 قَالَ إِذَا تَكَلَّفْتَ مَتَاكَ وَيَكْفُرُ لَكَ ذَنْبُكَ — (رحمہ اللہ)

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی خدمت میں عرض کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ پر درود زیادہ بھیجا کروں لیکن اللہ تعالیٰ سے
 آپ پر صلوٰۃ کی استغناء زیادہ کیا کروں) آپ مجھے بتا دیجئے کہ اپنی دعا میں سے کتنا حصہ آپ پر

صلوٰۃ کے لئے مخصوص کر دوں؟ (یعنی میں اپنے لئے دعا کرنے میں جو وقت صرف کیا کرتا ہوں ایسی کتنا آپ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کر دوں) آپ نے فرمایا: جتنا چاہو۔ میں نے عرض کیا کہ: میں اس وقت کا جتنا حصہ آپ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کر دوں گا آپ نے منسوب جتنا تم چاہو، اور اگر اور زیادہ کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہی ہوگا۔ میں نے عرض کیا: تو پھر میں تو صلوٰۃ اس کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: جتنا چاہو کر دو، اور اگر اور زیادہ کرو گے تو تمہارے لئے بہتر ہی ہوگا۔ میں نے عرض کیا: تو پھر میں اس میں سے وہ تمہاری وقت آپ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: جتنا تم چاہو کر دو، اور اگر زیادہ کر دو گے تو تمہارے لئے غیر ہی کا باعث ہوگا۔ میں نے عرض کیا: پھر تو میں اپنی دعا کا سارا ہی وقت آپ پر صلوٰۃ کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری ساری نیکوئیں اور ضرورتوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفایت کی جائے گی (یعنی تمہارا سارا دینی و دنیاوی محتاج غیبی انجام پائیں گے) اور تمہارے گناہ و قصور مستم کر دیے جائیں گے۔

(جامع ترمذی)

(تشریح) حدیث کا مطلب سمجھنے کے لئے معنی تشریح کی ضرورت تھی وہ ترجمہ میں کر دی گئی ہے۔ عام طور سے شارحین نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں "صلوٰۃ" دھلکے معنی میں استعمال ہوا ہے جو اس کے اصل معنی ہیں۔

حضرت ابی بن کعب کثیر الدعوات تھے، اللہ تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگا کرتے تھے۔ ان کے دل میں آیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے جو دعائیں مانگتا ہوں اور جتنا وقت اس میں صرف کرتا ہوں اس میں سے کچھ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کے لئے (یعنی اللہ تعالیٰ سے آپ کے واسطے مانگنے کے لئے) مخصوص کر دوں۔ اس بارے میں انہوں نے خود حضور سے دریافت کیا کہ میں کتنا وقت اس کے لئے مخصوص کر دوں۔ آپ نے اپنی طرف سے وقت کی کوئی تحدید تعین مناسب نہیں سمجھی بلکہ الہی کی رائے پر چھوڑ دیا، اور یہ اشارہ فرمایا کہ اس کے لئے جتنا بھی زیادہ وقت دو گے

تمہارے لئے بہتر ہی ہوگا۔ آخر میں انہوں نے طے کیا کہ میں وہ سالادقت جس میں اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجے ہی میں یعنی اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے مانگنے میں صرف کر دوں گا۔ ان کے اس فیصلہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت سنائی کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارے وہ سالے مسائل و سمات جن کے لئے تم دُعائیں کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے کرم سے آپ سے آپ حل ہوں گے، اور تم سے جو گناہ و قصور ہوئے ہوں گے وہ بھی ختم کر دیئے جائیں گے، ان پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔

”معارف الحدیث“ کی اسی جلد میں تلاوت قرآن مجید کے فضائل کے بیانی میں حدیثِ قدسی

گزر چکی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے: —
 ”مَنْ شَعَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِيْ وَمَسَّ لِيْ اَعْطَيْتُهُ اَفْضَلَ مَا اَعْطِيَ السَّائِلِيْنَ“
 جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بندہ تلاوت قرآن میں اتنا مشغول رہے کہ اسکے علاوہ اللہ کے ذکر کیلئے اور اپنے مقاصد کے واسطے دُعا کرنے کے لئے اسے وقت ہی نہ ملے، تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے اس سے بھی زیادہ اور بہتر دے گا جتنا دُعا کرنے والوں اور مانگنے والوں کو دیتا ہے۔

جس طرح اس حدیث میں اُن بندوں کے لئے جو تلاوت قرآن میں اپنا سالادقت صرف کر دیں، اور بس اسی کو اپنا وظیفہ بنالیں، اللہ تعالیٰ کی اس خاص عنایت و نوازش کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ ان کو دعائیں کرنے والوں اور مانگنے والوں سے بھی زیادہ اور بہتر عطا فرمائے گا۔ اسی طرح حضرت ابنی بن کعب والی اس زیر تشریح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عجمی و غلصین کے بارے میں جو اپنی دُعائیں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقت کر دیں، اور اپنے ذاتی مسائل و مقاصد کے لئے دُعاؤں کی جگہ بھی بس آپ پر صلوٰۃ بھیجیں، بتایا ہے کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص اِخلاص کرم ہوگا کہ اُن کے مسائل و سمات غیب سے حل کئے جائیں گے اور ان کے گناہ و دعو ڈالے جائیں گے۔

اس کا لازمی ہے کہ جس طرح قرآن مجید کی تلاوت سے خاص شرف اور بس اسی کو اپنا وظیفہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: "دُعا آسمان اور زمین کے درمیان بھاڑتی رہتی ہے اور پر نہیں جاسکتی جب تک کہ نبی پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود نہ بھیجا جائے۔" (جامع ترمذی)

(تشریح) وہ حدیث "آداب دُعا" کے ذیل میں ص ۱۳۲ پر گزر چکی ہے جس میں ہدایت فرمائی گئی ہے کہ دُعا کرنے والے کو چاہئے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، اسکے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی حاجت عرض کرے۔ حضرت عمرؓ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ دُعا کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنی چاہئے، وہ دُعا کی قبولیت کا خاص وسیلہ ہے۔ "حصن حصین" میں شیخ ابوسلماء دارانیؒ سے نقل کیا گیا ہے انھوں نے فرمایا کہ درود شریف (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایک اعلیٰ و اعلیٰ ثمرت دُعا ہے) وہ قرآن و تفسیر ضرور ہی قبول فرماتا ہے، پھر جب بندہ اپنی دُعا سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ سے حضورؐ کے حق میں دُعا کرے اور اسکے بعد بھی دُعا کرے تو اس کے کرم سے یہ بہت ہی بعید ہے کہ وہ اول و آخر کی دُعا ٹس تو قبول کر لے اور درمیان کی اس بچا لے کی دُعا رد کرے، اسلئے پوری اُمید رکھنی چاہئے کہ جس دُعا کے اول و آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجی جائے گی وہ انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔

مندرجہ بالا روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ بات (جو انھوں نے دُعا کی قبولیت کے بارے میں فرمائی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، لیکن چونکہ یہ ایسی بات ہے کہ کوئی شخص اپنی رائے اور فہم سے ایسا دعویٰ نہیں کر سکتا، بلکہ اللہ کے پیغمبر سے سن کے ہی ایسی بات کہی جاسکتی ہے، اسلئے محدثین کے مسلک اصول کے مطابق یہ روایت حدیث مرفوعہ ہی کے حکم میں ہے۔

زنیائیں کہیں بھی درود بھیجا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچتا ہے۔

(۳۰۶) عَنْ آئِیْ مَرْثُورَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا وَلَا تَجْعَلُوا
قُبُورِي حَيْدًا وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ
كُنْتُمْ _____ رواه النسائي

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے خود منہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بنالو، اور میری قبر کو
میلہ نہ بنالینا، ہاں جمعہ پر صلوٰۃ بھیجا کرنا، تم جہاں بھی ہو گئے مجھے تمہاری صلوٰۃ پہنچے گی۔

(سنن نسائی)

(تشریح) اس حدیث میں نیچے دہائیں فرمائی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ "اپنے گھروں کو قبریں نہ بنالو"۔
اس کا مطلب عام طور سے شاید صحن نے یہ بیان کیا ہے کہ جس طرح قبروں میں مُردے ذکر و عبادت
نہیں کرتے، اور قبریں ذکر و عبادت سے خالی رہتی ہیں، تم اپنے گھروں کو ایسا نہ بنالو کہ وہ ذکر و
عبادت سے خالی رہیں، بلکہ ان کو ذکر و عبادت سے معمور رکھو۔ _____ اس سے معلوم ہوا کہ
جن گھروں میں اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت نہ ہو وہ زندوں کے گھر نہیں، بلکہ مردوں کے قبرستان
ہیں۔ دوسری ہدایت یہ فرمائی گئی ہے کہ "میری قبر کو میلہ نہ بنالینا"۔ یعنی جس طرح سال کے کسی
معین دن میں میلوں میں لوگ جمع ہوتے ہیں اس طرح میری قبر پر کوئی میلہ نہ لگایا جائے۔
بزرگان دین کی قبروں پر عرسوں کے نام سے جو میلے ہوتے ہیں ان سے اندازہ کیا جاسکتا ہے
کہ اگر خدا نخواستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر کوئی میلہ اس طرح کا ہوتا تو اس سے
روح پاک کو کتنی شدید اذیت پہنچتی۔

تیسری ہدایت یہ فرمائی گئی ہے کہ تم مشرق یا مغرب میں مشکی یا تری میں جہاں بھی ہو، پھر
صلوٰۃ بیجو، وہ مجھے پہنچے گی۔ _____ یہی مضمون قریب قریب ابی ہریرہ الغفافی میں طبرانی نے
اپنی سند سے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں۔
"حَيْثُمَا كُنْتُمْ فَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي"۔ _____ اللہ تعالیٰ نے

جن بندوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قلبی تعلق کا کچھ حصہ عطا فرمایا ہو ان کے لئے کتنی بڑی بشارت اور تسلی کی بات ہے کہ خواہ وہ ہزاروں میل دور ہوں ان کا صلوٰۃ و سلام آپ کو پہنچتا ہے۔ ۴

قرب جانی چوبود بعد مکانی سہل است

۱۷۷۱ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ _____ رواه النسائي والدارمي

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :- اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو دنیا میں پھر لگاتے رہتے ہیں اور میرے امتیوں کا سلام

وصلوٰۃ مجھے پہنچاتے ہیں _____ (سنن نسائی، مسند دارمی)

(تشریح) ایک دوسری حدیث میں جس کو طبرانی وغیرہ نے حضرت عمار بن یاسر سے روایت کیا ہے، یہ بھی تفصیل ہے کہ صلوٰۃ و سلام پہنچانے والا فرشتہ بھیجنے والے امتی کے نام کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پہنچاتا ہے، کہتا ہے: ”یا محمد صلی علیک فلاں کذا“ (اے محمد! تمہارے فلاں امتی نے تم پر اس طرح صلوٰۃ و سلام بھیجا ہے) _____

اور حضرت عمار بن یاسر کی اسی حدیث کی بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ وہ فرشتہ صلوٰۃ و سلام بھیجنے والے امتی کا نام اس کی ولدیت کے ساتھ ذکر کرتا ہے، یعنی حضور کی خدمت میں عرض کرتا ہے: ”یا محمد صلی علیک فلاں بن فلاں“ _____ کتنی خوش قسمتی ہے اور کتنا اراں سودا ہے کہ جو امتی اخلاص کے ساتھ صلوٰۃ و سلام عرض کرتا ہے، وہ حضور کی خدمت میں اس کے نام اور ولدیت کے ساتھ فرشتے کے ذریعہ پہنچتا ہے، اور اس طرح آپ کی بارگاہ عالی میں اُس بے چارے مسکین امتی اور اس کے باپ کا ذکر بھی آجاتا ہے۔ ۵

جاں میدہم در آرزو اے قاصد آخر باز گو
در مجلس آں نازنین حرفے کہ از ما می رود
(۳۰۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ
رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ -

رواہ ابو داؤد و التبیق فی الدعوات الکبیر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ :- جب کوئی مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس فرمائے گا
تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دے دوں۔ (سنن ابی داؤد، دعوات کبیر للبیہقی)

(تشریح) حدیث کے ظاہری الفاظ ”إِلَّا رَدَّ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي“ سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ
آپ کی روح مبارک جسداطہر سے الگ رہتی ہے، جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ
آپ کے جسداطہر میں روح مبارک کو لوٹا دیتا ہے تاکہ آپ سلام کا جواب دے سکیں۔
ظاہر ہے کہ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی، اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ایک
دن میں لاکھوں کروڑوں دفعہ آپ کی روح مبارک جسم اقدس میں ڈالی اور نکالی جاتی ہے،
کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ کے لاکھوں کروڑوں امتی آپ پر صلوٰۃ و سلام نہ بھیجتے ہوں
روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے والوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے اور عام
دنوں میں بھی ان کا شمار ہزاروں سے کم نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا
اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے۔ اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء
امت کی رائیں مختلف ہیں، لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ ثابت ہے کہ
انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے
اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہو سکتا ہے کہ آپ کا جسداطہر روح سے خالی

رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے۔ اس بنیاد اکثر شارحین نے ”روح“ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی و جلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے (اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے) پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ کی روح اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور آپ سلام کا جواب دیتے ہیں، بس اس روحانی توجہ والتفات کو ”روح“ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

عاجز راقم سطور عرض کرتا ہے کہ اس بات کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو عالم برزخ کے معاملات و احوال سے کچھ مناسبت رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان حقائق کی معرفت نصیب فرمائے۔

اس حدیث کا خاص پیغام یہ ہے کہ جو امتی بھی اخلاص قلب سے آپ پر سلام بھیجتا ہے، آپ عادی اور ہر سری طور پر صرف زبان سے نہیں بلکہ روح اور قلب سے متوجہ ہو کر اس کے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اگر عمر بھر کے صلوٰۃ و سلام کا کچھ بھی اجر و ثواب نہ ملے صرف آپ کا جواب مل جائے تو سب کچھ مل گیا۔ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

(۳۷۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِ بَرٍّ سَمِعْتُهُ وَمَنْ

صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أَمْلِغْتُهُ۔ رواه البيهقي في شعب الایمان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا:۔ جو آدمی میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجے گا (یا سلام عرض کرے گا)

وہ میں خود سنوں گا، اور جو کہیں دُور سے بھیجے گا تو وہ مجھے پہونچایا جائے گا۔

(شعب الایمان للبیهقی)

(تشریح) اس حدیث سے یہ تفصیل معلوم ہو گئی کہ فرشتوں کے ذریعہ آپ کو صرف ہی درود سلام پہونچتا ہے جو کوئی دُور سے بھیجے، لیکن اللہ تعالیٰ جن کو قبر مبارک کے پاس پہونچا دے اور وہ وہاں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کریں تو آپ ایں کو بنفس نفیس سنتے ہیں، اور جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے ہر ایک کو جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔

کتنے خوش نصیب ہیں وہ بندے جو روزانہ سیکڑوں یا ہزاروں بار صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہیں اور آپ کا جواب پاتے ہیں۔ ————— حق یہ ہے کہ اگر ساری عمر کے صلوٰۃ و سلام کا ایک ہی دفعہ جواب مل جائے تو جن کو محنت کا کوئی ذرہ نصیب ہے اُن کے لئے وہی دو جہاں کی دولت سے زیادہ ہے۔ ————— کسی محب نے کہا ہے۔

بہر سلام مکن رنجہ در جواب آں لب
کہ صد سلام مرا بس یکے جواب از تو

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَاَبَارِكْ وَسَلِّمْ

کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔



دُرود شریف کے خاص کلمات

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود و سلام بھیجنے کا ہم بندوں کو حکم دیا اور بڑے موثر اور پیارے انداز میں حکم دیا، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف پیرایوں میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اس کے وہ برکات اور فضائل بیان فرمائے جو ناظرین کو مندرجہ سابق احادیث سے معلوم ہو چکے ہیں۔ پھر صحابہ کرام کے دریافت کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُرود و سلام کے خاص کلمات بھی تعلیم فرمائے۔ اپنے امکان کی حد تک کتب حدیث کی پوری چھان بین کے بعد اس سلسلہ کی مستند روایات جمع کر کے ذیل میں درج کی جا رہی ہیں۔ ————— وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ

(۳۱۰) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْثٍ قَالَ لَقِيتُنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ لَا أَهْدِي لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلَى فَأَهْدِيهَا لِي، فَقَالَ سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللَّهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا اللَّهُمَّ

صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ مَكَامَ صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ
وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَ
عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ——— رواہ البیہقی و سلم

مشہور جلیل القدر تابعی عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہو بیان کرتے ہیں کہ میری ملاقات کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے ہوئی (جو اصحاب بیت رضوان میں سے ہیں) انھوں نے مجھ سے فرمایا میں تمہیں ایک خاص تحفہ پیش کروں (یعنی ایک بیش بہا حدیث سناؤں) جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، میں نے عرض کیا مجھے وہ تحفہ ضرور دیجئے! ——— انھوں نے بتایا کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو ہم کو بتا دیا کہ ہم آپ پر سلام کس طرح بھیجا کریں (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ نے ہم کو بتا دیا ہے کہ ہم تشہد میں "السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَوَسَلَّمَ اللَّهُ بِكَ وَبِرَّكَاتِهِ" کہہ کر آپ پر سلام بھیجا کریں) اب آپ ہمیں یہ بھی بتا دیجئے کہ ہم آپ پر صلوات (دود) کیسے بھیجا کریں، آپ نے فرمایا لاں کہا کرو ———

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ	اے اللہ اپنی خاص نوازش اور عنایت
عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ	درجہ فرما حضرت محمد پر اور حضرت
عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ	محمد کے گھر والوں پر جیسے کہ تو نے
إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ	نوازش اور عنایت و درجہ فرمائی
اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ	حضرت ابراہیم پر اور حضرت ابراہیم
وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ	کے گھر والوں پر، بیشک تو حمد و

عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ سَمِيعٌ عَجِيزٌ۔
سائش کا سزاوار اور عظمت و بزرگی
دالا ہے۔ اے اللہ خاص برکتیں نازل
فرما حضرت محمدؐ اور حضرت محمدؐ کے
گھرانے والوں پر، جیسے تو نے
برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم
پر اور حضرت ابراہیمؑ کے گھرانے
والوں پر، تو حمد و سائش کا سزاوار
اور عظمت و بزرگی دالا ہے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) حضرت کعب بن عجرہ نے عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ کو یہ حدیث جس طرح
اور جس تمہید کے ساتھ سنائی اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس حدیث کو اور
اس درود شریف کو کتنا عظیم اور کیا بیش بہا تحفہ سمجھتے تھے۔ اور طبری کی
اسی حدیث کی روایت میں یہ بھی ہے کہ کعب بن عجرہ نے یہ حدیث عبد الرحمن
ابن ابی لیلیٰ کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے سنائی تھی۔ اس سے بھی اندازہ ہوتا
ہے کہ ان کے دل میں اس کی کتنی عظمت تھی۔

اسی حدیث کی بیہقی کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ صلوٰۃ یعنی درود کے
طریقہ کے بارے میں یہ سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس وقت کیا گیا
جب سورہ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰی
النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّواْ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝

اس آیت میں صلوٰۃ و سلام کا جو حکم دیا گیا ہے اُس کے بارے میں تفصیل سے پہلے لکھا جا چکا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کے جواب میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم دیا ہے اس کا کیا طریقہ ہے اور کس طرح ہم آپ پر صلوٰۃ بھیجا کریں؟ صلوٰۃ کے جو کلمات اس حدیث میں اور اس کے علاوہ بھی بہت سی دوسری حدیثوں میں یقین فرمائے یعنی اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ..... بخوان۔ ان سے معلوم ہوا کہ آپ پر ہمارے صلوٰۃ بھیجنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اللہ سے التجا و استدعا کریں کہ وہ آپ پر صلوٰۃ بھیجے اور برکتیں نازل فرمائے۔ یہ اس لیے کہ ہم خود چونکہ محتاج و مفلس اور تنہا مایہ ہیں ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ اپنے عمن اعظم اور اللہ کے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ پیش کر سکیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں استدعا اور التجا کرتے ہیں کہ وہ آپ پر صلوٰۃ اور برکت بھیجے، یعنی آپ کی تشریف و تکویم، آپ پر نوازش و عنایت، رحمت و رؤف، پیار و دلاوری اور مقبولیت کے درجات و مراتب میں اضافہ فرمائے اور آپ کو اپنی خاص برکتوں سے نوازے، نیز آپ کے گھر والوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ فرمائے۔

استدعا و صلوٰۃ کے بعد ”برکت“ مانگنے کی حکمت :-

صلوٰۃ کے بارے میں پہلے بقدر ضرورت کلام کیا جا چکا ہے اور بتایا جا چکا ہے کہ اس کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے تشریف و تکویم، مدح و ثنا، رحمت و رؤف، محبت و عطا و نفع، ارادہ خیر، اعطاء خیر، اور دُعائے خیر سب ہی کو صلوٰۃ کا مفہوم حاوی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بندہ پر ”برکت“ ہونے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس کے لیے بھرپور نوازش و عنایت اور خیر و

نعمت کا اور اس کے مقام اور اس میں برابر اضافہ و ترقی کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہے۔ بہر حال برکت کسی ایسی چیز کا نام نہیں ہے جس کو "صلوٰۃ" کا وسیع مفہوم حاوی نہ ہو۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صلوٰۃ کی استدعا کرنے کے بعد آپ کے واسطے برکت یا رحمت کی دُعا اور التجا کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دُعا اور سوال کے موقع پر یہی ممکن ہے کہ مختلف الفاظ و عبارات میں بار بار عرض و عرض کی جائے، اس سے بندہ کی شدید محتاجی اور صدقِ طلب کا اظہار ہوتا ہے اور اسلئے اور سنگت کے لیے یہی مناسب ہے۔ اس لیے اس درود شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے لیے اللہ تعالیٰ سے صلوٰۃ کی استدعا کے بعد برکت کی التجا بھی کی گئی ہے۔ اور بعض دوسری روایات میں (جو عنقریب درج ہوں گی)، صلوٰۃ اور برکت کے بعد ترجمہ کا بھی سوال کیا گیا ہے۔

درود شریف میں لفظ آل کا مطلب :-

اس درود شریف میں آل کا لفظ چار دفعہ آیا ہے، ہم نے اس کا ترجمہ "گھرانے والوں" کیا ہے۔ عربی زبان اور خاص کر قرآن و حدیث کے استعمالات میں کسی شخص کی آل ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ان لوگوں کے ساتھ خصوصی تعلق رکھتے ہوں، خواہ یہ تعلق نسب اور رشتہ کا ہو، جیسے اس کے بیوی بچے، یا رفاقت اور عقیدت و محبت، اور اتباع و اطاعت کا، جیسے کہ اس کے مشن کے خاص ساتھی اور محبین و متبعین۔ اس لیے نفسِ لعنت کے لحاظ سے

۱۔ امام راغب اصفہانی نے "مفردات القرآن" میں "آل" کے معنی بیان کرتے ہوئے (اٹل صغیر)

یہاں آل کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگلے ہی نمبر پر اسی مضمون کی حضرت ابو حمید ساعدی کی جو حدیث درج کی جا رہی ہے اس میں درود شریف کے جو الفاظ ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں "آل" سے "گھرانے والے" ہی مراد ہیں۔ یعنی آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کی نسل و اولاد، اور جس طرح ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصی قربت و جزئیت اور زندگی میں شرکت کا خاص شرف حاصل ہے (جو دوسرے حضرات کو حاصل نہیں ہے اگرچہ وہ درجہ میں ان سے افضل ہوں)، اسی طرح یہ بھی ان کا ایک مخصوص شرف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان پر بھی درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ اور اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ ازواج مطہرات وغیرہ جو لفظ "آل" کے مصداق ہیں، اُمت میں سب سے افضل ہوں، عند اللہ فضیلت کا مدار ایمان اور ایمان والے اعمال اور ایمانی کیفیات پر ہے جس کا جامع عنوان تقویٰ ہے۔ اِنْ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰیْکُمْ۔

اس کو بالکل یوں سمجھنا چاہئے کہ ہماری اس دنیا میں بھی جب کوئی مخلص محب اپنے کسی محبوب بزرگ کی خدمت میں کوئی خاص مرغوب تحفہ اور سوغات پیش کرتا ہے تو اس کے پیش نظر خود وہ بزرگ اور ان کے ذاتی تعلق کی بنا پر ان کے گھر والے ہوتے ہیں اور اس مخلص کی یہ خوشی ہوتی ہے کہ یہ تحفہ ان بزرگ کے ساتھ ان کے گھر والے یعنی اہل و عیال بھی استعمال کریں، کسی کے ساتھ تعلق و محبت کا دراصل یہ فطری تقاضا ہے۔ درود شریف بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک تحفہ اور سوغات ہے، اس میں آپ کے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لکھا ہے: وَیَسْتَعْلِفِمْ یَخْتَصُّ بِالْاِنْسَانِ اِخْتِصَاصًا ذَاتِ اِمَامَةِ بَقَرَاتِهِ قَرِیبَةً اَوْ مَوَالَاتٍ قَالِ عَزَّوَجَلَّ
رَوَّالِ اِبْرَاهِیمَ وَالْاَیْمَرِ (وَقَالَ) (اَوْ خَلَوْاْ اَالَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ) ص ۳۸۶

ساتھ آپ کے خاص متعلقین یعنی اہل و عیال کو بھی شریک کرنا بلاشبہ آپ کی محبت کا تقاضا ہے اور اس سے آپ کے قلب مبارک کا بہت زیادہ خوش ہونا بھی ایک فطری بات ہے۔ اس کی بنیاد پر افضلیت اور مفضولیت کی کلامی بحث کرنا کوئی خوش ذوق کی بات نہیں ہے۔ بہر حال اس عاجز کے نزدیک راجح یہی ہے کہ درود شریف میں آلِ محمد سے آپ کے گھر والے یعنی ازواج مطہرات اور ذریت مراد ہے، اور اسی طرح سے آلِ ابراہیم سے حضرت ابراہیم کے گھر والے اقرانِ مجید میں حضرت ابراہیم کی زوجہ مطہرہ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْبَيْتِ اِنَّهُ جَمِيْدٌ جَعِيْدٌ بلاشبہ آلِ ابراہیم وہی ہیں جن کو اس آیت میں اہل البیت فرمایا گیا ہے۔

درود شریف میں تشبیہ کی حقیقت اور نوعیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقین فرمائے ہوئے اس درود شریف میں اللہ تعالیٰ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر صلوٰۃ اور برکت نازل کرنے کی درخواست کرتے ہوئے عرض کیا گیا ہے کہ ایسی صلوٰۃ اور برکت نازل فرما جیسی کہ تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر نازل فرمائی۔ اس تشبیہ کے بارے میں ایک مشہور علمی اشکال ہے کہ تشبیہ میں مُشَبَّہ، مُشَبَّہ بہ کے مقابلہ میں کمتر ہوتا ہے اور مُشَبَّہ بہ اعلیٰ اور برتر ہوتا ہے مثلاً ٹھنڈے پانی کو برف سے تشبیہ دی جاتی ہو تو پانی خواہ کتنا ہی ٹھنڈا ہو ٹھنڈک میں بہر حال برف سے کمتر ہوتا ہے اور برف میں اس سے زیادہ ٹھنڈک ہوتی ہو۔ اس اصول پر درود شریف کی مذکورہ بالا تشبیہ سے لازم آتا ہے کہ حضرت ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر نازل ہونے والی صلوٰۃ و برکات ان صلوٰۃ و برکات سے اعلیٰ اور افضل ہوں جن کی اس درود پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے لیے استعاذہ اور التجا کی گئی ہے۔

شائین حدیث نے اس اشکال کے بہت سے جوابات دیے ہیں جو فتح الباری وغیرہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس عاجز کے نزدیک سب سے زیادہ تسلی بخش جواب یہ ہے کہ تشبیہ کبھی صرف نوعیت کی تعیین کے لیے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی خاص قسم کے کپڑے کا ایک پرانا ٹکڑے لے کر کپڑے کی بڑی دوکان پر جاتا ہے کہ مجھے ایسا کپڑا چاہیے، حالانکہ جس ٹکڑے کو وہ نمونے کے طور پر دکھا رہا ہے اور جو مشتبہ بہ ہے وہ ایک پرانا اور بے قیمت ٹکڑا ہے اور اسی قسم کا جو کپڑا وہ دوکاندار سے چاہتا ہے وہ ظاہر ہے کہ نیا اور قیمتی ہوگا اور اس لحاظ سے نمونہ والے ٹکڑے سے بہتر ہوگا۔ پس درود شریف میں تشبیہ اسی قسم کی ہے اور مطلب یہ ہے کہ جس خاص نوعیت کی صلوات و برکات سے سیدنا ابراہیمؑ و آل ابراہیمؑ کو نوازا گیا، اسی نوعیت کی صلوات و برکات سیدنا محمدؐ و آل محمدؐ پر نازل فرمائی جائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام نبیوں بلکہ ساری مخلوق میں یہ امتیازات حاصل ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنا خلیل بنایا (وَاجْتَنَّبَ اللَّهُ إِبرَاهِيمَ خَلِيلًا) ان کو امامت کبریٰ کے عظیم شرف سے مشرف اور سرفراز فرمایا (وَاجْتَنَّبَ عَلَیْكَ الْإِمامَ) ان کو بیت اللہ کا بانی بنایا۔ ان کے بعد سے قیامت تک کے لیے نبوت و رسالت کا سلسلہ ان ہی کی نسل اور ان ہی کے اخلاف میں منقطع کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوا کسی پر بھی اللہ تعالیٰ کی یہ نوازشیں اور عنایتیں نہیں ہوئیں اور کسی کو بھی محبوبیت و مقبولیت کا یہ مقام عالی عطا نہیں ہوا۔ پس درود شریف میں اللہ تعالیٰ سے یہی دعا اور التجا کی جاتی ہے کہ اسی قسم کی اور اسکا نوع کی عنایتیں اور نوازشیں اپنے حبیب حضرت محمدؐ اور ان کی آل پر بھی فرماؤ۔ محبوبیت و مقبولیت کا دیا ہی مقام ان کو بھی عطا فرما۔ الغرض یہ تشبیہ صرف نوعیت کی تعیین اور وضاحت کے لیے ہے جس میں بسا اوقات مشتبہ بہ کے معنی ملتے ہیں۔

اصلی اور برتر ہوتا ہے اور اس کی مثال وہی ہے جو اوپر پکڑے کی دی گئی ہے۔

دُرُود شریف کا اوّل و آخر اللّٰهُمَّ — اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

دُرُود شریف کو اللّٰهُمَّ سے شروع کر کے اللہ تعالیٰ کے دو مبارک اور پاک ناموں حمید و مجید پر ختم کیا گیا ہے۔ بعض جلیل القدر ائمہ سلف سے نقل کیا گیا ہے کہ اللّٰهُمَّ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء حسنیٰ کے قائم مقام ہے۔ اور اس کے ذریعہ دعا کرنا ایسا ہو جیسا کہ تمام اسماء حسنیٰ کے ذریعہ دعا کی جائے۔ شیخ ابن القیم نے جلاء الافہام میں اس پر بڑی نفیس فاضلانہ بحث کی ہے جو اہل علم کے لیے قابل دید ہے انہوں نے بتایا ہے کہ یہ معنی اللّٰهُمَّ کی ہم شد سے پیدا ہوتے ہیں اور اس کو فلسفہ لغت سے ثابت کیا ہے پھر اس دعوے کی تائید میں چند ائمہ سلف کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ اور حمید و مجید اللہ تعالیٰ کے یہ دو مبارک نام اس کی تمام صفات جلال و جمال کے آئینہ دار ہیں حمید وہ ہے جس کی ذات میں سارے وہ محاسن و کمالات ہوں جن کی بنا پر وہ ہر ایک کی حمد و ستائش کا مستحق اور سزا دار ہو۔ اور مجید وہ ہے جس کو ذاتی جلال و جبروت اور عظمت و کبریائی بدرجہ کمال حاصل ہو۔ اس بنا پر اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ کا مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ تو تمام صفات جمال و کمال اور شان جلال کا جامع ہے اس لیے یزنا محمد اور آل محمد پر صلوٰۃ وبراکت بھیجنے کی تجھ ہی سے استدعا ہے۔ — قرآن مجید میں

لے قریباتی صفحہ پر یہ بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں: وَ هَذَا الْقَوْلُ الَّذِي اخْتَرْنَاهُ قَدْ جَاءَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنَ السَّلَفِ قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ اَللّٰهُمَّ جَمِّعِ الدَّعَاءَ وَقَالَ ابُو رَجَاءٍ الْعَطَارْدِيُّ اَنْ اَلْمِمْ فِي قَوْلِهِم اَللّٰهُمَّ فِهَا تَسْعَةُ وَتِسْعُونَ اِسْمًا مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَقَالَ النَّظَرْمِنْ شَمِيلٍ مَنْ قَالَ اَللّٰهُمَّ فَقَدْ دَعَا اللّٰهُ بِجَمِيعِ اَسْمَاءِ — جلاء الافہام ص ۵۰۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے گھردلوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت و برکت کا جہاں ذکر کیا گیا ہو وہاں بھی اللہ کے ان دونوں کی اسی خصوصیت اور امتیاز کی وجہ سے انہی کو بالکل اسی طرح خاتمہ کلام بنایا گیا ہو سورہ ہود میں فرشتوں کی زبانی فرمایا گیا ہو رَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

الغرض اَللّٰهُمَّ سے درود شریف کا آغاز اور اِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ پر اس کا اختتام اپنے اندر بڑی معنویت رکھتا ہو اور ان دونوں کلموں کی اس معنویت کا لحاظ کرنے سے درود شریف کا کیف بیدار ہو جاتا ہے۔
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى اِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ
 صَلِّتُمْ بَارِكْتَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اس درود شریف کے الفاظ کی روایتی خثیت :-

حضرت کعب بن عجرہ کی روایت سے درود شریف کے جو الفاظ اور نقل کیے گئے ہیں وہ امام بخاری نے صحیح بخاری کی کتاب الانبیاء میں روایت کیے ہیں۔ (جلد اول ص ۴۴) اس کے علاوہ کم سے کم دو جگہ اسی حدیث امام بخاری نے روایت کی ہے۔ ایک سورہ احزاب کی تفسیر میں (ص ۲ ج ۲) اور دوسرے کتاب الدعوات میں (ص ۹۴ ج ۲) ان دونوں جگہوں پر درود شریف میں ”کَمَا صَلَّيْتَ“ اور ”كَمَا بَارَكْتَ“ کے بعد ”عَلَى اِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيمَ“ کی جگہ صرف ”عَلَى آلِ اِبْرَاهِيمَ“ روایت کیا ہو اور صحیح مسلم کی روایت میں بھی اسی طرح ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی صحیحین اور غیر صحیحین کی تمام روایات کو سامنے رکھتے ہوئے فتح الباری میں اس رائے کا اظہار کیا ہو کہ کعب بن عجرہ کی روایت میں درود شریف کے پورے الفاظ یہی ہیں جو یہاں نقل کیے گئے ہیں۔ اور جن روایات میں صرف ”عَلَى اِبْرَاهِيمَ“ یا ”عَلَى آلِ اِبْرَاهِيمَ“ وارد ہوا ہو وہاں بعض راویوں کے حافظہ کے فرق سے ایسا ہو گیا ہو۔ فتح الباری ج ۲ ص ۲۶۱

۱۔ شیخ ابن القیم کی کتاب جلاء الانام کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔ یہ درود سلام کے باقی اگلے صفحہ پر

حضرت کعب بن عجرہ کے علاوہ اور بھی متعدد صحابہ کرام سے قریب قریب یہی مضمون اور درود شریف کے قریب یہی الفاظ کتب حدیث میں روایت کیے گئے ہیں۔ وہ تمام روایات آگے پیش کی جا رہی ہیں۔

(۳۱۱) عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ لَوْ كُنَّا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ نَصَلِّيَ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ مَكَامَ صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ مَكَامَ بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

رواہ البخاری

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ حضرت! ہم آپ پر صلوٰۃ (درود) کس طرح پڑھا کریں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کیا کرو "اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى"

(حاشیہ بسلسلہ 'مفہم گزشتہ') کے مضمون پر ان کی بہترین تالیف جو ان کے کمالِ علمی کی آئینہ دار ہے۔ لیکن درود شریف کے الفاظ کے بارے میں اس میں ان سے یہ بھول ہو گئی ہو کہ مکابارکت علیٰ ابراہیم وعلیٰ آل ابراہیم کے بارے میں انہوں نے کچھ دیا ہو کہ یہ الفاظ کسی صحیح روایت میں وارد نہیں ہوئے۔ صحیح روایات میں یا صرف "علیٰ ابراہیم" روایت کیا گیا ہو یا صرف "علیٰ آل ابراہیم" (املاؤا الفام ص ۳۲)۔ حالانکہ واقعہ یہ ہو کہ یہ الفاظ صحیح بخاری میں کعب بن عجرہ کی اس روایت میں موجود ہیں جس کو امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں روایت کیا ہو (ص ۱۱۶) اور اسی طرح صحیح بخاری ہی کی ابو سعید خدری کی روایت میں بھی موجود ہیں (ص ۹۲)۔ درود شریف کے ان الفاظ کے بارے میں قریب قریب یہی سوشیج ابن القیم کے اس تذیح الاسلام ابن تیمیہ کے بھی ہوا ہے۔ انہوں نے کھلے کہ مکابارکت علیٰ ابراہیم وعلیٰ آل ابراہیم کی کوئی سند سیرے علم میں نہیں (فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۱۱۶)۔ اس طرح کے سو بڑے بڑے اکابر سے پوچھتے ہیں اور اس سے ان کی حلالیت شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ سو دنیائے پاک صرف ایک ہی ذات ہے۔ لَا يَنْفَعُ رَبِّي

مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ..... الخ۔ اے اللہ! اپنی خاص فوازش اور عنایت
 و رحمت فرما حضرت محمد پر اور آپ کی (پاک) بی بیوں اور آپ کی نسل پر جیسے کہ آپ نے
 فوازش اور عنایت و رحمت فرمائی آل ابراہیم پر اور خاص برکت نازل فرما حضرت
 محمد پر اور آپ کی (پاک) بی بیوں اور آپ کی نسل پر جیسے کہ آپ نے برکتیں نازل
 فرمائیں آل ابراہیم پر، اے اللہ تو ساری حمد و ثناء کا سزاوار ہو اور تیرے ہی
 لیے ساری عظمت و بڑائی ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

(تشریح) اس حدیث میں درود شریف کے جو الفاظ طہقین فرمائے گئے ہیں وہ کعب بن
 عجرہؓ والی پہلی حدیث سے کچھ مختلف ہیں پہلی حدیث میں "اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ
 مُحَمَّدٍ" اور "اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ" فرمایا گیا تھا، اور اس حدیث میں
 دونوں جگہ "وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ" کے بجائے "وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ" فرمایا گیا ہو، اسی بنا پر اس
 عاجز نے پہلی حدیث کی تشریح میں ان حضرات کے قول کو راجع قرار دیا تھا جنہوں نے
 کہا ہو کہ درود شریف میں آل محمد سے مراد ازواج مطہرات اور آپ کی ذریت طیبہ ہو۔
 ایک دوسرے خفیف لفظی فرق یہ بھی ہو کہ پہلی حدیث میں "مَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى
 آلِ إِبْرَاهِيمَ" اور "مَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ" فرمایا گیا تھا اور اس
 حدیث میں دونوں جگہ صرف "عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ" ہے۔ اور حضرت ابو حمید راعی
 کی اس روایت کے علاوہ دوسرے اکثر صحابہ کی حدیثوں میں بھی جو آگے درج
 ہوں گی، اسی طرح صرف "عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ" وارد ہوا ہے۔ لیکن جیسا کہ عرض کیا
 گیا یہ صرف لفظی فرق ہو۔ اس سے معنی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ عربی محاورات میں
 جب کسی کا نام لے کر اس کی آل کا ذکر کیا جائے اور خود اس کا ذکر الگ نہ کیا جائے تو وہ بھی
 اس میں شامل ہوتا ہو۔ مثلاً قرآن مجید میں فرمایا گیا ہو "إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا
 وَآلَ إِبْرَاهِيمَ عَلَى الْعَالَمِينَ" اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ساری قوموں میں

برگزیدہ کیا آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو ظاہر ہے کہ یہاں آل ابراہیم میں خود حضرت ابراہیم بھی شامل ہیں۔ اسی طرح ”وَاعْرِضْنَا آلَ فِرْعَوْنَ“ اور ”وَإِذْ خَلَوْا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ“ میں خود فرعون بھی شامل ہے۔

بہر حال ان دونوں حدیثوں میں درود شریف کے جو کلمات وارد ہوئے ہیں ان میں خفیف سا فرق صرف الفاظ میں ہے۔ اسی لیے علما و فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ان میں سے ہر ایک صود نماز میں پڑھا جاسکتا ہے۔ اور اسی طرح دوسرے صحابہ کرام کی روایتوں سے آئندہ درج ہونے والی حدیثوں میں درود شریف کے جو کلمات آ رہے ہیں، جن میں الفاظ کی کچھ کمی بیشی ہے، وہ سب بھی نماز میں پڑھے جاسکتے ہیں۔

(۳۱۲) عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي مُجْلِسٍ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ بَشِيرُ بْنُ سَعْدٍ أَمَرَنَا اللَّهُ أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَكَيْفَ نُصَلِّيُ عَلَيْكَ؟ قَالَ فَسَلِّتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَمْنِيَا أَنَّهُ لَمْ يُسَلِّهِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ جَمِيدٌ مُجِيدٌ وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ — رواه مسلم

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کچھ لوگ سعد بن عبادہ کی نشست گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے وہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو (حاضرین مجلس میں سے) بشیر بن سعد نے آپؐ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپؐ پر صلوٰۃ بھیجے گا حکم دیا ہے (ہمیں بتائیے کہ) ہم کس طرح آپؐ پر صلوٰۃ بھیجا کریں؛ حدیث کے راوی ابو مسعود انصاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کچھ دیر تک خاموش رہے اور آپ نے بشیر بن سعد کے سوال کا کوئی جواب
 نہیں دیا (جس سے ہمیں یہ شبہ ہوا کہ شاید یہ سوال آپ کو اچھا نہیں لگا، یہاں تک
 کہ ہمارے دل میں آیا کہ کاش یہ سوال نہ کیا گیا ہوتا، پھر کچھ دیر خاموشی کے بعد ملاں
 سوال کا جواب دیتے ہوئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں کہا کرو۔
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اے اللہ اپنی خاص نوازش و عنایت
 وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ اور رحمت فرما حضرت محمد پر اور ان کے
 عَلٰی آلِ اِبْرٰہِیْمَ وَبَارِکْ گھرانے والوں پر جس طرح تو نے نوازش
 عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ عنایت اور رحمت فرمائی حضرت ابراہیم
 مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی کے گھرانے پر اور اپنی خاص برکتیں نازل
 آلِ اِبْرٰہِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ فرما حضرت محمد اور ان کے گھرانے پر
 اِنَّكَ حَمِیدٌ مُّجِیدٌ — جس طرح تو نے برکتیں نازل فرمائیں حضرت
 وَالسَّلَامُ کَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ۔ ابراہیم کے گھرانے پر ساری دنیا میں تو
 حمد و ستائش کا سزاوار ہے اور تیرے ہی لیے ساری غفلت و بزدلی ہے۔
 اور سلام اس طرح جس طرح کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے۔

(صحیح مسلم)

(تشریح) حضرت ابو سعید انصاری کی اس حدیث کی طبری کی روایت میں یہ اضافہ
 ہے کہ جب بشیر بن سعد نے آپ سے سوال کیا کہ ہم آپ پر کس طرح درود بھیجا کریں؟ تو آپ
 خاموش رہے۔ یہاں تک کہ آپ پر وحی آئی (وَشَکَّلَتْ حَتّٰی جَاءَہُ الْوَحْیُ) اس کے بعد
 آپ نے مندرجہ بالا درود تلقین فرمایا۔ اس اضافہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ کی
 خاموشی وحی کے انتظار میں تھی اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ درود شریف کے کلمات
 آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم فرمائے گئے تھے۔ اور مزید یہ بھی معلوم ہو گیا

کہ درود کے بارے میں یہ سوال آپ پہلی دفعہ سعد بن عبادہ کی مجلس ہی میں کیا گیا تھا جس کے جواب میں آپ کو وحی کا انتظار کرنا پڑا۔ دوسرے بعض صحابہ (کعب بن عجرہ اور ابو حمید سعدی وغیرہ) کی روایات میں جو اسی طرح کے سوال کا ذکر ہو وہ یا تو اسی مجلس کے واقعہ کا بیان ہے۔ یا مختلف حضرات نے مختلف موقعوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا تھا اور آپ نے جواب میں ان کو درود شریف کے وہ کلمات تلقین فرمائے جو ان کی روایات میں وارد ہیں۔ اکثر احادیث کے سیاق اور الفاظ و کلمات کے فرق سے اسی دوسرے احتمال کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابو سعید الخضاری کی اس حدیث کی امام احمد اور ابن خزیمہ اور حاکم وغیرہ کی روایات میں ایک اضافہ یہ بھی ہو کہ بشیر بن سعد نے درود بھیجنے کے بارے میں سوال کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تھا

كَيْفَ نُصَلِّيْكَ عَلَيَّ اِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا عَلَیْكَ فِي صَلَاتِنَا۔ جب ہم نماز میں آپ پر درود بھیجیں تو کس طرح بھیجا کریں؟

اس سے معلوم ہوا کہ یہ سوال خاص طور سے نماز میں درود پڑھنے کے بارے میں کیا گیا تھا اور یہ درود ابراہیمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے نماز میں پڑھنے کے لیے تلقین فرمایا۔

حضرت ابو مسعود الخضاری کی اس روایت میں بھی ابو حمید سعدی کی حدیث کی طرح مَکَا صَلَّيْتَ اور مَکَا بَادَلْتَ کے بعد صرف عَلٰی اٰلِ اٰتِبِہِمْ روایت کیا گیا ہو گا۔ آخر میں اِنَّكَ بِمَحْمَدٍ مُحَمَّدٍ سے پہلے فِي الْعَالَمِيْنَ کا اضافہ بھی ہے۔

(۳۳) عَنْ اَبِيْ صَعِيْدٍ الْجُدِّي قَالَ طَلَبْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا السَّلَامُ عَلَیْكَ فَقَدْ عَلِمْنَا فَكَيْفَ نُصَلِّيْكَ عَلَیْكَ قَالَ قُولُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ مَکَا صَلَّيْتَ

عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ مَكَانَ بَارَكْتَ عَلَىٰ
إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ _____ رواه البخاری

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہم نے عرض کیا کہ حضرت! آپ پر سلام بھیجے گا طریقہ تو ہم کو معلوم ہو گیا یعنی تشہد کے ضمن میں بتا دیا گیا اَلَسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ اب ہمیں یہ بھی بتا دیا جائے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ کس طرح بھیجا کریں؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کیا کرو۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ	اے اللہ اپنی خاص عنایت و نوازش
عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ مَكَانَ	اور محبت و رحمت فرما اپنے خاص بند
صَلَّيْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ	اور رسول (حضرت) محمد پر جیسی تو نے
وَبَارِكْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ	نوازش و عنایت اور محبت و رحمت
وَآلِ مُحَمَّدٍ مَكَانَ بَارَكْتَ	فرمائی (اپنے خلیل حضرت) ابراہیم پر
عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ	اور خاص برکتیں نازل فرما حضرت محمد
_____ رواه البخاری	آل محمد پر جس طرح تو نے برکتیں نازل

فرمائیں حضرت ابراہیم و آل ابراہیم پر _____ (صحیح بخاری)

(۳۱۴) عَنْ طَلْحَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تُصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ؟ قَالَ قُولُوا اَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ مَكَانَ صَلَّيْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ تَحْيِيهِ وَتُحْيِيهِ _____ (رواہ انسائی)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا ہم آپ پر کس طرح صلوٰۃ بھیجا کریں؟ آپ نے فرمایا یوں کہ اے اللہ نوازش و عنایت اور محبت و رحمت

فرما محمد پر جیسی نوازش و عنایت اور محبت و رحمت فرمائی تو نے ابراہیم پر تو محمود
 شائش کا سزاوار ہو اور ہر طرح کی عظمت و بزرگی تیرے لیے ہو۔ (منہن سائی)
 (۳۱۵) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ عَلِمْنَا السَّلَامَ عَلَيْكَ
 فَكَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ؟ قَالَ قُولُوا اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ مَكَاجِلَتَنَا عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔

رداء احمد

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدمت
 میں ہم لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ پر سلام بھیجئے کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا
 اب بتادجئے کہ آپ پر صلوٰۃ کس طرح بھیجی جائے؟۔ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ کے
 حضور میں یوں عرض کیا کرو،

اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ اے اللہ اپنی خاص نوازشیں، عنایتیں
 وَرَحْمَتَكَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ اور اپنی مخصوص رحمت نازل فرما حضرت
 آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلَى محمد اور ان کے گھر والوں پر جیسے تو نے
 إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ نازل فرمائیں حضرت ابراہیم پر تو محمود
 شائش کا سزاوار ہو اور عظمت و کبریا ہی تیری ذاتی صفت ہے۔ (رداء احمد)

(۳۱۶) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِ
 مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى
 مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ مَكَابِرَاتَكَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى
 آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ ۝

رداء احمد ابن حبان والدارقطنی والبیہقی فی السنن

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مجھ پر صلوٰۃ بھیجو تو اس طرح کہا کرو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاَوْحٰی وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰهیمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهیمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاَوْحٰی وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰهیمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهیمَ اِنَّكَ حَمِیدٌ جَمِیدٌ (مسند احمد، صحیح ابن حبان سنن دارقطنی، سنن بیہقی)

[چونکہ درود پاک کے ان کلمات کا ترجمہ بار بار کیا جا چکا ہو اس لیے اس کے

اعادہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔]

(تشریح) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے روایت کردہ اس درود میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک آپ کی امتیازی صفت اور خاص لقب النَّبِیُّ الْاَوْحٰی کے اضافہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، قرآن مجید میں آپ کی یہ صفت ایک خاص نشانی اور پہچان کے طور پر ذکر کی گئی ہے (الَّذِیْنَ یَتَّبِعُونَ النَّبِیَّ الْاَوْحٰی الَّذِیْ یُحِیْ وَیُمِیْتُ مَکْتُوبًا عِنْدَکُمْ فِی السُّمُرِ وَالْاَنْجِلِ — الاحزاب) اس آیت میں اشارہ ہو کہ تورات و انجیل میں آپ کا ذکر اس صفت کے ساتھ کیا گیا تھا۔ ”اُوحی“ کے معنی ہیں ”بے لکھے پڑھے“ مطلب یہ ہو کہ جو علم و ہدایت آپ لے کر آئے وہ آپ نے کسی استاد یا کتاب سے حاصل نہیں کیا ہو، بلکہ پاداشت اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے حاصل ہوا ہو۔ لکھنے پڑھنے کے لحاظ سے آپ بالکل ویسے ہی ہیں جیسے ہاں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ ظاہر ہے کہ آپ کی اس صفت اور اس لقب میں ایک خاص محبوبیت ہو اور اس چھوٹے سے لفظ میں آپ کی نبوت و رست کی ایک بڑی روشن دلیل پیش کر دی گئی ہے۔

نگاہ من کہ بکبت درخت و خط نہ نوشت
بغفرہ مسئلہ آموز صد مدرس مشد

(۳۱۷) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَارِجَةَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ صَلُّوا عَلَيَّ وَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ وَقُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ جَمِيدٌ جَمِيدٌ — رواه احمد والنسائي

حضرت زید بن خارجه انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ پر درود کس طرح بھیجی جائے؟ تو آپ نے فرمایا مجھ پر درود بھیجا کرو اور خوب اہتمام اور دل لگا کر دعا کیا کرو اور یوں عرض کیا کرو: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ جَمِيدٌ جَمِيدٌ۔ (اے اللہ حضرت محمد اور آل محمد پر اپنا خاص عنایت و رحمت اور برکت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکتیں نازل فرمائیں، تو ہر حمد و تائس کا سنو اور اسے اور عظمت و بزرگی تیری صفت ہے) (مسند احمد، سنن نسائی)

(تشریح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن خارجه کے اس سوال کے جواب میں کہ آپ پر درود کس طرح بھیجی جائے؟ درود کے کلمات بھی تلقین فرمائے اور اس سے پہلے ارشاد فرمایا صَلُّوا عَلَيَّ وَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ اس عاجز نے ”وَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ“ کا مطلب یہی سمجھا ہوا کہ درود شریف جو دراصل اللہ تعالیٰ کے حضور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک دعا ہے، صرف زبان سے سرسری طور پر نہیں، بلکہ اہتمام اور دل کی پوری توجہ سے مانگی جائے۔ واللہ اعلم۔

(۳۱۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ مَنْ قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ

عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَ
بَارَكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَ
عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَتَرَحَّمْتَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
تَرَحَّمْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، شَهِدْتُ لَهُ يَوْمَ
الْقِيَمَةِ وَشَفَعْتُ لَهُ ——— رواه الطبرانی في تہذیب الآثار (فتح الباری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھ پر اس طرح درود بھیجا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى
آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَتَرَحَّمْتَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ
عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، تو میں قیامت کے دن اس کے
لیے شہادت دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔

(تہذیب الآثار للطبرانی)

(تشریح) حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کی ہوئی اس درود میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اور آپ کی آل کے لیے صلوٰۃ اور برکت کے علاوہ ترحم کی بھی دعا ہے۔
یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بہت سے علماء اور فقہانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے رحمت کی دعائے منع فرمایا ہے، کیونکہ یہ دعوات عام موتیوں کے لیے کی جاتی ہے
لیکن اگر صلوٰۃ و سلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے رحمت اور ترحم کی اللہ عا آپ کے لیے کی
جائے تو مضائقہ نہیں ہے۔ تہذیب میں: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہَا
پر نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اس میں آپ کے لیے سلام کے ساتھ رحمت کی دعا بھی ہے،
اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کے روایت کیے ہوئے اس درود میں صلوٰۃ اور برکت کی کلمات دعا

کے بعد ترغیم کی استدعا بھی کی گئی ہے۔ اس طرح ترغیم کی استدعا مسلسلۃً و سلام کا تکملہ بن جاتی ہے۔

(۳۱۹۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُكْتَلَ بِالْمَلِكِيَّاتِ الْأَوْفَى إِذْ صَلَّيَ عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَآزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ _____ رواه أبو داود

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اس سے خوشی ہو اور وہ چاہے کہ کچھ پر اور میرے گھر والوں پر درود بھیج کر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں زیادہ سے زیادہ اور بھرپور حاصل کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں یوں عرض کرے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَآزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ	اے اللہ اپنی خاص نوازش اور عنایت و رحمت فرمائی اُمّی حضرت محمد پر اور ان کی ازواج مطہرات اُمّہات المؤمنین پر اور ان کے سب گھر والوں پر تو ہر گھر و تائیں کا ستم و سزا دار ہو اور عظمت و کبر پائی تیری ہی صفت ہے۔
--	--

(سنن ابی داؤد)

(تشریح) اس حدیث کی بنا پر بعض حضرات کا خیال ہے کہ درودوں میں یہ درود سب افضل ہے کیونکہ فرمایا گیا ہے کہ جو زیادہ سے زیادہ اور بھرپور رحمت و برکت اور جو ثواب حاصل کرنا چاہے وہ یہ درود پڑھے۔ اور بعض حضرات نے لکھا ہے کہ نماز میں تو وہ درود پڑھنا افضل ہے جو ابتدائی حدیثوں میں گزر چکا اور نماز سے

باہر یہ درود افضل ہے جس کو حضرت ابو ہریرہؓ نے اس حدیث میں روایت کیا ہے: **اللہ اعلم**

(۳۲۰) عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَدَّ هُنَّ فِي يَدَيَّ جَبْرِئِيلُ وَقَالَ جَبْرِئِيلُ هَكَذَا أَنْزَلْتَ مِنْ عِنْدِ رَبِّ الْعِزَّةِ.

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔

اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔

اللَّهُمَّ وَتَرَحَّمْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔

اللَّهُمَّ تَحَنَّنْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَحَنَّنْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔

اللَّهُمَّ وَسَلِّمْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا سَلَّمْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔

رواہ البیہقی فی شعب الایمان والذمبی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل امین نے میرے ہاتھ کی انگلیوں پر گن کر درود شریف کے یہ کلمات تعلیم فرمائے اور بتایا کہ رب العزت جل جلالہ کی طرف سے یہ اسی طرح آئے ہیں وہ کلمات یہ ہیں۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ..... الخ

(مسند فردوس دینی، شعب الایمان والذمبی)

(تشریح) اس درود میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھروالوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے صلوات اور برکت اور ترقیم کی استدعا کے علاوہ سلام اور تحنن کی استدعا کی گئی ہے۔ تحنن کے مفہوم کو اردو زبان میں شفقت اور پیار دلا رہے ادا کیا جاسکتا ہے اور سلام کے معنی ہیں ہر برائی اور ناپسندیدہ چیز سے سلامتی اور حفاظت۔

اس حدیث کے بارہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کنز العمال جلد اول میں جہاں یہ حدیث ذکر کی گئی ہے وہیں سند کے لحاظ سے اس کے ضعیف ہونے کی تصریح بھی کر دی گئی ہے۔ پھر اسی کی دوسری جلد میں اسی مضمون کی ایک اور حدیث اور درود شریف کے یہی کلمات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی صاحب سند رک ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری کی "معرفۃ علم الحدیث" کے حوالے سے ان کی مسلسل سند کے ساتھ نقل کیے گئے ہیں اور اس سند کے بھی بعض راویوں پر سخت جرح کی گئی ہے، ساتھ ہی سیوطی سے نقل کیا گیا ہے کہ انھیں اس حدیث کے بعض اور طریقے بھی ملے، نیز حضرت انس سے بھی قریباً اسی مضمون کی ایک حدیث روایت کی گئی ہے جو ابن عساکر کے حوالے سے کنز العمال میں بھی درج ہے اور اصحاب فن کا یہ مسئلہ اصول ہے کہ ضعیف حدیث قعود طرق کی وجہ سے قابل قبول ہو جاتی ہے۔ خاص کر فضائل اعمال میں ایسی حدیث کے نزدیک قابل عمل ہے۔ ملا علی قاری نے شرح شفاء میں حاکم کی روایت کردہ حضرت علی دالی حدیث کے راویوں پر سخت جرح کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ "غایتہ الامریہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث کو بھی قابل اعتماد سمجھا جاتا ہے" (شرح شفاء ص ۳۱۴) انہی سب باتوں پر نظر رکھتے ہوئے یہ حدیث ضعیف ہونے کے باوجود یہاں درج کر دی گئی ہے۔

یہاں تک جو احادیث درج ہوئیں جن میں درود و سلام کے کلمات تلقین فرمائے گئے ہیں، یہ سب مرفوع حدیثیں تھیں، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات تھے

اور ان میں درود و سلام کے جو کلمات تعلیم فرمائے گئے ہیں۔ ان سب کی بنیاد وحی ربانی پر ہے، حضرت ابو سعید انصاریؓ کی حدیث کے ذیل میں اوپر گزر چکا ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بئیر بن سعد نے دریافت کیا کہ ہم آپ پر درود کس طرح بھیجا کریں؟ تو آپ کچھ دیر خاموش رہے، یہاں تک کہ وحی آئی اس کے بعد آپ نے درود ابراہیمی تلقین فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ درود شریف کے بارہ میں آپ کو بنیادی رہنمائی وحی سے ملی تھی، اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ درود و سلام کے جو کلمات بھی کسی وقت آپ نے تلقین فرمائے ان کی بنیاد وحی پر ہے اور یہ تفصیل درود و سلام کے انھیں کلمات کو حاصل ہے جو کسی وقت آپ نے تعلیم فرمائے۔ ان کے علاوہ بعض صحابہ کرام اور دوسرے سلف صالحین سے درود و سلام کے جو کلمات منقول ہیں ان کو یہ خصوصیت اور فضیلت حاصل نہیں ہے، اگرچہ ان میں سے بعض لفظی اور معنوی لحاظ سے بہت ہی بلند ہیں اور انکی مقبولیت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ان میں سے ایک جو کتب حدیث میں فقہی الامتہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا گیا ہے، اور دوسرا جو حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے یہاں ”حج کے جابہ“ ہیں اور انہی پر روایات کا یہ سلسلہ ختم کیا جا رہا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْسِنُوا الصَّلَاةَ عَلَيْهِ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ لَعَلَّ ذَاكَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ فَقَالُوا لَمْ نَعْلَمْ، فَقَالَ قُولُوا

اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ
وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ
إِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُولِ الرَّحْمَةِ اللَّهُمَّ ابْعَثْ مَقْلَمًا
مَحْمُودًا يُبَيِّنُ بِهِ الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى

وَبَارِكْ وَسَلِّمْ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

رواہ ابن ماجہ

حضرت عبداللہ ابن مسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ جب
تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو تو بہتر سے بہتر طریقہ پر درود بھیجئے کی
کوشش کرو، تم جانتے نہیں ہو انشاء اللہ تمہارا وہ درود آپ کی خدمت
میں پیش کیا جائے گا۔ لوگوں نے عرض کیا تو آپ ہمیں بتادیں اور دکھا
دیتے کہ ہم کس طرح درود بھیجا کریں۔ آپ فرمایا یوں عرض کیا کرو۔
"اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتَكَ..... الخ قوله
..... إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔"

(اے اللہ اپنی خاص عنایات اور رحمتیں اور برکتیں نازل فرما سید المرسلین،
امام الباقین، خاتم النبیین حضرت محمد پر جو تیرے خاص بندے اور رسول ہیں،
نیکی اور بھلائی کے راستہ کے امام طور پر اپنا ہیں، رحمت والے پیغمبر ہیں) یعنی
جن کا وجود ساری دنیا کے لیے باعث رحمت ہے۔ اے اللہ ان کو اس مقام
عمود پر فائز فرما جو اولین و آخرین کے لیے قابل رشک ہو۔ اے اللہ حضرت
محمد اور آل محمد پر اپنی خاص نوازشیں اور عنایتیں فراخس طرح کہ تو نے حضرت ابراہیم
و آل ابراہیم پر نوازشیں اور عنایتیں فرمائیں، اور حضرت محمد و آل محمد پر اپنی خاص
برکتیں نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر برکتیں نازل فرمائیں۔
تیری ذات ہر حمد و تائیس کی سزاوار ہے اور عظمت و کبریا کی تیسری ذاتی
صفت ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

تشریح) درود شریف کے یہ کلمات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے لگوں کو تعلیم فرمائے تھے۔ بلاشبہ نبی مبارک اور مقبول کلمات ہیں اور اس میں وہ درود ابراہیمی بھی لفظ بہ لفظ شامل ہے جو کعب بن عجرہ کی اس روایت میں گزر چکا ہے جو صحیحین کے حوالہ سے سب سے پہلے درج کی جا چکی ہے۔

(۳۲۲) عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا —
لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ رَبِّي وَسَعْدَيْكَ صَلَوَاتُ اللَّهِ الْبَرِّ الرَّحِيمِ وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَالنَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءَ وَالصَّالِحِينَ وَمَا سَبَّحَ لَكَ مِنْ شَيْءٍ يَا رَبِّ الْعَالَمِينَ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ وَرَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الشَّاهِدِ الْبَشِيرِ الدَّاعِي إِلَيْكَ بِإِذْنِكَ السِّتَاحِ الْمُنِيرِ عَلَيْهِ السَّلَام

اور وہ القاضی عیاض فی کتاب النفا

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح درود بھیجتے تھے۔ (پہلے سورہ احزاب کی آیت تلاوت فرماتے تھے) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے گا کہم دیگیا ہے)۔ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا — اس کے بعد کہتے تھے لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ رَبِّي وَسَعْدَيْكَ لے میرے اللہ میرے اس فرمان کا سیر و چشم قیام کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں۔

صَلَّوْا لِلَّهِ الْبَرَّ الرَّحِيمِ وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَالْكَتِبِينَ وَ
الصِّدِّيقِينَ وَالشَّهَدَاءَ وَالصَّالِحِينَ..... الخ

اُس خداوند تعالیٰ کی طرف سے جو بڑا احسان فرمانے والا اور نہایت مہربان
ہے خاص ذوالفقہین اور حقیتیں، ہوں، اور اس کے ملائکہ مقربین اور انبیاء اور
صدیقین اور شہداء و صالحین کی اور اُس ساری مخلوق کی جو اللہ کی تسبیح و
 حمد کرتی ہے بہترین دعائیں اور نیک تمنائیں ہوں حضرت محمد بن عبد اللہ
کے لیے جو خاتم النبیین، سید المرسلین، امام المتقین اور رسول رب العالمین ہیں
جو اللہ کی طرف سے شہادت ادا کرنے والے ہیں، اللہ کے فرمانبردار بندوں کو
رحمت و جنت کی بشارت سنانے والے اور مجرموں و مافرانوں کو برے انجام
سے اور اللہ کے عذاب سے آگاہی دینے والے ہیں، جو تیرے بندوں کو تیرے
حکم سے تیری طرف دعوت دیتے ہیں اور تیرے ہی روشن کیے ہوئے چراغ
ہیں، اور ان پر سلام ہو۔ (شفاء قاضی عیاض)

(تشریح) یہ درود پاک جیسا کہ ظاہر ہے الفاظ و مطالب کے لحاظ سے نہایت بلند اور
ایمان افروز ہو۔ لیکن حدیث کی کسی کتاب میں اس کی روایت نظر سے نہیں گزری، البتہ
پانچویں اور چھٹی صدی کے عالم اور محدث قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب الشفا بحقوق
المصطفیٰ میں اس کو حضرت علی مرتضیٰ سے نقل کیا ہے اور علامہ قسطلانی نے
”مواہب لدنیہ“ میں شیخ زین الدین بن الحسین مراغی کی کتاب تحقیق النضرہ فی
دار الحجۃ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں حضرت
علی مرتضیٰ نے آپ پر یہی درود پاک پڑھا تھا اور لوگوں کے دریافت کرنے پر ان کو بھی تعلیم
فرمایا تھا۔ بہر حال الفاظ و مطالب کے لحاظ سے یہ گویا اور رُوح پرور یہ درود ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے درود و سلام کے جو کلمات
یہاں نقل کیے گئے اُن سے معلوم ہو گیا کہ اُمت کے لیے یہ پابندی نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی
علیہ وسلم پر صرف آپ کے تلقین فرمائے کلمات ہی کے ذریعہ درود و سلام بھیجے، بلکہ اگر آپ ذوق
و محبت کے لیے دروازہ کھلا ہوا ہے وہ حدود و شریعت کے پابند رہتے ہوئے اپنے ذوق و
شوق کے تقاضے کے مطابق دوسرے کلمات کے ذریعہ بھی آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیج سکتے ہیں
_____ چنانچہ بہت سے اکابر اُمت، تابعین اور بعد کے علماء و عارفین سے اور بھی کلمات
منقول ہیں لیکن وہ سلاسل معارف الحدیث کے دائرہ سے باہر ہیں اس لیے ان کو یہاں
صحیح کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا، اگر اللہ نے توفیق دی تو ان میں سے بھی چند منتخب کلمات
کو ایک متعلق مضمون میں جمع کرنے اور ان پر کچھ لکھنے کا ارادہ ہے۔
اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے معارف الحدیث کی پانچویں جلد میل
ختم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور اس کے مؤلف اور ناظرین کے لیے
وسیلہ رحمت و مغفرت بنائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

